ابنِ صفی

لد نمبر
30

جاسوسی دنیا

91- ستاروں کی موت

92- ستاروں کی چیخیں

پیشرس

جاسوسی ناولوں کے ناموں سے اکثر مغالطہ بھی ہوجاتا ہے۔ مثال کے طور پر ''ستاروں کی موت'' ہی کو لے لیجئے۔ ''اشاروں کے شکار'' میں اس کا اعلان ہوا تھا اور بعض پڑھنے والوں نے اس کے متعلق اپنی پیش گوئیاں مجھے بھی لکھ بھیجی تھیں۔ سبھی اس بات پر متفق تھے کہ یہ سائنس فکشن ہوگا۔ یعنی دنیا کے چند ایسے نالائق سائنسدان جنہیں ان کے والدین نے عاق کردیا۔ بعض ستاروں پر جابسیں گے اور وہاں وہ اودھم مچائیں گے کہ ستارے اپنے محوروں سے ہٹ کر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور فنا ہوجائیں گے۔ اس طرح ''ستاروں کی موت'' بھی واقع ہوجائے گی اور میں اپنے پیسے کھرے کرکے گھر کی راہ بھی لوں گا۔

لیکن معاف کیجئے گا ایسا نہیں ہوسکا۔ اس لئے کہ میں واقعی لکھنے کے موڈ میں تھا۔ اگر لکھنے کے موڈ میں نہ ہوتا تو سچ مچ یہ سائنس فکشن ہی بن جاتا۔ یقین کیجئے میں نے اپنے وہ سائنس فکشن جنہیں میں قطعی طور پر سائنس فکشن کہنے کو تیار نہیں ایسے ہی موڈ میں لکھے ہیں۔ ان پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ مکھی پر مکھی مارتے چلے جایئے۔ اختتام تک پہنچتے پہنچتے ایک عدد سائنس فکشن تیار ہوجائے گا۔ ہوسکتا ہے کبھی بوریت کے عالم میں پھر ایک

آدھ سائنس فکشن گھسیٹ دوں۔

''اکثر پڑھنے والے فرمائش کرتے رہے ہیں کہ ''عمران اور اُس کی ٹیم کو بھی چاند پر لے جاؤں۔'' لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امریکہ اور روس ابھی تک چاند ہی کا مسئلہ نہیں طے کرپائے۔ ستارے تو بہت دور ہیں۔ ویسے یہ ممکن ہے کہ فریدی تسخیر جن کے لئے چلہ کشی کرے اگر شہنشاہ جنات قابو میں آجائے تو اس سے استدعا کرے کہ بھئی پہنچادے مریخ یا زہرہ تک۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ یا پھر کوئی ایسی مشین ایجاد کی جائے جس کے ذریعہ مسلّم آدمی ٹرانسمٹ ہوسکیں..... آدمی کو مشین میں بند کرکے بٹن دبایا اور وہ کھٹاک سے مریخ کے لئے ٹرانسمٹ ہوگیا..... (معاذ اللہ)

دراصل اس طرح کی مشین بناتے ہوئے اب کچھ شرم سی آنے لگی ہے۔ غالباً آپ وہ مشین ابھی تک نہ بھولے ہوں گے جو آدمیوں کو پیس کر بن مانس بنادیا کرتی تھی۔ (اللہ مجھے معاف کرے..... جی چاہے تو حوالے کے لئے میرا ناول جنگل کی آگ دیکھ لیجئے۔)

ویسے بڑا جی چاہتا ہے کہ آدمی کو سچ مچ آدمی بنانے کی کوئی مشین ایجاد کرسکوں، بہرحال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ''ستاروں کی موت'' سائنس فکشن نہیں بلکہ فلمی ستاروں کی کہانی ہے۔

ادھر کچھ دنوں سے ایسی فرمائشات وصول ہورہی ہیں کہ ویسے ہی ناول لکھئے جیسا فلاں لکھا تھا..... غالباً اس قسم کی فرمائش

کے سلسلے میں پہلے بھی کسی پیشرس میں اظہار خیال کر چکا ہوں کہ یہ میرے بس کی بات نہیں۔ اس قسم کی فرمائشات نہ پڑھنے والوں کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور نہ لکھنے ہی والے کو۔ اور پھر میرے پڑھنے والوں کا یہ عالم ہے کہ ''بلی چیختی ہے'' پڑھ کر ایک صاحب نے مجھے لکھا تھا کہ ''چٹانوں میں فائر'' میں آپ نے ''لی یوکا'' کی کہانی لکھی تھی۔ لہٰذا اسے ''لی یوکی'' کی کہانی سمجھنا چاہئے۔ گویا یہ مجھ پر پلاٹ کے اعادہ کا ڈھکا چھپا الزام ہے۔

پھر بتایئے ایسی صورت میں جبکہ پچھلے ناولوں کی طرز کے ناول لکھنے لگوں تو کیا حشر ہوگا میرا آپ کے ہاتھوں۔

بس اسی شاعر کا سا حال ہوگا جس کی کوئی ایک نظم کافی مقبول ہوئی تھی۔ اب وہ بے چارہ جس مشاعرے میں بھی پڑھنے بیٹھتا ہے اسی ایک نظم کی فرمائش شروع ہوجاتی ہے۔ ہر چند کہ اس بار نئی نظم لایا تھا لیکن مجبوراً وہی نظم سنانی پڑتی ہے۔ خوب شہرت پاتی ہے وہ نظم..... لیکن کچھ دنوں کے بعد اس کے مداح کہنا شروع کر دیتے ہیں ''اماں اب کیا رکھا ہے اس کے پاس..... دو چار نظمیں تھیں سو ختم ہو چکیں..... وہ مر چکا ہے۔''

لہٰذا مجھے اپنے طور پر لکھنے دیجئے۔ اسی صورت میں آپ مجھے زیادہ دنوں تک زندہ رہنے دیں گے۔ یعنی میں آپ کو نئی کہانیاں دے سکوں گا۔

ابن صفی

۱۴ اکتوبر ۱۹۶۴

دو کیمپ

کچھ دیر بعد پھر گہرے بادلوں نے فضا پر محیط ہو کر وہاں خوشگوار سی خنکی پھیلا دی..... لیکن افق میں نظر آنے والے درختوں کی سبز لکیر پر اب بھی دھوپ چمک رہی تھی۔ اس بار ہوا کے جھونکے اپنے ساتھ بوندیں بھی لائے تھے۔

چھولداریوں کے پردے پھڑ پھڑانے لگے..... کئی گھوڑے بیک وقت ہنہنائے۔ پھر سناٹا چھا گیا اور آس پاس بکھرے ہوئے خشک پتوں کے ڈھیر تیزی سے آنے والی بڑی بڑی بوندوں سے بجتے رہے۔ پھر عرصہ سے پڑی ہوئی خشک زمین سے سوندھی سوندھی خوشبو اٹھنے لگی۔

چھولداریوں کے پردے اٹھا دیئے گئے اور ایک پستہ قد آدمی ہاتھ میں بیئر کا بڑا سا جگ سنبھالے ہوئے باہر نکل آیا۔ یہ مشہور فلمی کومیڈین مردنگ تھا۔ پتہ نہیں اس نے اپنے لئے یہ نام کیوں منتخب کیا تھا جبکہ جثہ کے اعتبار سے سو فیصدی ڈھولک معلوم ہوتا تھا۔

اس نے اپنا جگ آسمان کی طرف اٹھا کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ''وِش یو گڈ لک مائی سوئٹ اینجلز آف پرسے ٹی ایسٹ ڈریمیز.....!''

کئی دنوں کی سخت تپش کے بعد بادل آئے تھے۔ وہ وہیں کھڑا بیئر پیتا رہا۔ بوندیں جتنی تیزی سے آئی تھیں اسی طرح اچانک غائب بھی ہوگئیں اور پھر تھوڑی دیر بعد زمین سے اٹھنے والی سوندھی خوشبو ذہن پر گراں گذرنے لگی۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی زمین سے گویا آنچ سی نکلنے لگی تھی۔ دو تین آدمی اور چھولداریوں سے نکل آئے اور ان میں سے ایک نے ہاتھ ہلا کر غصیلی آواز میں کہا۔ ''مردنگ تم منحوس ہو.....سو فیصدی منحوس۔''

''وہ کیوں جناب.....ڈائریکٹر صاحب.....!'' مردنگ نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں پوچھا۔

''تم جس بات کی خواہش کرتے ہو وہ نہیں پوری ہوتی۔''

''ہنہ.....!'' مردنگ آگے پیچھے جھولتا ہوا گنگنانے لگا۔

''ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایاب مجھے۔''

''میں آج ایلوپمنٹ سیکوئینس ضرور ٹیک کروں گا۔'' ڈائریکٹر نے بائیں ہتھیلی پر گھونسہ مار کر کہا۔

''آسمان کی طرف دیکھو.....'' مردنگ انگلی اٹھا کر بولا۔

''ابھی دھوپ نکلی آتی ہے.....!'' ڈائریکٹر بولا۔

''ہرگز نہیں نکلے گی۔''

''ہرگز نہیں۔'' مردنگ کے ہونٹوں پر شریری مسکراہٹ تھی۔

''تم نشے میں ہو اس لئے میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔'' ڈائریکٹر نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

''آج مجھے بیئر سے نشہ ہوگیا ہے.....کل تمہیں سادہ پانی ہی چت کردے گا۔ سب کچھ ہوسکتا ہے۔'' مردنگ سنجیدگی سے بولا۔

''جاؤ.....!'' ڈائریکٹر نے پیچھے کھڑے ہوئے آدمیوں میں سے ایک کو مخاطب کیا۔

''تیاری کرو۔''

وہ چھولداریوں میں چلا گیا۔

یہ لوگ یہاں دو دن سے ریہرسل کر رہے تھے۔ فلم کا نام تھا ''سنجوگتا'' اور وہ یہاں سنجوگتا کے اغوا کا منظر فلمبند کرنا چاہتے تھے۔

ہیروئن نے معاہدہ کرنے سے قبل ڈائریکٹر سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ مشہور ہیرو کمل کمار کے علاوہ اور کسی کے ساتھ کام کرنا پسند نہ کرے گی۔ لہٰذا کمل کمار پرتھوی راج کا رول ادا کر رہا تھا.....ویسے اگر ہیروئن کی نانی کو علم ہو جاتا کہ ہیروئن نے ایسی کوئی شرط پیش کی ہے تو وہ اسے معاہدے کے کاغذات پر دستخط ہی نہ کرنے دیتی کیونکہ وہ ہیروئن کو کڑی نگرانی میں رکھتی تھی۔ پتہ نہیں کن دشواریوں کے ساتھ ہیروئن اپنی یہ شرط بصورت پیغام ڈائریکٹر تک پہنچا سکی تھی۔

اب یہاں اس کیمپ میں اس کی نانی بھی موجود تھی۔ تنہا نہیں.....اپنے ساتھ دو باڈی گارڈز بھی رکھتی تھی۔

مردنگ اکثر ان پر فقرے کستا اور نانی تلملا کر رہ جاتی۔ بات یوں نہ بڑھاتی کہ مردنگ اول درجہ کا بے حیا اور پھکڑ تھا۔ وہ اسے ان دنوں کو یاد دلانے کی کوشش کرتا جب وہ ایک شہر کے چوک میں بڑا شہرہ رکھتی تھی۔ ہیروئن کی نانی اپنے ماضی میں جھانکنے پر تیار نہ ہوتی۔

وہ یہی محسوس کرنا چاہتی جیسے یہ فلمی سیٹھ ہمیشہ سے اس کے پیچھے دم ہلاتے آئے ہوں۔ بی بی..... بی بی کہتے۔ ان کے منہ سوکھتے رہے ہوں۔ لیکن مردنگ سے وہ کسی طرح نپٹتی۔ بھانڈ تو بڑے بڑے شہنشاہوں کو بھی منہ چڑا کر بچ نکلتے تھے۔ لہٰذا اس کی باتیں بھی ہنسی میں اڑ جاتیں۔ بظاہر وہ بھی مسکراتی ہی رہتی لیکن دل یہی چاہتا کہ کسی طرح اسکے ٹکڑے اڑا دے۔

ہیرو کمل کمار سنجیدہ آدمی تھا اور روزانہ زندگی میں بھی بے حد رومینٹک نظر آتا۔ سگریٹ سلگانے کے لئے کسی سے دیا سلائی طلب کرتا تو اس میں بھی اداکاری کی جھلکیاں نظر آتیں۔

جب لوگ کسی بات پر قہقہہ لگاتے تو اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا جیسے مسکرانے کا ارادہ کر رہا ہو.....پھر جب دوسرے خاموش ہوجاتے تو اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نظر آتی اور اس طرح غائب ہوجاتی جیسے کسی اجاڑ ویرانے میں کوئی ہلکی سی آواز ڈوب گئی ہو۔

ہیروئن آشا اس کے برخلاف بڑی شوخ تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر ہنس دیتی خواہ بات ہنسی کی ہو یا نہ ہو۔ بولنے پر آتی تو بولتی ہی چلی جاتی گفتگو کے دوران میں اس کی آنکھیں زندگی سے بھرپور نظر آتی تھیں۔ خصوصیت سے اس وقت ان کی چمک پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جاتی جب وہ کمل کمار سے گفتگو کر رہی ہوتی۔

نانی اُسے خونخوار نظروں سے گھورتی رہتی۔ ایسا لگتا جیسے اب کہہ اٹھے گی ''اری کم بخت تو آنکھیں بند کر کے باتیں کیوں نہیں کرتی۔''

ریہرسل کے دوران تو سچ مچ چڑھ دوڑتی تھی۔ آشا اور کمل کمار مکالموں کی مشق کرتے اور وہ بیٹھی جھلتی رہتی..... پھر ضبط کے بند ٹوٹ جاتے اور وہ کھرکھراتی ہوئی آواز میں کہتی۔

''ارے تو اس پر لدی کیوں پڑ رہی ہے۔''

ڈائریکٹر احتجاجاً ہاتھ اٹھا کر کہتا۔ ''بی بی پلیز..... فر گاڈس سیک.....!''

''ارے تم بڑے ڈائریکٹر بنے پھرتے ہو۔'' وہ ہاتھ نچا کر کہتی۔ ''یہ مکالمہ اسی طرح ادا ہوگا۔''

''ہاں ہاں..... میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ خدا کے لئے چپ بیٹھئے۔'' ڈائریکٹر بے بسی سے کہتا اور وہ پھر ان دونوں کو گھورنے لگتی۔

اغواء کے منظر کے لئے اس نے بڑے ہاتھ پاؤں مارے تھے کہ اسے اسکرپٹ سے خارج کر دیا جائے۔ اس کی بجائے دوسرے کرداروں کی گفتگو کے ذریعے تماشائیوں کے ذہن نشین کرایا جائے کہ پرتھوی راج سنجوگتا کو لے گیا۔

ڈائریکٹر اس پر تیار نہیں ہوا تھا۔ دوسرے لوگ بھی اسے سمجھانے بیٹھ گئے تھے کہ اس صورت میں فلم بے جان ہو کر رہ جائے گی۔ اور نانی کے انداز سے ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے کہنا چاہتی ہو کہ اچھا تو پھر کوئی اتنا بڑا گھوڑا تلاش کرو جس کی پشت پر ہم تینوں آجائیں۔

اب وہ کئی دن سے منتظر تھے کہ اغواء کے منظر کی فلمبندی کیلئے موسم سازگار ہو جائے۔

لیکن اس وقت ڈائریکٹر جھلایا ہوا تھا۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ آج اس منظر کی فلمبندی ہو کر رہے گی۔ ٹرک تیار کھڑا تھا۔ ہیرو اور ہیروئن کاسٹیوم میں آگئے تھے۔ وہ گھوڑا بھی تیار تھا

جس پر دونوں کو بھاگنا تھا۔

اور..... نانی..... وہ قریب ہی کھڑی مضطربانہ انداز میں ہاتھ مل رہی تھی اور آہستہ آہستہ ہیروئن سے کچھ کہتی بھی جا رہی تھی۔ لیکن دور سے دیکھنے والوں کی سمجھ میں صاف آ رہا تھا کہ وہ اس سے کیا کہہ رہی ہوگی۔ کس قسم کی ہدایات دے رہی ہوگی۔

کیپٹن حمید درخت کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھا مینڈولین بجا رہا تھا۔ مینڈولین یوں بجا رہا تھا کہ ذہن پر بوریت مسلط تھی اور درخت کی سب سے اونچی شاخ پر جا بیٹھنے کا مقصد یہی ہوسکتا تھا کہ اُسے ہرن کے کباب مرغوب ضرور تھے لیکن اس حد تک بھی نہیں کہ خود ہی ہرن کے پیچھے دوڑتا پھرے۔ پھر خود ہی شکار کرے۔ حتیٰ کہ خود ہی اس کی کھال بھی اتارے اور تب بہزار خرابی کباب میسر ہوں۔

یہاں کئی دن سے شکار ہو رہا تھا فریدی کئی دوستوں سمیت یہاں مقیم تھا۔ علاقے کے جاگیردار نے تو کہا تھا وہ قصبے ہی میں قیام کریں لیکن فریدی اس پر تیار نہیں ہوا تھا۔ جنگل ہی میں چھولداریاں نصب کی گئی تھیں جن میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے دن بھر مینڈولین کے نغمے گونجا کرتے تھے! حمید ایک دن بھی شکار کے لئے نہیں گیا تھا۔ ویسے وہ ان کی واپسی پر بڑے خلوص سے ان کا استقبال کرتا تھا۔ بشرطیکہ خالی ہاتھ نہ آئے ہوں۔

سینڈوکٹ بنیائن اور خاکی پتلون میں ملبوس کینواس کی فولڈنگ آرام کرسی میں پڑا پائپ پیا کرتا تھا۔ پائپ کا تمباکو راکھ ہو جاتا تو مینڈولین اٹھا لیتا۔ کئی فلمی دھنیں اچھی خاصی بجا لیتا تھا۔

آج صبح فریدی کے احباب نے اُسے بھی ساتھ چلنے پر مجبور کیا تھا لہٰذا وہ مینڈولین کی اسٹرنگ گلے میں ڈال کر درخت پر جا چڑھا۔

اس دوران میں بڑی بڑی بوندیں بھی آئیں۔ زور کی ہوائیں بھی چلیں لیکن وہ جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا۔ آج صرف بوریت ہی مسلط نہیں تھی بلکہ ذہن بھی جھنجھلاہٹ میں مبتلا تھا۔ تاؤ آرہا تھا ان لوگوں پر جو شہر کی رنگینیاں چھوڑ کر ویرانوں میں جی بہلانے آتے ہیں۔ ویسے اگر شکار ہی کی ٹھہرے تو شہر کب جانوروں سے خالی ہے۔ بڑے سے بڑا سور مل جائے گا۔ البتہ اُسے جنگلی نہ کہا جاسکے گا۔ کیونکہ وہ تہذیب کے خول میں رہتا ہے۔

اس نے اپنی کھوپڑی پر چھپٹا مارا اور بُرا سامنہ بنا کر بڑبڑایا۔ ”اب فلسفہ ہونہہ۔ پھر کیا کیا جائے؟ اس نے سوچا۔

ابھی کسی خاص ڈگر تک ذہن کی رسائی نہیں ہوئی تھی کہ اچانک اُسے چیخیں سنائی دیں۔

دور کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

اب سناٹا تھا۔ لیکن وہ آوازیں اس کی پیشانی پر تشویش کا غبار چھوڑ گئی تھیں۔ دفعتاً پھر چیخیں سنائی دیں..... کوئی عورت متواتر چیخے جارہی تھی۔ آواز بھی اب اتنی دور کی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ پھر ایک دوسری آواز بھی ساعت سے قریب تر ہوتی رہی۔ یہ دوڑتے ہوئے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز تھی۔

وہ تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ کیونکہ گھوڑا اُسے نظر آرہا تھا۔ سامنے والی درختوں کی قطار سے نکل کر اس نے میدان کا ہی رخ کیا تھا اور اسی طرف جھپٹا آرہا تھا۔

اس کی گردن سے چمٹی ہوئی عورت برابر چیخے جارہی تھی۔

حمید جانتا تھا کہ بھڑک کے بھاگے ہوئے گھوڑے کو کیسے قابو میں کیا جاتا ہے۔ لیکن اس گھوڑے پر ہاتھ ڈالتے وقت اس نے محسوس کیا جیسے وہ محض اناڑی ہو۔ وہ اب سیدھا تو نہیں دوڑ رہا تھا لیکن اپنے ساتھ اُسے بھی گھسیٹتا پھر رہا تھا کیونکہ اس نے اس کی لگام پکڑ رکھی تھی۔

گھٹنوں میں گہری خراشیں آئیں..... گر کر بھی گھسٹتا رہا..... پھر اٹھا۔ لیکن لگام نہ چھوڑی۔ عورت خاموش ہوگئی تھی۔

اور پھر وہ دھم سے زمین پر چلی آئی۔ حمید لگام چھوڑ کر اس کی طرف جھپٹا۔ وہ بیہوش تھی۔

مگر وہ کون تھی۔ حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُسے بہت دیکھا ہو۔ بڑی دلکش عورت تھی۔ بیہوشی کے عالم میں بھی ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کچھ دیر پہلے وہ زندگی سے مایوس ہو کر کسی بے بس جانور کی طرح چیختی رہی ہوگی۔

اس نے سامنے نظر اٹھائی۔ گھوڑا تھوڑے ہی فاصلے پر چر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ محض سوار کو گرادینے کے لئے ہی الف ہوا ہو۔

حمید پھر بیہوش عورت کی طرف متوجہ ہوگیا۔ لیکن یہاں وہ کیا کرسکتا تھا۔ کیمپ یہاں سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ پہلے اس نے اُسے ہلایا جلایا۔ لیکن جب اس سے کام نہ چلا تو سیدھا کھڑا ہو کر ہاتھ جھٹکتا ہوا بولا۔ ”تم لوگ مجھے اس ویرانے میں بھی چین نہ لینے دینا..... اچھا“

پھر جھک کر اُسے ہاتھوں پر اٹھایا اور کیمپ کی طرف چل پڑا۔ ایک بار مڑ کر گھوڑے کو دیکھا تھا جو اب بھی وہیں چر رہا تھا۔

شکار پر دو ملازم بھی ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے حیرت سے منہ پھاڑ کر حمید کو دیکھا اور شائد اس کش مکش میں پڑ گئے کہ انہیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔

دفعتاً حمید دہاڑا۔ ”اندھے ہو گیا..... اسٹریچر بچھاؤ جلدی سے۔“ دونوں بوکھلا کر ایک چھولداری میں جا گھسے اور حمید اُسے ہاتھوں پر اٹھائے کھڑا رہا۔

وہ دونوں ایک فولڈنگ اسٹریچر اٹھا لائے اور اُسے ایک درخت کی چھاؤں میں بچھا دیا اور جب حمید بیہوش عورت کو اس پر لٹا رہا تھا انہوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا اور کسی قدر مسکرائے بھی۔

”پانی لاؤ.....!“ حمید نے مڑے بغیر کہا اور پر تشویش نظروں سے بیہوش عورت کو دیکھتا رہا۔ یاد نہیں آرہا تھا کہ اُسے پہلے کہاں دیکھا تھا۔ حمید اس ملازم سے مخاطب ہوا جو وہیں کھڑا تھا۔

”کیا تم نے اُس کی چیخیں سنی تھیں۔“

”جج..... جی ہاں..... سنی تو تھیں۔“

"تو پھر تم وہاں کیوں نہیں پہنچے تھے۔"

"ہم سمجھے شاید آپ ہیں۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"ہم نے سوچا شاید یونہی ہمیں پریشان کرنے کے لئے۔"

"ابے وہ ایک عورت کی چیخیں تھیں۔ شیر نہیں دھاڑ رہا تھا۔"

نوکر کچھ نہ بولا۔ ویسے وہ اپنی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دوسرا ملازم گلاس میں پانی لے آیا۔ حمید گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر عورت کے منہ پر چھینٹے دینے لگا۔ وہ ہڑبڑا کر چونکی تھی۔ لیکن آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

گلاس خالی ہو گیا۔ لیکن وہ ہوش میں نہیں آئی۔

"گھوڑا.....!" دفعتاً حمید نوکروں کی طرف مڑ کر بولا۔ "ٹیکرے کے قریب ایک گھوڑا چر رہا ہے اُسے یہاں لاؤ۔"

وہ دونوں چلے گئے اور حمید عورت پر نظر جمائے وہیں کھڑا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر دقیانوسی محترمہ کو شہسواری کی کیوں سوجھی تھی اور پھر اس لباس میں..... سینکڑوں سال پرانی وضع تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے قرونِ وسطیٰ کی کوئی بھٹکی ہوئی روح دوبارہ عالم اجسام میں آ گئی ہو۔

شکاریوں میں ایک ڈاکٹر بھی تھا۔ حمید نے سوچا کاش وہ اس وقت موجود ہوتا۔ نوکر گھوڑے کو وہاں لائے۔ اب وہ پرسکون ہو چکا تھا۔

ایک سوکھے ہوئے درخت کے ٹنڈ سے اُسے باندھ دیا گیا۔

کچھ دیر بعد حمید نے پھر اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ اس بار وہ نہ صرف چونکی تھی بلکہ کچھ بے ربط سے جملے زبان سے بھی نکلے تھے۔

پھر کراہ کر کروٹ لی..... لیکن آنکھیں نہیں کھولیں۔ حمید نے پھر چھینٹے دیئے۔ چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آئے اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ خلاء میں گھورے جا رہی تھی پلکیں جھپکائے بغیر۔

حمید نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر نوکروں کو خاموش ہی رہنے کا اشارہ کیا۔

کچھ دیر بعد اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔

"آپ محفوظ ہیں۔" حمید نے جھک کر نرم لہجے میں کہا۔

"میں کہاں ہوں۔" اس نے آنکھیں کھولے بغیر نحیف آواز میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کچھ دیر آرام کیجئے۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا۔

لیکن وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ بیٹھی۔ چاروں طرف دیکھا اور ہذیانی انداز میں چیخی۔ "کمل..... کمل کہاں ہے۔"

"آپ تنہا تھیں..... محترمہ۔"

"تنہا نہیں..... کمل کمار بھی تھا۔"

حمید خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

پھر اس نے اسٹریچر سے اترنا چاہا۔ لیکن حمید نے ہاتھ اٹھا کر اُسے اس سے باز رکھا۔

"کمل گر گیا تھا..... وہ گر گیا تھا..... وہ پھر کہاں ہے۔ کیسا ہے؟"

"میں نے عرض کیا نا کہ گھوڑے کی پشت پر تنہا تھیں۔"

"مم..... میں..... اس کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ گھوڑا تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ میں نے کمل کی کمر تھام لی تھی..... پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ گھوڑا بھڑک گیا۔ کمل چیخ مار کر گر گیا تھا۔ پھر میں گھوڑے کی گردن سے لپٹ گئی تھی۔"

"آپ کمر تھامے ہوئے تھیں تو آپ کو بھی..... کیا نام ہے..... کمل کے ساتھ ہی گرنا چاہئے تھا۔"

"ہاں ہونا تو یہی چاہئے تھا۔ پتہ نہیں کیوں نہیں ہوا۔ مجھے ہوش نہیں کہ پھر کیا ہوا۔ بس میں اپنی چیخیں ہی سنتی رہی تھی۔ آپ کون ہیں۔ میں کہاں ہوں۔ یہ ہمارا کیمپ تو نہیں معلوم ہوتا۔"

"جی ہاں شکاریوں کا کیمپ ہے۔ آپ کا کیمپ کہاں تھا۔"

"میں جگہ کا نام نہیں جانتی۔"

"آپ نے ابھی کسی دھماکے کا تذکرہ کیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ گھوڑے کے پیروں کے نیچے ہی ہوا تھا۔"

"لیکن آخر گھوڑے پر ڈبل سواری۔"

آپ نہیں سمجھے۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "فلم کی شوٹنگ ہو رہی تھی۔"

"اوہ.....!" حمید چونک کر بولا اور اُسے گھورنے لگا۔ اب اُسے یاد آیا کہ عورت کا چہرہ جانا پہچانا کیوں معلوم ہو رہا تھا۔

"آپ فلم اسٹار آشا ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں.....جی ہاں۔" وہ جلدی سے بولی۔ "اور میں ہیرو کمل کمار کا تزکرہ کر رہی تھی۔"

"اچھا.....اچھا.....تو پھر آپ کا ٹرک آ ہی رہا ہوگا۔"

حمید نے ملازموں سے کہا۔ "تم لوگ آگے بڑھ کر میدان میں ٹھہرو۔ اگر کوئی گاڑی دکھائی دے تو اشارہ کر کے ادھر بلا لینا۔"

"میں کمل کے لئے پریشان ہوں۔ وہ دھماکہ کیسا تھا۔ اس کا اس منظر سے تو کوئی تعلق نہیں تھا۔ ہم "سنجوگتا" کی شوٹنگ کر رہے تھے۔ یہ اغواء کا منظر تھا۔"

"تب تو دھماکے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے پرتشویش لہجے میں کہا۔

"یہی تو.....یہی تو" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

"اے منہ کیا دیکھ رہا ہے۔ جا کر کافی بنا۔" حمید نے اس ملازم سے کہا جو میدان کی طرف نہیں گیا تھا۔

"شکریہ۔" آشا مسکرائی۔ "میں بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔"

"لیٹ جایئے۔" حمید بولا۔

"نہیں ٹھیک ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر آشا نے کہا۔ "بڑی حیرت کی بات ہے۔ ٹرک ہمارے پیچھے نہیں آیا۔"

"ضروری نہیں کہ گھوڑا ٹرک ہی کے راستے پر دوڑتا رہا ہو۔"

"جی ہاں..... یہ بھی ٹھیک ہے۔" وہ پرتشویش لہجے میں بولی۔ "پھر میں اپنے کیمپ تک کیسے پہنچوں گی۔"

کچھ دیر بعد ہماری گاڑیاں آ جائیں گی۔

"کیا آپ کو ہمارے کیمپ کے متعلق کچھ علم ہے۔" آشا نے پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"پھر میں کیمپ تک کیسے پہنچوں گی۔"

"کیمپ تک نہ سہی آپ کی شہری قیام گاہ تک پہنچا دیں گے۔"

"جی ہاں ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔ چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ "آپ کون ہیں۔"

"یہ نہ پوچھئے تو بہتر ہے۔" حمید غمگین آواز میں بولا۔ "ورنہ آپ ہماری کافی پینا بھی پسند نہ کریں گی۔"

"واہ ایسا بھی کیا..... آپ تو بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" وہ حسب عادت خواہ مخواہ ہنس پڑی۔

"نہیں.....لوگ اچھا نہیں سمجھتے۔"

"آخر کیوں؟ آپ کون ہیں!"

"مجھے ساجد حمید کہتے ہیں۔ محکمہ سراغ رسانی سے متعلق ہوں۔"

"کیپٹن حمید تو نہیں..... کرنل فریدی کے اسسٹنٹ.....!"

حمید نے مغموم انداز میں سر کو جنبش دی۔

"اوہ.....!" آشا مضطرب نظر آنے لگی۔ پھر سنبھل کر ہنسنے لگی اور بولی۔ "واہ آپ لوگ تو بے حد معزز لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مجھے تو بڑا اشتیاق تھا ملنے کا۔"

حمید سر جھکائے پائپ میں تمباکو بھرتا رہا اور وہ پھر بولی۔ "بیٹھ جایئے نا آپ بہت دیر سے کھڑے ہیں۔"

حمید نے پھر مغموم نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

پگڈنڈی کی تلاش

آشا اُسے تحیر آمیز نظروں سے دیکھتی رہی لیکن کچھ بولی نہیں۔ ویسے انداز سے تو یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ کہنے کے لئے بے چین ہو۔

حمید خلاء میں گھورتا رہا اور آنسو بہتے رہے۔ بالآخر آشا کو بولنا ہی پڑا۔

''کیا آپ کی آنکھوں میں کچھ تکلیف ہے۔''

''جی.....!'' حمید چونک کر بولا۔ ''جی ہاں..... جی نہیں..... اُوہ.....!'' پھر ایسی ایکٹنگ شروع کردی جیسے اُسے ان آنسوؤں کا علم ہی نہ رہا ہو۔ آخر جھینپے ہوئے انداز میں ہنس کر بولا۔

''عجیب بات ہے.....خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر میری آنکھوں سے پانی بہنے لگتا ہے۔''

لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اس جواب سے مطمئن نہ ہوئی ہو۔

اتنے میں ملازم نے اسٹریچر کے قریب ایک چھوٹی سی میز لا رکھی۔ پھر کافی پاٹ اور دوسرے لوازمات لایا۔

''اسٹول بھی۔'' حمید اس کی طرف دیکھ کر غرایا اور وہ دوڑتا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ایک فولڈنگ اسٹول بھی لایا۔

''میرا خیال ہے۔'' حمید اسٹول پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''اب آپ اتنی توانائی تو محسوس کر رہی ہوں گی کہ کافی بنا سکیں۔''

''اوہ.....جی ہاں.....جی ہاں۔'' وہ جلدی سے آگے کھسکتے ہوئے بولی۔

''مجھے حیرت ہے آپ کا ٹرک اب تک ادھر نہیں آیا۔''

دفعتاً وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور حمید اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔ کوئی ایسی بات تو نہیں تھی جس پر اس طرح اسے بے ساختہ ہنسی آسکتی۔

''میں نہیں سمجھا۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا پُرتشویش لہجے میں بولا۔

''نانی بی۔'' وہ ہنستی ہی رہی۔

''جی.....ی ی ی.....ع.....!'' حمید نے آنکھیں پھاڑ دیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہیں اس حادثہ نے اس کے ذہن پر کوئی بُرا اثر تو نہیں ڈالا۔ وہ ہنستی رہی پھر بدقت ہنسی پر قابو پا کر بولی۔

''نانی بی..... پچھاڑیں کھا رہی ہوں گی۔ انہیں ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہیں میں مر نہ جاؤں۔''

''تو اس میں ہنسی کی کیا بات ہے محترمہ۔'' حمید جھنجھلا کر بولا۔

''میں اکثر سوچتی ہوں اگر میں سچ مچ مر جاؤں تو ان کا کیا حشر ہوگا۔''

''کافی پیجئے۔ ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

''لیکن کمل کمار۔'' وہ یک بیک سنجیدہ ہوگئی۔ ''وہ دھماکہ کیسا تھا..... کمل چیخا تھا اور گھوڑے سے گر گیا تھا۔''

''ہوسکتا ہے..... جے چند کے سپاہیوں میں سے کوئی غلطی سے تھری ناٹ تھری استعمال کر بیٹھا ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے قلو پطرہ میکس فیکٹر کی لپ اسٹک استعمال کر بیٹھتی ہے۔ غالباً کسی فلم میں ملکہ نور جہاں نے بھی یہی حرکت کی تھی۔''

آشا کی سنجیدگی پھر رخصت ہوگئی۔ ہنستے وقت وہ ایک بالکل ننھی سی بچی نظر آتی تھی۔

اتنے میں کسی گاڑی کے انجن کی آواز آئی۔

''اوہ..... ٹرک آگیا شاید۔'' وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

''نہیں..... آپ یہیں بیٹھئے۔ میں دیکھتا ہوں۔'' حمید نے کہا اور کنج سے باہر آگیا۔ یہ تو انہیں لوگوں کی جیپ تھی جس پر دو شکاری نظر آرہے تھے۔

ان میں سے ایک نے حمید کی جانب ہاتھ پھیلا کر کہا۔ ''اے تم دونوں ہو ہی منحوس۔''

''کیا بات ہے۔'' حمید نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ ''بقیہ لوگ کہاں ہیں۔''

"محکمہ سراغ رسانی کے ساتھ جھک مار رہے ہیں۔ تم لوگوں کی نحوست کہیں چین نہ لینے دے گی۔"

"کچھ بتاؤ بھی تو۔"

"ایک لاش.....!" "کہاں.....؟"

"یہاں سے دس میل کے فاصلے پر..... امر پروڈکشن والے "سنجوگتا" نامی فلم کی شوٹنگ کر رہے تھے۔ اغوا کا سین تھا۔ پرتھوی راج سنجوگتا کو گھوڑے پر لے بھاگا تھا۔ گھوڑا دوڑ رہا تھا..... ٹرک جس پر کیمرہ تھا گھوڑے کے پیچھے تھا۔ دفعتاً ٹرک رک گیا..... لیکن گھوڑا دوڑتا رہا۔ ابھی وہ ٹرک والوں کی نظروں ہی میں تھا کہ کسی کنج سے ایک فائر ہوا۔ گولی کمل کمار کی کنپٹی پر پڑی۔ وہ گر گیا..... گھوڑا بھڑکا اور آشا کو نہ جانے کدھر لے گیا۔"

"اوہ.....!" حمید نے طویل سانس لی اور کنج کی طرف مڑا۔ آشا کھڑی نظر آئی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سکتہ ہو گیا ہو۔

"کیا آپ واپس جانا چاہتی ہیں۔" حمید نے اس طرح چیخ کر پوچھا جیسے وہ اونچا سنتی ہو۔ وہ چونک پڑی۔ پلکیں جھپکائیں اور حمید کو ایسے انداز میں دیکھنے لگی جیسے وہ اس کے لئے قطعی اجنبی ہو۔

دوسرے شکاری خاموشی سے اُسے دیکھے جا رہے تھے۔ حمید نے ان کی طرف مڑ کر کہا۔

"یہ فلم اسٹار آشا ہیں..... اور گھوڑا ادھر بندھا ہوا ہے۔"

"تت..... تب تو انہیں وہاں فوراً پہنچنا چاہیئے۔" ان میں ایک ہکلایا۔

"وہ مر گیا..... کیا وہ مر گیا۔" آشا آگے بڑھتی ہوئی مضطربانہ انداز میں بولی اور پھر ساکت ہو گئی۔

کوئی کچھ نہ بولا۔

لاش خاک و خون میں لتھڑی پڑی تھی۔

کرنل فریدی اس کے پاس سے ہٹ آیا تھا اور اب قریباً بیس فٹ کے فاصلے پر کھڑا اس جانب دیکھ رہا تھا۔ جدھر سے مبینہ فائر ہوا تھا۔ امر پروڈکشنز کا عملہ بھی وہاں موجود تھا۔ لیکن فریدی نے انہیں لاش کے قریب آنے سے روک دیا تھا۔

آشا کی نانی دہاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔ "ہائے کوئی اس کی بھی تو خبر لو..... ارے کوئی نہیں سنتا۔"

اب فریدی اس کنج کی طرف بڑھ رہا تھا جدھر سے فائر ہوا تھا۔ قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اندر گھسنا آسان نہ ہوگا۔ وہ دراصل جھنڈ بیریوں کی جھاریاں تھیں جن پر بڑی پتیوں والی جنگلی بیلیں پھیلی ہوئی تھیں اور دور سے معلوم ہوتا تھا جیسے اس کنج میں کانٹے دار جھاڑیوں نہ ہوں گی۔

وہ لوگ شکار کی تلاش میں اتفاقاً ادھر آ نکلے تھے اور یہاں یہ حادثہ ہو چکا تھا۔ لاش وہیں پڑی ہوئی ملی تھی اور امر پروڈکشنز کے کارکن اسکے گرد جمع تھے۔ آشا کی نانی پچھاڑیں کھا رہی تھی۔

پھر فریدی نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ وہ گھوڑے کی تلاش میں جائیں اور اگر راستے میں اپنا کیمپ بھی پڑے تو حمید کو یہاں بھیج دیں۔

کنج کے پاس کھڑے ہو کر اس نے ایک بار پھر یہاں سے لاش تک فاصلے کا اندازہ کیا اور جیب سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑنے لگا۔

کنج میں گھسنے کے لئے راستہ تلاش کرنا پڑے گا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ظاہر ہے وہاں کوئی ایسی جگہ ضرور ہوگی جہاں حملہ آور پہلے سے چھپ کر بیٹھا ہوگا اور کسی مخصوص راستے ہی سے ان جھاڑیوں میں بھی داخل ہوا ہوگا۔ ہوسکتا ہے آس پاس ہی کہیں کسی پگڈنڈی کی نکاس ہو۔

اس نے اشارے سے ڈائریکٹر کو قریب بلایا۔

"اس علاقے کے تھانے کو اطلاع دینی چاہیئے۔" اس نے اس سے کہا۔

''میں یہاں کے لئے اجنبی ہوں جناب۔'' ڈائریکٹر نے جواب دیا۔

''اوہ.....تو ادھر آنے کا مشورہ کس نے دیا تھا آپ کو.....!''

''اس ایجنٹ نے جو ہمارے لئے ایکسٹرا اداکاروں کا انتظام کرتا ہے۔''

''ہوں.....!'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا آپ اس کا نام اور پتہ بتا سکیں گے۔''

''جی ہاں۔ شیوا رام اسٹریٹ کی نرنگی لاج میں اس کا دفتر ہے.....شنکر اس کا نام ہے۔''

''شنکر.....!'' فریدی نے اس طرح دہرایا جیسے اس نام کے علاوہ کچھ اور بھی اس کے ذہن میں ہو۔ پھر سگار '' کر بولا۔ ''تھانہ راج گڈھ۔ اس علاقے کا تھانہ ہے۔ کیا اس ٹرک کے علاوہ آپ کے ساتھ ئی اور بھی گاڑی ہے۔''

''جی ہاں.....دو جیپیں ہیں۔''

''تھانے میں اطلاع بجھوا دیجئے۔ کیا آپ کا کوئی آدمی یہ کام کر سکے گا؟''

''جی ہاں۔''

فریدی نے جیب سے نوٹ بک نکال کر اس میں کچھ لکھا اور پھر وہی صفحہ پھاڑ کر اُسے دیتا ہوا بولا۔ ''یہ تھانے کے انچارج ہی کو دیا جائے۔''

ڈائریکٹر رقعہ لے کر اپنے ساتھیوں کی طرف واپس چلا گیا۔

فریدی پھر جھاڑیوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ جھاڑیوں کے ساتھ ساتھ ایک طرف چلنے لگا۔ قریباً دو فرلانگ چلا آیا لیکن کہیں بھی کسی پگڈنڈی کا سراغ نہ ملا۔ اب وہ پھر پلٹا۔ لیکن اس بار دوسری طرف جانے کی بجائے سیدھا لاش کی جانب چلا آیا۔ کیونکہ وہاں ایک جیپ آ کر رکی تھی اور کیپٹن حمید ایک عورت سمیت اس پر سے اتر رہا تھا۔

آشا کی نانی کی چیخ سناٹے میں گونجی۔

''میری رانی.....میری بیٹی۔''

وہ گرتی پڑتی جیپ کی طرف دوڑی آ رہی تھی۔

پھر وہ دونوں ایک دوسری سے لپٹ کر اونچی آوازوں میں روتی رہیں۔

حمید فریدی کی طرف بڑھا تھا۔

وہ اس طرح اس کے قریب آ کر رک گیا جیسے اپنے ساتھ کسی کا جنازہ لایا ہو۔ بے حد سنجیدہ اور مغموم نظر آ رہا تھا۔

''یہ کہاں ملی تھی؟'' فریدی نے پوچھا۔

''جی سیدھی وہیں چلی آئی تھیں جہاں میں تھا۔'' حمید نے جواب دیا۔

''کیا مطلب.....؟''

حمید نے مختصراً اُسے بتایا۔

''دھماکہ.....!'' فریدی نے اسکے خاموش ہونے پر پوچھا۔ ''گھوڑے کے پیروں کے نیچے۔''

''لیکن وہ لوگ جو ٹرک پر تھے بندوق کے فائر کی کہانی سناتے ہیں۔''

''ٹرک نے بھڑک کے ہوئے گھوڑے کا تعاقب کیوں نہیں کیا تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''وہ چلتے چلتے بیکار ہو گیا تھا۔ اس طرح بیکار ہوا ہے کہ دوبارہ کارآمد بنانے کے لئے اس کا انجن تک کھولنا پڑے گا۔ کسی نے پٹرول کی ٹنکی میں شکر ڈال دی تھی۔''

''اوہ.....!''

''یہ قتل باقاعدہ پلاننگ کے تحت ہوا ہے۔''

''تو پھر قاتل بھی انہیں لوگوں میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔'' حمید نے امر پروڈکشنز کے عملے کی طرف دیکھ کر کہا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر لاش کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

''کیا ٹرک والوں نے کسی بڑے دھماکے کا تذکرہ نہیں کیا۔'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں.....انہوں نے صرف فائروں کا تذکرہ کیا تھا۔''

''فائروں.....یا صرف ایک فائر۔''

''میرا خیال ہے انہوں نے تین فائروں کا تذکرہ کیا تھا۔''

"کمال ہے.....آشا کے کوئی گولی نہ لگی۔" حمید بڑبڑایا۔

"اس قسم کے اتفاقات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔"

"ان لوگوں کا کیمپ یہاں سے کتنی دور ہے۔"

"غالباً دو میل کے فاصلہ پر۔"

"بہرحال ہمیں کہیں چین نہیں ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

آشا اور اس کی نانی ابھی تک روئے جارہی تھیں۔ ان کے قریب کوئی بھی نہیں تھا۔

فلم کمپنی کے کسی فرد نے بھی ان کے پاس آکر تشفی کے دو لفظ کہنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دونوں کسی ایسے قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں جس کی زبان دوسرے لوگوں کے لئے ناقابل فہم ہو۔

"کیا اب مجھے ہی ان دونوں کو علیحدہ کرنا ہوگا۔" حمید بڑبڑایا۔

"یقیناً..... یقیناً.....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "خوب صورت عورتیں تمہاری بدنصیبی بن کر رہ گئی ہیں جن سے پیچھا چھوٹنا محال ہے۔"

"وہ مرنے والے سے محبت کرتی تھی۔"

"فلم کی کہانی میں یا ویسے تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"ویسے بھی.....نانی اُسے کڑی نگرانی میں رکھتی ہے۔ خود اس نے یہ شرط پیش کی تھی کہ اس فلم کیلئے اس سے اس صورت میں معاہدہ ہوسکے گا جب پرتھوی راج کا رول کمل کمار کو دیا جائے۔"

"اوہو.....دلچسپ اطلاع ہے۔"

"لیکن نانی کو اس شرط کا علم نہیں ہے۔ یہ بات صرف آشا اور ڈائریکٹر ہی کے درمیان رہی۔"

"مزید دلچسپ۔"

"لہٰذا اس قتل کی ذمہ دار.....نانی ہی ہوسکتی ہے۔" مید خوش ہوکر بولا۔

"ضروری نہیں۔" فریدی نے کہا اور پھر جھاڑیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

حمید ان دونوں کے قریب پہنچ کر کچھ دیر خاموش کھڑا رہا پھر بولا۔ "اب یہ سلسلہ ختم

ہونا چاہئے۔"

آشا چونک کر مڑی تھی۔ اس کا منہ پھیلا ہوا تھا اور آنسو بہہ رہے تھے۔

"اس خوشی میں رونا مناسب نہیں ہے کہ آپ زندہ بچ گئی ہیں۔" حمید نے کہا۔

"یہ کون ہے۔" بوڑھی نے کھرکھراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کک.....کیپٹن حمید۔" آشا ہکلائی۔

"یہ بھی پولیس والے ہیں۔"

"ہاں.....!" آشا نے کہا اور آنسو پونچھتی ہوئی اس کے پاس سے ہٹ گئی۔

حمید انہیں چھوڑ کر اس بھیڑ کی طرف بڑھا جو تھوڑے ہی فاصلے پر نظر آرہی تھی۔

"آپ لوگ کون ہیں۔" اس نے ان کے قریب پہنچ کر اونچی آواز میں پوچھا۔

"امر پروڈکشنز.....!" ایک آدمی نے جواب دیا۔

"آپ کون ہیں۔" حمید نے اسی سے پوچھا۔

"میں ڈائریکٹر ہوں۔"

"دوسرے لوگوں کے متعلق بھی بتائیے۔"

ڈائریکٹر مختلف کام کرنے والوں کا تعارف کرانے لگا۔ پھر حمید کی نظر دو لحیم شحیم آدمیوں پر پڑی اور ڈائریکٹر بھی خاموش ہوگیا۔

"ہوں.....اور یہ.....!" حمید نے پوچھا۔

"یہ مس آشا کے باڈی گارڈز ہیں۔" ڈائریکٹر نے جواب دیا۔

"مس آشا کے باڈی گارڈز.....!" حمید نے حیرت سے دہرایا۔ ان میں سے ایک مسلح بھی تھا۔ پتلون کی پیٹی سے ریوالور کا ہولسٹر لٹک رہا تھا۔

"اس کا لائسنس.....!" حمید نے ریوالور کی طرف اشارہ کرکے اس سے کہا اور نے جیب سے لائسنس نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"لائسنس ہی سے معلوم ہوا کہ وہ ایک ریٹائرڈ فوجی تھا اور انعام کے طور پر اُسے ریوالور

رکھنے کی اجازت ملی تھی۔"

"تمہارا نام.....!" حمید نے دوسرے باڈی گارڈ سے سوال کیا۔

"نصرت خان.....!"

"کب سے ملازم ہو۔"

"ایک سال سے۔"

"پہلے کہاں کام کرتے تھے۔"

"ریٹائرڈ فوجی ہوں۔"

"تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔" حمید نے کہا اور انہیں اس بھیڑ سے الگ لے گیا۔

"میں بھی ریٹائرڈ فوجی ہوں۔" حمید نے ان سے کہا۔

"اچھا.....!" دونوں نے بیک وقت کہا۔ لیکن انداز استعجابیہ نہیں تھا۔

"تم دونوں ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہو۔ میرا مطلب ہے جب وہ باہر جاتی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"تمہیں خود اسی نے ملازم رکھا ہے یا نانی نے۔"

"نانی نے۔" ایک نے جواب دیا۔

"کچھ مخصوص قسم کی ہدایات بھی اس کی طرف سے ملی ہوں گی۔"

"جی نہیں۔ بس ہم مس آشا کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔"

"کیا تم لوگوں کی عدم موجودگی میں وہ غیر محفوظ ہوتی ہے۔"

"ہم اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں جناب۔"

"حادثے کے وقت تم لوگ کہاں تھے۔"

"ٹرک پر۔"

"پھر جب یہ حادثہ پیش آیا.....اور گھوڑا اسے لے بھاگا تو تم نے کیا کیا تھا۔"

"ہم کیا کرتے..... ڈرائیور..... اُسے دوبارہ اسٹارٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب

اسٹارٹ نہ ہوئی تو ہم کیمپ کی طرف دوڑے تھے تاکہ دوسری گاڑی پر گھوڑے کے پیچھے جا سکیں۔"

"لیکن کیمپ تو یہاں سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔"

"اور پھر ہم کر بھی کیا سکتے تھے۔ ہم میں سے شاید کوئی بھی گھوڑا پچھاڑ نہیں ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"خیر تو پھر کیمپ میں پہنچ کر کیا کیا۔"

"جناب.....وہاں.....ان دونوں جیپوں کی بیٹریاں ڈاؤن ملیں۔"

"ڈاؤن ملیں..... یا ان میں سے کاربن نکال لئے گئے۔"

"یہ تو ہم نے نہیں دیکھا..... پھر ہم نے دو گھوڑے لئے۔ لیکن وہ تین یا چار فرلانگ سے آگے نہ چل سکے۔"

"کیوں.....؟"

"پتہ نہیں۔ وہ گر گئے تھے۔ اگر ہم ہوشیار نہ ہوتے تو ٹانگیں ضرور ٹوٹ جاتیں۔"

"کیا وہ بھی مر گئے۔"

"اب تک مر ہی گئے ہوں گے۔"

"جیپیں بیکار تھیں۔" حمید نے کہا۔ "تو پھر یہ لوگ کیسے پہنچے تھے یہاں تک۔"

"پیدل ہی بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔"

"میرے ساتھ چلو۔" وہ اپنی جیپ کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "میں ان گھوڑوں کو دیکھنا چاہتا ہوں.....اور کیمپ بھی دیکھوں گا۔"

لیکن ٹھیک اسی وقت فریدی بھی ان کے قریب آ کر رکا۔ اس کے ساتھ ڈائریکٹر بھی تھا۔

"تم انہیں راج گڈھ کے تھانے لے جاؤ..... ان کی دوسری گاڑیاں بھی بیکار ہو گئی ہیں۔" اس نے حمید سے کہا۔

"میں ان گھوڑوں کو دیکھنے جا رہا تھا۔"

"یہ سب مجھ پر چھوڑ دو۔ انہیں تھانے لے جاؤ۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ حمید سمجھ گیا کہ مقصد اُسے محض تھانے ہی تک لے جانا نہ ہوگا بلکہ وہ راستے میں اس سے پوچھ گچھ بھی کر سکے گا۔

اس نے جیپ اسٹارٹ کی۔ ڈائریکٹر اس کے برابر ہی بیٹھا ہوا تھا۔

"میں برباد ہو گیا۔" ڈائریکٹر روہانسی آواز میں بولا۔

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے لیکن اگر آپ آشا کی نانی کو اندھیرے میں نہ رکھتے تو شاید اس کی نوبت نہ آتی۔"

"کیا مطلب.....!" ڈائریکٹر بے ساختہ چونک پڑا۔

"آشا سے معاہدے کی شرط۔"

"اوہ.....تو اُس نے بتا دیا ہے آپ کو۔"

"جی ہاں.....!"

"یہ بات صرف ہم دونوں کے درمیان تھی۔"

"اگر آپ اس کی نانی پر ظاہر کر دیتے تو۔"

"میرا خیال ہے کہ اگر آشا کی شرط کا اظہار اس سے کر دیتا تو وہ اس معاہدے پر ہرگز تیار نہ ہوتی۔"

"کیوں.....؟"

"آشا اس کے لئے سونے کی چڑیا ہے۔ لہٰذا وہ اسے قطعی پسند نہیں کرتی کہ آشا کا کسی سے رومان چلے اور نوبت شادی تک پہنچے۔ شادی کے بعد اس کی کیا پوزیشن ہوگی۔"

"آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ وہ عرصہ سے صرف کمل ہی کے ساتھ آتی رہی ہے۔ خود اس کی مارکیٹ بہت اچھی ہے جو بھی کوئی نئی فلم بنانے کا پروگرام بناتا ہے سب سے پہلے اس کی نظر آشا ہی پر پڑتی ہے اور آشا کی شرط یہ ہوتی ہے کہ ہیرو کا رول کمل ادا کرے گا۔ لیکن اس شرط کا علم اس کی نانی کو نہیں ہونے پاتا۔"

"ہو سکتا ہے.....اس بار علم ہو ہی گیا ہو۔"

"کون جانے۔" ڈائریکٹر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بڑبڑانے لگا۔

"میں تو سچ مچ تباہ ہو گیا۔ پروڈیوسر بھی خود ہی ہوں۔ فائننسر مجھے جہنم میں پہنچا دے گا۔ آدھے سے زیادہ اسکرپٹ کی فلم بندی ہو چکی ہے۔"

"کیا آپ کا طریق کار دوسروں سے مختلف ہے۔" حمید نے پوچھا۔ "جہاں تک مجھے علم ہے پہلے ان ڈور شوٹنگ یا آؤٹ ڈور شوٹنگ مکمل کر لی جاتی ہے۔"

"صاحب ہم ان ڈور شوٹنگ مکمل کر چکے ہیں۔ آج آؤٹ ڈور شوٹنگ کی ابتداء کی تھی۔ اسکرپٹ کے اعتبار سے کہانی کا ایک تہائی حصہ آؤٹ ڈور شوٹنگ پر مشتمل ہے اور اس میں زیادہ تر کمل ہی کا رول تھا۔"

"تب تو آپ واقعی ڈوب گئے۔" حمید نے بھی ٹھنڈی سانس لی۔

لارڈو

اب تو وہ اس بدبو کی عادی ہو چکی تھی۔ مجبوراً ہونا پڑتا تھا۔ ورنہ اتنے زیادہ پیسے کسی دوسری جگہ تو ہرگز نہ ملتے اور پھر کام ہی کیا تھا۔ ہفتے میں چھ دن صرف ڈاک وصول کرتی تھی اور ساتویں دن ضروری خطوط کے جواب لکھ دیتی تھی۔ تنخواہ تھی ساڑھے چار سو روپے ماہوار۔ ایک میٹرک پاس لڑکی کے لئے یہ ملازمت ایسی ہی تھی جیسے غیر متوقع طور پر ایک دن کسی کو کسی انعامی معمے کا انعام مل جائے۔

یہ نوکری بس یونہی بیٹھے بٹھائے ہاتھ آ گئی تھی۔ میٹرک پاس کر لینے کے بعد اس نے سوچا تھا کہ اب اُسے اپنی بیوہ ماں کا ہاتھ بٹانا چاہئے جس نے سلائی بنائی کر کے کسی نہ کسی طرح اُسے تعلیم دلوائی تھی۔ دو چھوٹے بھائی نچلے درجوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

اس کا خیال تھا کہ کسی پرائمری سکول کی معلمی اُسے ضرور مل جائے گی۔ لہٰذا ایک جگہ درخواست پیش کی۔ انٹرویو کے لئے طلب کی گئی۔ وہاں پہنچی تو کہہ دیا گیا کہ انہیں تربیت یافتہ معلمہ کی ضرورت ہے۔ دل شکستہ ہو کر واپس ہو رہی تھی کہ صدر معلم کے آفس میں بیٹھی ہوئی ایک معمر عورت نے اس سے کہا کہ وہ باہر اس کا انتظار کرے شاید وہ اس کیلئے کچھ کر سکے گی۔

جینی نے اس کا انتظار کیا تھا۔

''میرے مالک کو ایک پرائیویٹ سیکرٹری کی ضرورت ہے۔'' معمر عورت نے کہا تھا اور جینی نے مایوسی سے سر ہلا کر کہا تھا۔ ''ٹائپ تو کر لیتی ہوں لیکن مجھے شارٹ ہینڈ نہیں آتا۔''

''اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' معمر عورت بولی تھی۔

اور پھر وہ دوسرے دن لارڈو کے دفتر میں جا پہنچی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ لارڈو کا کیا مطلب ہے اور وہاں کیا ہوتا ہے۔ صدر دروازے پر لارڈو کا بورڈ لگا ہوا تھا۔

وہاں دفتر کا سا فرنیچر بھی موجود تھا لیکن اس معمر عورت کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ معمر عورت نے کہا تھا۔ ''بس اپنے کو ملازم سمجھو۔ تنخواہ معقول ملے گی۔''

جینی نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ تنخواہ کے متعلق مزید استفسار کرتی۔

''بس روزانہ ڈاک وصول کر کے اُسے فائل کرتی رہو۔'' معمر عورت نے کہا تھا۔

''ساتویں دن باس جوابات لکھواتا ہے۔ یعنی اتوار کے دن..... چھٹی کا کوئی دن نہیں۔ روزانہ صرف تین گھنٹے کے لئے آنا ہوگا۔''

جینی نے سوچا تھا بھلا پچاس ساٹھ روپیوں سے زیادہ کیا ملے گا۔

لیکن اس نے خاموشی ہی اختیار کی تھی۔ اس کمرے کا فرنیچر اعلیٰ درجہ کا تھا جس میں اُسے بیٹھنا تھا۔ صرف ایک میز تھی اور ایک جانب ایک خوبصورت سا ریٹائرنگ کیبن بھی تھا۔

اس کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔

چھ دن تک وہ صرف ڈاک وصول کرتی رہی تھی اور ساتویں دن باس اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔

بس ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے غلاظت ڈھونے والی کوئی میونسپل گاڑی قریب ہی آ رکی ہو۔ پورا کمرہ بدبو سے گونج اٹھا تھا۔

وہ گول مٹول سا آدمی تھا اور اپاہجوں والی پہیوں دار کرسی پر بیٹھا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ چہرے پر آنکھوں تک کپڑا بندھا ہوا تھا۔

''گڈ مارننگ مس جینی.....!'' بھرائی ہوئی سی آواز کمرے میں گونجی تھی۔

''گگ.....گڈ مارننگ۔'' جینی نے متحیرانہ انداز میں جواب دیا تھا اور کرسی سے اٹھ گئی تھی۔

''میں تمہارا باس ہوں۔'' اس نے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ ''یہ تمہارا اپائنٹمنٹ لیٹر ہے۔''

جینی نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ لے لیا تھا۔

''اسے دیکھو.....!'' بدبودار باس نے کہا تھا۔

جینی نے لفافہ کھول کر اپائنٹمنٹ لیٹر نکالا تھا اور اسے دیکھ کر وہ یہ بھی بھول گئی تھی کہ کچھ دیر قبل اس کا دماغ بدبو سے پھٹا جا رہا تھا۔

''ساڑھے چار سو روپے ماہوار۔''

''شش شکریہ۔'' اس نے بدقت اپنی زبان کو جنبش دی تھی۔

''بیٹھ جاؤ۔'' باس نے ہاتھ ہلا کر کہا تھا۔ ''یہ اس بدبو کو برداشت کرنے کی اجرت ہے۔ ورنہ یہاں کام کچھ ایسا زیادہ نہیں۔''

وہ بیٹھ گئی اور باس کہتا رہا تھا۔ ''اگر میں اپنے منہ پر سے کپڑا ہٹا دوں تو تم سانس نہ لے سکو گی۔ لاکھوں روپے صرف کر چکا ہوں لیکن میرے منہ کی بدبو نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ میں دنیا کا بدنصیب ترین آدمی ہوں بے بی۔'' یہاں اس کی آواز رقت آمیز ہو گئی تھی۔

جینی فوراً ہی کچھ نہیں بولی تھی۔ لیکن اس کا دل بھر آیا تھا۔ وہ ایک نرم دل اور نیک لڑکی تھی۔ عیسیٰ مسیح کی تعلیمات نے اُسے ہر آدمی سے محبت کرنا سکھایا تھا۔ بیماروں پر شفقت کرنا سکھایا تھا اور پھر وہ ایک طرح کی بیماری ہی تو تھی۔

"جج.....جی.....!" وہ کچھ دیر بعد ہکلائی تھی۔ "جب تک یہاں میری ضرورت ہوگی..... مم.....میں یہاں رہوں گی۔"

"شکریہ۔" باس نے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں چھپا کر روہانسی آواز میں کہا تھا اور خاموش ہوگیا تھا۔ لیکن جینی اس کے جسم میں لرزشیں سی محسوس کررہی تھی۔ شاید وہ رورہا تھا۔

اور پھر جینی مجسم مامتا بن گئی تھی۔ اس کی آنکھیں بھی بھیگنے لگی تھیں۔

اور پھر اس کے بعد بھی وہ ہر ہفتے وہاں آتا رہا تھا۔ پچھلے دنوں کے آئے ہوئے خطوط سنتا اور ان کے جوابات لکھواتا۔ دو چار رسمی قسم کی باتیں ہوتیں اور وہ چلا جاتا۔

یہ دفتر محض اُسی ایک کمرے پر مشتمل نہیں تھا۔ کئی کمرے تھے۔ جہاں کلرک وغیرہ بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن اس کا تعلق براہِ راست باس ہی سے تھا۔

بوڑھی عورت جس کی وساطت سے وہ یہاں پہنچی تھی کاروبار کے فلمی سیکشن کی انچارج تھی۔ اس نے اسے بتایا تھا کہ "لارڈو" کی تجارت مختلف النوع معاملات پر مشتمل ہے۔ خود بوڑھی اس شعبے کی انچارج تھی جس کا کام فلم کمپنیوں کے لئے اکسٹرا اداکار مہیا کرنا تھا۔"

جینی نے اپنی ماں سے یہ نہیں بتایا تھا کہ اُسے ساڑھے چار سو روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ صرف ڈیڑھ سو بتائے تھے۔ اگر وہ ساڑھے چار سو کا تذکرہ کردیتی تو ہر حال میں یہ ملازمت ترک کرنی پڑتی۔ اس کی ماں یہی سمجھتی کہ وہ کس بُرے آدمی کے چکر میں پڑ گئی ہے اور وہ ایک نہ ایک دن اپنی صرف کی ہوئی رقم ضرور وصول کرے گا۔

جینی کی ماں ایک محنتی اور نیک نفس عورت تھی۔ شوہر کی موت کے بعد وہ غلط راہوں پر نہیں گئی تھی۔ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھی اس لئے کسی اچھی ملازمت ملنے کا امکان نہیں تھا۔ لیکن وہ اچھی دستکار ضرور تھی۔ اس نے زنانہ ملبوسات کا کام شروع کردیا تھا اور اتنا کما لیتی تھی کہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت بحُسن و خوبی کرسکے۔ ہمیشہ سے اس کی یہی کوشش اور خواہش رہی تھی کہ اس کے بچے بھی نیکی ہی کی راہ پر چلتے رہیں۔

گھر سے بہت کم نکلتی تھی۔ جب تک جاگتی رہتی کچھ نہ کچھ کرتی رہتی۔ اسے خوشی تھی کہ

بیٹی بھی برسرِ روزگار ہوگئی تھی۔ لیکن وہ مطمئن نہیں تھی۔ اکثر دنیا کی اونچ نیچ سمجھاتی رہتی۔ جینی نے اسے اپنے بدبودار باس کے متعلق بتایا تھا اور اس کیلئے اس نے بھی ہمدردی ظاہر کی تھی۔

جینی ہر ماہ اس کے ہاتھ پر ڈیڑھ سو روپے رکھ دیتی تھی اور بقیہ رقم بینک میں جمع ہوتی رہتی تھی۔

آج صبح وہ دفتر پہنچی تھی اور تھوڑی دیر بعد پچھلی شام کی ڈاک دیکھنے لگی تھی۔ پھر اخبار اٹھا لیا تھا اور پھر وہ خبر اس کی نظر سے بھی گذری تھی۔

"مشہور فلمی ستارے کمل کمار کا پراسرار قتل"

پوری خبر پڑھنے کے بعد اس کا دل دھڑکنے لگا تھا اور اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کا کوئی قریبی عزیز دنیا سے اٹھ گیا ہو۔

کمل کمار ایسا ہی مقبول اداکار تھا۔ اس کے فین اس سے محبت کرتے تھے۔ وہ بڑی دیر تک گم سم بیٹھی رہی تھی۔ پھر اس کا ذہن قتل کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف ہوگیا تھا۔ اس نے بکثرت جاسوسی ناول پڑھے تھے اور اب بھی پڑھتی رہتی تھی۔ یہاں کام ہی کیا تھا۔ زیادہ تر وقت ناولیں ہی پڑھنے میں صرف ہوتا۔

خبر میں یہ بھی تھا کہ محکمہ سراغ رسانی کے بہترین دماغ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید بھی فلم کمپنی کے کیمپ کے آس پاس اپنی پارٹی کے ساتھ شکار کھیل رہے تھے اور انہوں نے اس حادثہ کے بعد واردات کا معائنہ بھی کیا تھا۔ خبر رساں نیوز ایجنسی کی طرف سے خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ شاید اس کیس کی ذمہ داریاں انہیں دونوں حضرات کو سونپی جائیں۔

قاتل بچ نہیں سکتا۔ جینی نے سوچا۔ آج تک کرنل فریدی کا کوئی کیس ناکام نہیں رہا۔

پھر اُسے خیال آیا۔ وہ لوگ آس پاس ہی شکار کھیل رہے تھے۔ کہیں وہ انہیں میں سے کسی کی گولی کا شکار نہ ہوا ہو۔ گولی کسی جانور پر چلائی گئی ہو اور گھوڑا اُسے گولی کی زد پر لے آیا ہو۔

اس نے سوچا یہ پولیس والے "لیپ پوت" کے بھی تو ماہر ہوتے ہیں۔

پھر کچھ دیر بعد بوڑھی عورت مسز رگھبیر سے بھی اس حادثے کے متعلق گفتگو ہوئی۔ مسز رگھبیر نے کہا۔ "جتنی میں ان لوگوں سے واقف ہوں تم نہیں ہوسکتیں۔ یہ آشا کی نانی ہی کی

حرکت ہوسکتی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ آشا کسی سے قریب ہو۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آشا کمل کمار کی طرف بے تحاشہ جھک رہی تھی۔''

''لیکن.....!'' جینی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ''اس طرح خود آشا کے لئے بھی تو خطرہ تھا اور وہ دونوں ایک ہی گھوڑے پر تھے اور گھوڑا دوڑ رہا تھا۔ گولی آشا کے بھی لگ سکتی تھی۔ نہیں یہ اس کی نانی کی حرکت نہیں ہوسکتی۔

''تب پھر یہ بھی ممکن نہیں کہ انڈسٹری کے کسی دوسرے آدمی کی حرکت ہو۔ کمل کمار سے سب محبت کرتے تھے۔ آج تک اس کا کسی سے جھگڑا نہیں ہوا۔'' مسز رگھبیر نے کہا۔

''کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ان شکاریوں کی کسی رائفل کا نشانہ بنا ہو۔'' جینی بولی۔

''ہوسکتا ہے۔'' مسز رگھبیر نے کہا اور کچھ سوچنے لگی۔

کرنل فریدی اپنے آفس میں بظاہر بیکار بیٹھا تھا۔ لیکن اس کا ذہن اسی کیس کے مختلف پہلوؤں سے الجھا ہوا تھا۔

بجھا ہوا سگار ایش ٹرے میں رکھ کر اس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔ ''ڈیوڈ..... چیک کر چکے ہو تو رپورٹ جلد لاؤ۔''

ریسیور رکھ کر وہ پھر بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

کچھ دیر بعد ایک آدمی کچھ فائلیں لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

''نہیں جناب۔'' اس نے کہا۔ ''ہمارے ریکارڈ میں جتنے نشانات ہیں ان میں سے کسی سے بھی یہ نشانات نہیں ملتے۔''

''ہمارے ریکارڈ میں کچھ غیر مصدقہ نشانات بھی تو ہیں۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں

دیکھتا ہوا بولا۔ ''انہیں بھی آزماؤ۔''

''بہت بہتر جناب۔'' اس نے کہا اور چلا گیا۔

فریدی پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھا ہی رہا تھا کہ کیپٹن حمید کمرے میں داخل ہوا اور اس ہیئت کذائی میں کہ فلٹ ہیٹ کھوپڑی کے پچھلے حصے پر چپکی ہوئی تھی۔ بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے اور ٹائی کی گرہ ڈھیلی ہوکر سینے پر آ گئی تھی۔ قمیض کے کالر کا بٹن بھی کھلا ہوا تھا۔

دانتوں میں دبا ہوا پائپ ٹھوڑی کے نیچے جھول رہا تھا۔ فریدی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا اور گھورتا رہا۔

حمید نے کچھ کہنے کیلئے پائپ منہ سے نکالا۔ لیکن فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''باہر جاؤ۔''

پھر قبل اس کے کہ حمید وجہ پوچھتا فریدی خود ہی بولا۔ ''یہ جناب کا دولت خانہ تو نہیں ہے۔ حلیہ درست کر کے آؤ۔'' اس بار لہجہ درشت تھا۔

حمید نے فلٹ ہیٹ میز پر ڈال دی ٹائی کی گرہ درست کی اور پیشانی سے بال ہٹاتا ہوا بولا۔ ''میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ فلمی حلقوں کی آب وہوا ہم جیسے لوگوں کیلئے مناسب نہیں۔''

فریدی پھر فون کی طرف متوجہ ہوگیا۔ کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور کسی قسم کے کاغذات کے متعلق گفتگو کرتا رہا۔

حمید کرسی کھینچ کر بیٹھ چکا تھا اور اب بجھا ہوا پائپ سلگا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد فریدی اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''رپورٹ۔''

''کوئی خاص نہیں۔ اس کی نانی کی وجہ سے تنہائی نصیب ہی نہیں ہوتی۔'' حمید پائپ منہ سے نکال کر بولا۔

''کیا بکواس ہے؟''

''سچ عرض کررہا ہوں۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''ابھی تک کوئی ایسا موقع نصیب نہیں ہوا کہ ہم دونوں اطمینان سے گفتگو کرسکتے۔ نانی سر پر مسلط ہوجاتی ہے۔ میں آشا سے کچھ پوچھتا ہوں تو اس سے پہلے ہی نانی بول پڑتی ہے۔ ابھی تک آشا خود میرے کسی سوال

کا جواب نہیں دے سکی۔ نانی کا جواب دہرا دیتی ہے۔"

"اور تم خاموشی سے سنتے رہے ہو۔" فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"پھر کیا کروں۔ اتنی خوبصورت عورت کی نانی کو ڈانٹ دینا میرے بس سے باہر ہے۔"

"تم گدھے ہو۔" فریدی نے کہا اور سامنے پڑے ہوئے کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔

فریدی ریسیور اٹھا کر دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سنتا رہا پھر خود بولا۔ "ٹھیک وہ فائیل یہیں لیتے آؤ اور نشانات سے متعلق رپورٹ بھی۔"

ریسیور رکھ کر وہ حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن توجہ کا مرکز حقیقتاً حمید نہیں تھا۔ فریدی کچھ سوچ رہا تھا اور سوچ میں ڈوبی ہوئی آنکھیں حمید کے چہرے پر جم کر رہ گئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد وہی آدمی کمرے میں داخل ہوا جو اس سے پہلے بھی ایک فائل لے کر وہاں آیا تھا۔

فریدی نے اپنے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا...... اور وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ فائیل اس کے سامنے رکھتا ہوا بولا۔ "دوسرے پیراگراف میں نشانات کے متعلق تفصیل درج ہے۔"

فریدی فائیل کا مطالعہ کرتا رہا...... قریباً دس منٹ بعد سر اٹھا کر بولا۔ "تم غلطی تو نہیں کر رہے۔"

"نہیں جناب اپنے تیس سالہ تجربہ کی بناء پر یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دونوں نشانات ایک ہی آدمی کی انگلیوں کے ہیں۔"

"گڈ......!" فریدی نے فائیل بند کر کے اسکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ فریدی نے بجھا ہوا سگار سلگا کر حمید کی طرف دیکھا۔ جواب بڑے بے تعلقانہ انداز میں اونگھ رہا تھا۔

"اُٹھو......!"

حمید چونک پڑا...... اور فریدی نے اٹھ کر کوٹ پہنتے ہوئے کہا۔ "چلو......!"

"کہاں......؟"

فریدی جواب دیئے بغیر باہر جا چکا تھا۔ حمید کراہتا ہوا اٹھا...... فلٹ ہیٹ اٹھائی اور اس کے پیچھے چل پڑا۔

کچھ دیر بعد فریدی کی لنکن کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہی تھی۔ حمید نے ابھی تک نہیں پوچھا تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔

کچھ دیر بعد فریدی بولا۔ "کیا تمہیں علم ہے کہ جھاڑیوں کے اس سلسلے کے درمیان بالآخر ایک پتلی سی پگڈنڈی دریافت کر لی گئی ہے۔"

"نہیں...... میں جشن برپا کرنے میں مشغول تھا اس خوشی میں کہ شکار کا پروگرام اللہ میاں کی طرف سے ختم ہو گیا۔"

فریدی اس کی بکواس پر دھیان دیئے بغیر بولا۔ "پگڈنڈی ایک ایسی جگہ لے گئی تھی جہاں چھپ رہنے کے لئے خاصی گنجائش تھی اور وہیں دو خالی کارتوس بھی ملے تھے۔"

"میرا خیال ہے کہ کوئی بھی بندوق کارتوس پر انکے خالی ہونے کی تاریخ نہیں چھاپ سکتی۔"

"لیکن خالی کارتوس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کب خالی ہوئے ہوں گے۔"

"ہوں......!" حمید کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

"کارتوسوں پر انگلیوں کے نشانات بھی ملے تھے۔"

"بس اب پبلک کے نشان ہائے انگشت لیتے پھریں گے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"میں اس طریق کار ہی کو فضول سمجھتا ہوں۔"

"بعض حالات میں۔"

"قطعی طور پر۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔" فریدی نے ونڈ اسکرین پر نظر جماتے ہوئے کہا۔ "بہر حال اس قسم کے نشانات ہمارے مصدقہ ریکارڈ میں موجود نہیں۔ لیکن غیر مصدقہ نشانات کے فائیل میں

ان کے مماثل مل گئے ہیں۔"

"اوہ تو یہ قصہ تھا.....اب ہم کہاں جارہے ہیں۔"

"لارڈو۔"

"یہ کیا بلا ہے؟"

"ایک فرم کا نام ہے جو مختلف قسم کے بزنس کرتی ہے۔ پچھلے سال اس کا ایک کارکن قتل کر دیا گیا تھا.....اس کے سینے میں جو خنجر پیوست تھا اس کے دستے پر ایسے ہی نشانات پائے گئے تھے لیکن ہمارے ریکارڈ میں ان کے مماثل نہیں مل سکے تھے۔"

"اور وہ غیر مصدقہ نشانات کی فائیل میں ڈال دیئے گئے تھے۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اور اب وہ ان نشانات سے مماثلت رکھتے ہیں جو ان کارتوسوں پر پائے گئے ہیں۔ لہٰذا اب ہمارا فرض ہے کہ خلاء میں ہاتھ پاؤں مارتے رہیں۔"

"لارڈو والا کیس شاید چیٹرجی کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن وہ کامیاب نہیں ہوا تھا۔ اس کارکن کا قاتل آج بھی پردہ راز میں ہے۔"

"تو اب لارڈو میں کیا کریں گے۔"

"بس دیکھنا۔"

حمید خاموش ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا "کیا یہ ضروری ہے کہ.....!"

"خاموش رہو۔" فریدی بولا۔ "میں جانتا ہوں جو تم کہنا چاہتے ہو۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ بعض اوقات تم مجھے اسسٹ کرو۔"

"اور ان اوقات میں جو آپ کے بعض اوقات سے مختلف ہوں۔" حمید نے سوال کیا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی.....حمید اب بھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آخر وہ کیسا احمق قاتل تھا جو خنجر کے دستے پر اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑ گیا تھا اور اب کارتوسوں پر بھی۔ کیا وہ اس خنجر کو مقتول کے سینے سے نکال کر اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔ کیا یہ ضروری تھا کہ وہ اُن خالی کارتوسوں کو وہیں چھوڑ کر چل دیتا جہاں وہ خالی کئے گئے

تھے۔ اس نے اس نئے سوال کو زبان سے بھی دہرایا۔

"ہوں..... یہ چیز غور طلب ہے۔" فریدی بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے جلد بازی سے کام لیا۔ غیر مصدقہ نشانات کے پورے ریکارڈ کی چھان بین ہونی چاہئے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ہوسکتا ہے..... یہی نشانات کچھ اور کیسوں میں بھی نظر آئیں۔ ایسے کیسوں میں جو کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم کر دیئے گئے ہوں؟"

"ممکن ہے.....!" حمید کنکھیوں سے اُسے دیکھتا ہوا بولا۔

دفعتاً فریدی نے گاڑی روک دی اور حمید نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ بائیں جانب والی عمارت پر "لارڈو" کا بورڈ نظر آیا۔

"یہاں آپ کس سے ملیں گے۔" اس نے پوچھا۔

"کسی بھی ذمہ دار آدمی سے۔"

لیکن اس وقت وہاں کوئی بھی ذمہ دار آدمی نہ مل سکا۔ چوکیدار نے بتایا کہ لارڈو کے دفاتر تین بجے بند ہوجاتے ہیں اور اس وقت چار بج رہے تھے۔

"واقعی اسم با مسمی ہیں یہ لوگ۔" حمید بڑبڑایا۔ "تین ہی بجے دفاتر بند کر دیتے ہیں۔"

پھر وہ فٹ پاتھ سے گاڑی کی طرف مڑ رہے تھے کہ اوپری منزل سے کسی نے فریدی پر چھلانگ لگائی۔ لیکن اس کے شانوں پر سے ہوتا ہوا سڑک پر جا پڑا۔ کیونکہ فریدی نے بڑی پھرتی سے اپنے گھٹنے فرش پر ٹیک دیئے تھے۔

چھلانگ

دوسرے ہی لمحے میں فریدی کا ریوالور بغل کے ہولسٹر سے نکل آیا۔ حملہ آور سڑک پر

گھٹنوں کے بل پڑا ہوا ہتھیلیاں ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ فریدی اس کی طرف جھپٹا لیکن قریب پہنچنے سے قبل ہی حملہ آور منہ کے بل گر چکا تھا۔

حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ تو..... یہ تو.....!" اس نے ہکلا کر کہا۔ "وہی ڈائریکٹر ہے۔"

"اور مر چکا ہے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

وہاں بھیڑ ہونے لگی تھی۔ فریدی نے ہاتھ ہلا کر انہیں ہٹنے کا اشارہ کیا۔ ڈیوٹی کانسٹیبل بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ فریدی نے انہیں چند ہدایات دیں اور عمارت کی اوپری منزل کی طرف دیکھنے لگا۔ عمارت دو منزلہ تھی۔ غالباً وہ بالکنی سے کودا تھا۔

حمید نے اس خنجر کو اٹھانا چاہا جو حملہ آور کے ہاتھ سے نکل کر قریب ہی پڑا ہوا تھا۔

"نہیں..... اسے ہاتھ نہ لگاؤ" فریدی نے کہا اور ڈیوٹی کانسٹیبلوں سے بولا۔ "کسی کو لاش کے قریب مت آنے دینا۔"

اور حمید سے کہا کہ وہ متعلقہ تھانے کو فون پر مطلع کردے۔

اب وہ اوپری منزل کے زینوں کی طرف جا رہا تھا۔ حمید نے ایک دوکان سے علاقے کے تھانے کے انچارج کو فون پر اطلاع دی اور پھر لاش کے پاس واپس آ گیا۔

مرنے والے نے فریدی پر چھلانگ ہی لگائی تھی۔ حمید کو یقین تھا اور اس نے اس کی مٹھی میں جکڑے ہوئے چاقو کو بھی سڑک پر پھسلتے دیکھا تھا۔ لیکن اتنی بلندی سے چھلانگ لگا کر حملہ کرنے کی وجہ اس کی سمجھ میں نہ آ سکی۔ وہ تو ایک طرح سے خودکشی ہی تھی۔

فریدی ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ حمید بار بار زینوں کی طرف دیکھنے لگتا۔

تھانے کے انچارج کے آنے سے قبل وہ وہاں سے ہل بھی نہیں سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد تھانے کی ٹیم وہاں پہنچ گئی اور حمید انچارج کو مختصراً لاش کے متعلق سب کچھ بتا کر زینوں کی طرف جھپٹا۔

زینوں کا اختتام بالکنی ہی پر ہوا تھا۔ وہ سرے پر رک گیا۔ بالکنی سنسان پڑی تھی۔ شاید

یہاں کئی فلیٹ تھے اور وہ ان کی مشترکہ بالکنی تھی۔

دفعتاً فریدی ایک دروازے سے برآمد ہوتا ہوا دکھائی دیا اور حمید کو دیکھ کر وہیں رک گیا۔

"کیا قصہ ہے۔" حمید نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"صرف ایک فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا ملا ہے۔" فریدی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن وہ بالکل خالی پڑا ہے..... میرے خیال سے شاید پڑوس کا کوئی آدمی کچھ بتا سکے۔"

فریدی نے برابر والے دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی دکھائی دیا۔

فریدی نے اس سے برابر والے فلیٹ کے مکین کے متعلق پوچھا۔

"جی ہاں..... کوئی صاحب رہتے ہیں۔" اس نے کسی قدر پس و پیش کے ساتھ کہا "لیکن میں ان کا نام نہیں جانتا۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ ابھی اس بالکنی سے ایک آدمی نیچے گر کر مر گیا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"کیا آپ اس کی شناخت کر سکتے ہیں۔"

"گر کر مر گیا۔" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں دہرایا اور منہ کھولے کھڑا رہا۔

"جی ہاں! شبہ ہے کہ وہ اسی فلیٹ کا مکین ہو سکتا ہے۔"

"آپ..... کون ہیں۔"

"پولیس.....!"

"اوہ..... تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"کچھ دیر کے لئے چلنے کی زحمت گوارا فرمائیے۔"

"اچھا..... اچھا..... میں ذرا قمیض پہن لوں۔"

"بہتر ہے۔"

وہ دونوں اس کی واپسی کے منتظر رہے۔ دروازہ بھیڑ کر وہ اندر چلا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا۔

نیچے سڑک پر کانسٹیبلوں نے لاش کے گرد حلقہ بنالیا تھا اور تماشائی دوسرے فٹ پاتھ پر اب بھی موجود تھے۔

لاش کو دیکھ کر پڑوسی پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑگیا۔ اس کے ہاتھ پیر بُری طرح کانپ رہے تھے۔ بدقت وہ بتا سکا کہ مرنے والا اس کا پڑوسی ہی تھا۔ فریدی اُسے پھر اوپر لایا۔

''آپ کچھ دیر آرام کرلیں۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ ''آپ کو پھر تکلیف دوں گا۔''

''جی کوئی بات نہیں.....ضرور ضرور.....!'' وہ ہانپتا ہوا بولا اور اپنے فلیٹ میں چلا گیا۔

وہ دونوں مرنے والے کے فلیٹ میں آئے۔ یہ نشست کا کمرہ تھا۔ صوفہ سیٹ کے درمیان ایک چھوٹی سی میز پر وہائٹ ہارس کی بوتل اور دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔ کسی جگہ بھی بدنظمی کے آثار نہیں تھے۔

''کیا خیال ہے تمہارا۔'' فریدی نے حمید کی طرف مڑ کر پوچھا۔ ''اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی تھی۔''

''گرے آپ تھے اور خیال میں ظاہر کروں۔''

''میں نے آج تک نہیں سنا کہ کسی حملہ آور نے کسی پر اتنی بلندی سے چھلانگ لگائی ہو۔''

''خدا کا شکر ہے کہ آج آپ نے دیکھ لیا۔''

''شش.....!'' فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''تم نہیں سمجھے۔''

حمید نے شانوں کو جنبش دی اور مینٹل پیس پر رکھی ہوئی تصویر دیکھنے لگا۔ یہ تصویر فلم اسٹار آشا کی تھی۔

''تو یہ ڈائریکٹر صاحب خود بھی اس کے پروانوں میں سے تھے۔'' حمید بڑبڑایا۔

''نجوگتا کا فنانسر بے موت مرگیا۔'' فریدی بولا۔ چند لمحے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ حمید سے بولا۔ ''اسے بلا لاؤ۔''

اشارہ مرنے والے کے پڑوسی کی طرف تھا۔ حمید کمرے سے نکل کر اس کے دروازے پر آیا۔ دستک دی۔ پڑوسی باہر آیا۔ لیکن اس کی حالت ابھی تک نہیں سنبھلی تھی۔ بہرحال وہ اس

کے ساتھ چلا آیا۔

فریدی نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ متوحش سا بیٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

''وہ یہاں تنہا ہی رہتا تھا۔'' فریدی نے پوچھا۔

''جی ہاں۔''

''آپ سے کیسے تعلقات تھے۔''

''بس ایسے ہی کہ نام تک نہیں جانتا۔''

''اوہو.....حالانکہ وہ ایک مشہور آدمی تھا۔ فلم ڈائریکٹر بہزاد.....!''

''اچھا.....!'' پڑوسی کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر وہ سنبھل کر بولا۔ ''یہی وجہ ہے کہ یہاں لڑکیاں آیا کرتی تھیں اور ہم لوگ سمجھتے تھے کہ وہ کوئی عیاش آدمی ہے اور محض عیاشی کے لئے یہ فلیٹ لے رکھا ہے۔''

''کیا وہ مستقل طور پر یہاں نہیں رہتا تھا؟''

''جی نہیں۔ کئی کئی دن یہاں قفل پڑا رہتا تھا۔''

''کبھی یہاں لڑائی جھگڑے کی بھی آواز سنی تھی؟''

''میں ہر وقت تو گھر پر رہتا نہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔ ''کیا یہاں کسی پڑوسی سے بھی اس کے تعلقات تھے۔''

''مجھے علم نہیں؟''

''اچھا شکریہ.....اگر ضرورت پڑی تو پھر تکلیف دی جائے گی۔''

وہ چلا گیا۔

ایک ہی لائن میں چار فلیٹ تھے۔ فریدی نے بقیہ دو فلیٹوں کے رہنے والوں سے بھی پوچھ گچھ کی۔ لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ فلیٹ پچھلے ایک سال سے مرنے والے کے قبضے میں تھا۔

لاش اٹھوائی جا چکی تھی۔ فریدی نے آفس میں پہنچ کر احکامات جاری کئے کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ حاصل کرنے میں جلدی کی جائے۔

''آخر آپ کیا سوچ رہے ہیں۔'' حمید نے اس سے پوچھا۔

''مجھے یقین نہیں ہے کہ اس نے حملہ کرنے کی نیت سے اتنی بلندی سے چھلانگ لگائی ہوگی۔''

''اس کے ہاتھ میں گلدستہ نہیں خنجر تھا جناب کرنل صاحب۔''

''پھر.....؟''

''پھر یہ کہ مقصد بغل گیر ہونا نہیں تھا۔''

''میں اس کے فلیٹ سے وہائٹ ہارس کی بوتل اور وہ دونوں گلاس بھی لایا ہوں۔''

''اچھا.....اچھا.....!'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''تو آپ نشے میں ہیں اس وقت چلئے کوئی بات نہیں۔ اب تو میں اس پر بھی یقین کرلوں گا کہ اس نے سنجو گتا کے کچھ رش پرنٹ دکھانے کے لئے آپ پر چھلانگ لگائی تھی۔''

فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ سگار سلگا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا اور آنکھیں بند کرلیں۔

حمید اُسے دیکھتا رہا۔

دفعتاً فریدی نے آنکھیں کھولیں اور حمید کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے بولا۔ ''کسی نے اس کو مجھ پر دھکیلا تھا۔ اس سے پہلے وہ دونوں شراب پیتے رہے تھے۔ ڈائریکٹر بہزاد نشے میں تھا۔ ہوسکتا ہے بہت زیادہ نشے میں رہا ہو۔ ایسی صورت میں اسکے ہاتھ میں خنجر دیا جاسکتا ہے۔''

''لیکن دھکیلنے والا کہاں گیا۔''

''وہ اسی وقت زینوں سے اتر کر بھیڑ میں مل گیا ہوگا جب ہم بہزاد کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔''

''اگر یہ بات ہے تو پھر میں جا رہا ہوں۔''

''کہاں۔''

''سدرن اسٹوڈیوز۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

جینی ابھی ابھی آکر آفس میں بیٹھی تھی۔ پچھلی شام کی ڈاک نکال ہی رہی تھی کہ بوڑھی عورت کمرے میں داخل ہوئی۔

''کچھ سنا تم نے۔'' اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔

''کیا..... بیٹھئے..... بیٹھئے۔''

''کل یہاں بڑا غضب ہوگیا۔''

''کیا ہوا۔''

''محکمہ سراغ رسانی کے کرنل فریدی کا نام سنا ہے۔''

''جی ہاں۔ وہی جو کمل کمار والے کیس کی تفتیش کررہے ہیں۔''

''ہاں کل وہ ہمارے آفس میں آیا تھا۔''

''اچھا..... کس وقت۔''

''آفس بند ہوچکا تھا۔ لیکن.....!''

''لیکن کیا.....!''

''کیا بتاؤں..... بڑی حیرت انگیز باتیں سامنے آرہی ہیں۔ ہمیں تو یہی نہیں معلوم تھا کہ ڈائریکٹر بہزاد اوپر رہتا ہے۔''

''اوپر.....!'' جینی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ ''یعنی اوپر والے فلیٹوں میں سے کسی میں۔''

''ہاں..... اور سنو۔'' بوڑھی کی آنکھیں بدستور حیرت سے پھٹی رہیں۔ لیکن اس نے جملہ پورا نہیں کیا۔ جینی اسے استفہامیہ انداز میں دیکھتی رہی۔

''بہزاد ہاتھ میں چھرا لے کر اس پر کودا تھا۔''

''کس پر.....؟''

''کرنل فریدی پر.....!''

"پھر کیا ہوا.....؟"

"ہونا کیا.....وہ مر گیا؟"

"کون مر گیا۔" جینی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"بہزاد اور کون۔"

"کیا کرنل فریدی نے مار ڈالا۔"

"ارے نہیں۔ خود ہی مر گیا۔ بھلا اتنی اونچائی سے کودے گا تو اور کیا ہوگا۔" جینی خام سے اُسے دیکھتی رہی۔

"اور اب.....وہ یہاں پوچھ گچھ کر رہا ہے۔"

"یہاں کیوں؟"

بوڑھی عورت کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "ابھی وہ جنرل منیجر کے کمرے میں ہے۔ میرا خیال ہے میں بھی بلوائی جاؤں گی۔"

"آپ کیوں.....؟" جینی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"میرے سیکشن کا تعلق فلم سے ہے نا۔"

"تو وہ آپ سے بہزاد ہی کے متعلق پوچھ گچھ کرے گا۔"

"لیکن میں بہزاد کو کیا جانوں.....میرا اس سے کبھی سابقہ نہیں پڑا۔" مسز رگھبیر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اس کی اس فلم نجوگتا کے لئے کس نے ایکسٹرا آرٹسٹ مہیا کئے تھے؟"

"پتہ نہیں.....ہم نے تو نہیں کئے.....ہم سے تو بڑی ہی کمپنیوں سے معاملت ہوتی ہے.....باقی لوگ ٹٹ پونجیوں سے کام چلاتے ہیں۔"

جینی پھر کچھ بولنے والی تھی کہ جنرل منیجر کا اردلی کمرے میں داخل ہوا اور جینی کو مخاطب کر کے بولا۔ "صاحب نے سلام دیا ہے۔"

"مم.....مجھے.....یعنی.....مجھے۔" جینی ہکلائی اور مسز رگھبیر کی طرف دیکھنے لگی۔ لیکن وہ

بے تعلقانہ انداز میں بیٹھی رہی۔

جینی کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خود اُسے کرسی نے جکڑ لیا ہو۔ آخر اُسے کیوں بلایا گیا ہے؟

"جاؤ نا۔" مسز رگھبیر نے کچھ دیر بعد کہا۔ کیونکہ اردلی اب بھی وہیں کھڑا تھا۔ شاید اُسے ہدایت کی گئی تھی کہ ساتھ ہی لے کر آئے۔

بلآخر وہ اٹھی اور چلتے وقت محسوس کیا کہ اس کے قدم توازن کھو بیٹھے ہیں۔ کسی نہ کسی طرح جنرل منیجر کے کمرے میں پہنچی۔ وہاں جنرل منیجر کے علاوہ دو اور آدمی نظر آئے۔ ان میں سے ایک لحیم شحیم تھا اور دوسرا چھریرے جسم والا.....لحیم شحیم آدمی سے اس کی نظریں ملی تھیں اور وہ کانپ کر رہ گئی تھی۔ ایسا محسوس کیا جیسے آنکھوں ہی کے راستے اس کے جسم کی ساری قوت نکل کر فضا میں تحلیل ہو گئی ہو۔

"مس جینی۔" جنرل منیجر نے کہا۔ "آپ محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر ہیں۔ تم سے باس کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ بیٹھ جاؤ۔"

اس نے تیسری کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا جو لحیم شحیم آدمی کے مقابل تھی۔ بیٹھتے وقت پھر نظریں ملیں۔ عجیب سی آنکھیں تھیں۔ بڑی بڑی اور خوابناک۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہیں بیٹھے بیٹھے سو جائے گا.....وہ پھر کانپ اٹھی۔

لیکن اس کی آواز سن کر ایسا محسوس ہوا جیسے ایک ہزار آدمی اس کی طمانیت قلب کے لئے ہمدردانہ انداز میں گفتگو کر رہے ہوں۔

"مجھے افسوس ہے محترمہ آپ کو تکلیف دینی پڑی۔" اس نے کہا تھا۔

"نف.....فرمائیے۔" وہ ہکلائی۔

"آپ کے باس سے کب ملاقات ہو سکے گی۔"

"بب.....بہت مشکل ہے۔" وہ ہکلائی۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"میرا مطلب ہے یہ بتانا بہت مشکل ہے۔"

''اوہ.....!''

''وہ ہفتے میں صرف ایک بار آتے ہیں.....کوئی مخصوص دن مقرر نہیں ہے۔'' اس نے استفہامیہ انداز میں جنرل منیجر کی طرف دیکھا۔

''مجھ سے ایک سال سے ملاقات نہیں ہوئی۔'' جنرل منیجر بولا۔

''بڑی عجیب بات ہے۔''

''نہیں جناب۔ عجیب بات نہیں۔ میں آپ کو وجہ بتا چکا ہوں۔''

''ہوں۔'' وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ یکایک پھر اجنبی کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''کیا آفس ہی کے اوقات میں آتے ہیں۔'' اس نے اس سے پوچھا۔

''جی نہیں.....!'' جینی بولی۔ ''تین بجے کے بعد۔''

''تو آپ کو تین بجے کے بعد بھی ٹھہرنا پڑتا ہے۔''

''جی ہاں۔''

''لیکن کل آپ یہاں نہیں تھیں۔''

وہ یوں ہی روا روی میں ''جی ہاں'' کہہ گئی تھی اور اب سوچ رہی تھی کہ کس طرح بات بنائے۔ جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر اس کا ذہن بال کی کھال نکالنے کا عادی ہوگیا تھا۔ فوراً ہی اُسے خیال آیا کہ کہیں اُسے غلط بیانی کی مرتکب نہ گردانا جائے۔

''ج.....جی ہاں کل میں نہیں تھی۔'' اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''دراصل میری ڈیوٹی صرف تین گھنٹے کی ہوتی ہے۔ جب باس کو نہیں آنا ہوتا تو صبح سے تین گھنٹے کے لئے اور جب آنا ہوتا ہے تو تین بجے کے بعد کسی وقت ڈیوٹی ہوتی ہے۔''

''غالباً ابھی آپ نے کہا تھا کہ آپ کو علم نہیں ہوتا کہ وہ کب آئیں گے۔''

''جی ہاں.....اگر انہیں کل آنا ہوگا تو آج مجھے فون پر اطلاع مل جائے گی اور کل میں تین بجے کے بعد آؤں گی۔''

''اوہ.....اچھا.....آپ میرا کارڈ رکھئے۔ جب بھی ملاقات ہو ان سے کہئے گا کہ میں ملنا

چاہتا ہوں۔ براہِ کرم ان سے وقت لے لیجئے گا۔''

''جی بہت اچھا۔'' جینی نے طویل سانس لی اور اس کا وزیٹنگ کارڈ لے کر دیکھے بغیر پرس میں رکھ لیا۔

پھر وہ دونوں چلے گئے تھے۔ جینی وہیں بیٹھی رہی۔ جنرل منیجر اُسے خاموشی سے دیکھے جا رہا تھا۔

آخر کچھ دیر بعد کھکار کر بولا۔ ''پتہ نہیں.....کیا چکر ہے۔ گڑھے مردے کیوں اکھڑ رہے ہیں اور اس کمبخت کو بھی اسی وقت حملہ کرنا تھا۔''

''لیکن اسکا ہماری فرم سے کیا تعلق.....وہ باس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں'' جینی نے پوچھا۔

''پچھلے سال یہاں کے ایک شعبے کا منیجر قتل کر دیا گیا تھا۔ قاتل کا پتہ پولیس نہیں لگا سکی تھی۔ اب یہ لوگ پھر اس کے متعلق پوچھ گچھ کرتے پھر رہے ہیں۔ لیکن باس کے علاوہ اس کے متعلق اور کوئی کچھ نہیں جانتا۔ کیونکہ اس کی ملازمت کی مدت صرف تین ماہ تھی اور باس نے براہِ راست اس کا تقرر کیا تھا۔''

جینی سوچ میں ڈوبی ہوئی اپنے کمرے میں واپس آگئی۔ مسز گھمبیر اب بھی وہیں موجود تھی۔

''کیوں.....کیا بات تھی۔'' اس نے پوچھا۔

''وہ باس سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''کیوں؟ باس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔''

''پچھلے سال یہاں کا کوئی آدمی قتل کر دیا گیا تھا۔ اسکے متعلق پوچھ گچھ کرنا چاہتے ہیں۔''

''قتل کر دیا گیا تھا۔ پچھلے سال..... ہاں ہاں.....فارورڈنگ اور کلیرنگ سیکشن کا انچارج تھا۔ کسی نے چھرا مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ لیکن اب ایک سال بعد پوچھ گچھ کر رہے ہیں یہ لوگ۔''

''سنا ہے باس نے براہِ راست اس کا اپائنٹمنٹ کیا تھا۔''

''کس سے سنا ہے؟'' مسز گھمبیر نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی ایم صاحب کہہ رہے تھے۔ غالباً انہی سے پوچھا گیا تھا۔ اس کے متعلق۔ انہوں

نے مجھے بلوا بھیجا۔"

"اس نے تمہیں بلوا بھیجا۔" مسز رگھبیر خلاء میں گھورتی ہوئی جیسے خود سے بولی۔

جینی اسے اس طرح دیکھنے لگی جیسے اس کا یہ رویہ کسی قسم کی مصنوعیت رکھتا ہو۔ جاسوسی ناولوں کے مطالعے نے ایسے موقع پر اُسے چونکنا سکھا دیا تھا۔ اس نے محسوس کیا جیسے مسز رگھبیر اس قتل کے متعلق کچھ جانتی ہو۔

"آپ کچھ پریشان سی نظر آ رہی ہیں۔" اس نے کہا اور مسز رگھبیر چونک کر اسے اس طرح گھورنے لگی جیسے وہاں اس کی موجودگی سے لاعلم رہی ہو۔

"پریشان..... نہیں تو۔" وہ ہنس پڑی۔

قاتل

رات کے کھانے پر فریدی شروع ہی سے خاموش رہا تھا۔ حمید نے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ کھانے کے بعد لائبریری میں کافی پیتے وقت فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "بعض اوقات ایسی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں کہ خود کو محکمہ سراغ رسانی سے متعلق سمجھنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔"

"ہے ہی شرمناک بات۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "کب استعفیٰ دے رہے ہیں۔"

فریدی کافی کی پیالی رکھ کر سگار سلگانے لگا۔ حمید اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سگار سلگا کر اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "سنو گے۔ وہ غلطی کیا تھی۔" اور پھر اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر بولا۔ "میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ ڈائریکٹر بہزاد اس وقت کہاں تھا جب کمل کمار کے گھوڑے پر فائرنگ ہوئی تھی۔"

"اوہ.....!" حمید چونک کر بولا۔ "تو کیا وہ کیمرے والے ٹرک پر نہیں تھا۔"

"نہیں۔"

"تو پھر کہاں تھا۔"

"کیمپ میں۔" وہ کئی دن سے کوشش کر رہا تھا کہ اغواء کے منظر کی فلم بندی ہو جائے۔ لیکن مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے موقع نہیں ملتا تھا۔ اس نے اس دن تہیہ کر لیا تھا کہ اگر ذرا دیر کیلئے بھی دھوپ نظر آئی تو وہ اس منظر کو ضرور ٹیک کرے گا۔ ساری تیاریاں مکمل تھیں۔ جیسے ہی دھوپ نظر آئی متعلقہ لوگ شوٹنگ کیلئے تیار ہو گئے۔ لیکن عین وقت پر بہزاد کے پیٹ میں بڑے زور کی اینٹھن ہوئی۔ وہ بے دم ہو گیا۔ لیکن یہی چیختا رہا کہ شوٹنگ ہو گی۔ اس نے اپنے اسسٹنٹ سے کہا کہ وہ ٹرک پر جائے۔ وہ سب وہاں سے روانہ ہو گئے تھے اور وہ رفع حاجت کے لئے جھاڑیوں میں چلا گیا تھا اور پھر بقیہ لوگوں نے اسے اس حادثہ کے بعد ہی دیکھا تھا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی بھی خاموش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد بولا۔ "کیمپ میں اس کے پاس دونالی بندوق بھی تھی۔ یہ بات بھی اس کے مرنے کے بعد بھی معلوم ہوئی کہ وہ سگار کا شوق بھی رکھتا تھا۔"

"تو پھر آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"یہی کہ اب اسے کمل کمار کے قتل کے الزام میں پھانسی نہیں دی جا سکتی۔"

"کیا مطلب.....!"

"کارتوسوں پر اسی کی انگلیوں کے نشانات تھے اور اس خنجر پر بھی جو پچھلے سال لارڈو کے ایک کارکن کے قتل میں استعمال ہوا تھا۔"

"چلئے نجات ملی دردسر سے۔" حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن پھر آپ کیوں اِدھر اُدھر پوچھ گچھ کرتے پھر رہے ہیں۔"

"کچھ ہی دیر پہلے اس نتیجے پر پہنچا ہوں..... سات بجے فنگر پرنٹ سیکشن کے انچارج نے فون پر اطلاع دی تھی کہ وہ سارے نشانات بہزاد ہی کی انگلیوں کے تھے..... اس کے فلیٹ سے جو بوتل اور گلاس لایا تھا ان پر بھی اس کی انگلیوں کے نشانات کے علاوہ کسی دوسری قسم کے نشانات نہیں ملے۔"

”لیکن میز پر دو گلاس تھے۔“

”ہوسکتا ہے..... کوئی اور بھی وہاں رہا ہو..... لیکن وہ بہت محتاط تھا۔ دوسرے گلاس پر نشانات ہیں تو لیکن دستانے میں چھپی ہوئی انگلیوں کے۔“

”چھٹکارا ناممکن ہے۔“ حمید گلوگیر آواز مین بولا۔

”اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کہتی ہے کہ مرتے وقت وہ بہت زیادہ نشے میں تھا۔“

”تو پھر..... تو پھر اب ہمیں کیا کرنا ہوگا۔“

”میں چاہوں تو کیس یہیں ختم ہوسکتا ہے۔“

”خدا کے لئے ضرور چاہئے۔“

”لیکن یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں..... کیونکہ ان دو کے علاوہ بہزاد قتل کی متعدد وارداتوں میں ملوث تھا۔ غیر مصدقہ نشانات کے فائل میں کئی کیس اور ملے ہیں ان کے سلسلے میں پائے جانے والے نشانات بہزاد کی انگلیوں کے علاوہ اور کسی کے نہیں ہوسکتے۔“

”لہٰذا اب کسی عامل کامل کی مدد سے اس کی روح کو گرفتار کرنے کی کوشش کیجئے۔“ فریدی بجھا ہوا سگار سلگا رہا تھا۔ سر اٹھا کر بولا۔ ”اصل مجرم کی تلاش کسی روح ہی کی تلاش ثابت ہوگی۔“

”اصل مجرم!“ حمید جھنجھلا گیا۔ ”کیا ثبوت ہے آپکے پاس ایسی صورت میں جبکہ.....!“

”دھیرج..... دھیرج.....!“ فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”بلاشبہ وہ سارے نشانات اس کی انگلیوں کے تھے اور وہ مرچکا ہے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ وہ چھرا لے کر مجھ پر کیوں کودا تھا۔“

”آپ کہتے ہیں کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق وہ بہت زیادہ نشے میں تھا۔ ہوسکتا ہے وہ اس وقت اوپر بالکنی میں کھڑا رہا ہو۔ جب ہم وہاں پہنچے تھے آپ کو دیکھ کر نشے میں بہک گیا ہو۔ چونکہ قاتل تھا اس لئے دل میں چور ہونا ضروری ہے۔ شراب سے متاثر ذہن میں یہی خیال جم گیا ہوگا کہ آپ اسی کے لئے آئے ہیں۔ بس چھرا نکالا اور پھاند پڑا.....!“

”نفسیاتی اعتبار سے یہ دلیل درست ہوسکتی ہے..... لیکن وہ دوسرا گلاس جس پر دستانے والے ہاتھ کے نشانات ہیں.....!“

”لیکن آپ اُسے کس طرح ثابت کریں گے کہ وہ دوسرا آدمی اس وقت وہاں موجود تھا جب وہ آپ پر گرا تھا۔“

”بلاشبہ..... میں اسے ثابت نہیں کرسکوں گا۔“

”ہوسکتا ہے۔“ حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ ”کچھ دیر پہلے وہاں کوئی رہا ہی ہو..... اور وہ یقینی طور پر کوئی عورت ہی ہوسکتی ہے۔ ورنہ ایسے موسم میں دستانے کیوں پہنے گا۔ بعض لڑکیاں اپنے بھدے ہاتھوں کی نمائش پسند نہیں کرتیں۔ اس لئے گھر سے باہر نائیلون کے دستانے استعمال کرتی ہیں۔“

”تم بہت بڑے سراغ رساں ہوتے جارہے ہو۔“ فریدی مضحکانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ”مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارا سراغ ہی ملنا نہ بند ہوجائے۔“

”خیر..... خیر..... ہاں تو اس کے سلسلے میں کتنے جرائم کا انکشاف ہوا ہے۔“

”ہمارے ریکارڈ کے مطابق تین کیس اور ہیں جو اب سے پچھلے دس سال کے وقفے میں ہوئے تھے اور یہ تینوں بھی فلم انڈسٹری ہی سے متعلق تھے۔ ایک اداکار تھا اور دو اداکارائیں۔ اتنا مشاق مجرم اور ایسی غلطی کی کرجائے۔ ہر جگہ اس نے اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑے تھے۔“

”ہوسکتا ہے۔ جاسوسی ناول پڑھ کر مجرم نہ بنا ہو۔“ حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”اچھا اس کے علاوہ اور کون کون رہ گیا تھا کیمپ میں۔“

”اب آئے ہو راہ پر۔“ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ پھر اس نے جیب سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ رہی ان لوگوں کی فہرست۔“

حمید نے اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر پوچھا۔ ”کیا آپ لوگوں سے پوچھ گچھ کرچکے ہیں۔“

”صرف ایک سے..... فون پر..... سات بجے کے بعد اور اسی سے معلوم ہوا تھا کہ وہ ٹرک پر نہیں تھا۔“

”اب ان سبھوں سے دوبارہ الجھنا پڑے گا۔“

”بے حد مشاق آدمی تھا۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”وقت کے اندازے کا ماہر..... وہ

جانتا تھا کہ گھوڑوں کو کتنی دیر بعد بے ہوش ہونا چاہئے اور ٹرک کی ٹنکی میں ڈالی جانے والی شے کتنے فاصلے پر انجن کو بے کار کر دے گی۔"

* * *

دوسرے دن جینی آفس سے نکل کر بس اسٹاپ پر اپنے روٹ کی بس کا انتظار کر رہی تھی۔ لیکن اسے توقع نہیں تھی کہ پہلی ہی بس میں جگہ مل جائے۔ کیونکہ بس اسٹاپ پر بھیڑ تھی اور بسیں بھی بھری ہوئی آ رہی تھیں۔

اس نے سوچا آج ٹیکسی ہی سہی۔ کچھ تھکن سی بھی محسوس کر رہی تھی۔ زیادہ دیر تک کھڑے رہنے کا تصور بھی ذہن پر گراں گذر رہا تھا۔

اس دوران میں کئی ٹیکسیاں گذریں لیکن ان میں سے کوئی بھی خالی نہیں تھی۔

دفعتاً پشت پر کسی نے اس کا نام لیا۔ وہ چونک کر مڑی اور مخاطب کرنے والے کو نیچے سے اوپر تک دیکھا۔

"اوہ..... یہ تو وہی تھا..... وہ جو کل جنرل منیجر کے کمرے میں کرنل فریدی کے ساتھ تھا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ آخر..... آخر..... اس نے اسے کیوں مخاطب کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہیں ہیں۔" اس نے بے حد نرم اور دلآویز لہجے میں کہا۔

"ج..... جی ہاں۔" جینی ہکلائی۔ "غالباً کل.....!"

"جی ہاں..... لارڈو کے جنرل منیجر کے آفس میں۔" اس نے جملہ پورا کر دیا۔

وہ خاموش رہی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کہنا چاہئے۔

آخر کیوں؟ وہ اس سے کیوں مخاطب ہوا ہے؟

"آپ کہاں جا رہی ہیں..... چلئے میں اپنی گاڑی میں پہنچا دوں۔"

"شش..... شکریہ۔ میں بس سے چلی جاؤں گی۔ اس نے اپنے لہجے میں نرمی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ دراصل یہ پیش کش اسے اچھی نہیں لگی تھی۔"

"آپ غلط سمجھیں....." نوجوان نے مسکرا کر کہا۔ "میں آپ پر احسان نہیں کرنا چاہتا۔ اپنی بھی ایک غرض وابستہ ہے۔"

"جی.....!" اس نے کسی قدر ترش لہجے میں کہا۔ "میں نہیں سمجھی۔"

"سمجھنے کے بعد بھی آپ بُرا نہیں مانیں گی مجھے یقین ہے۔" وہ مسکرایا۔ لیکن وہ مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھتی رہی۔

"راستے میں کچھ ضروری باتیں بھی ہو جائیں گی۔ میں دراصل اسے پسند نہیں کرتا کہ آپ کے پڑوسی کسی پولیس والے کو آپ کے گھر میں دیکھیں۔ ہر چند کہ یہ کوئی ایسی بُری بات بھی نہیں لیکن فضول قسم کی چہ میگوئیوں سے کیا فائدہ۔ لوگ رسی کو سانپ بنا دیتے ہیں۔"

جینی نے سوچا ٹھیک ہی تو ہے۔ شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ وہ خود بھی اسے پسند نہ کرتی کہ پولیس اس کے گھر پر کسی قسم کی پوچھ گچھ کرنے آتی۔

"جی ہاں..... ٹھیک ہے۔" وہ مزید کچھ سوچے سمجھے بغیر بولی۔

وہ اسے اپنی گاڑی کی طرف لے گیا۔ بڑی شاندار گاڑی تھی۔ ایئر کنڈیشنڈ لنکن..... اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا..... وہ ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے اندر جا بیٹھی۔ وہ دوسری طرف سے اسٹیئرنگ کے سامنے جم گیا۔

"کہاں چلئے گا۔"

"فش ہاربر کالونی۔"

اُس نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی چل پڑی۔ جینی محسوس کر رہی تھی جیسے وہ آہستہ آہستہ فضا میں پرواز کر رہی ہو۔

"آپ کتنے عرصہ سے اس فرم میں ملازم ہیں۔" اُس نے پوچھا۔

"چھ ماہ سے..... لیکن میرا فرم سے کوئی تعلق نہیں۔ میں تو باس کی نجی سیکریٹری ہوں۔"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ وہ بدبودار آدمی ہے۔"

"جی ہاں..... میرا خیال ہے کہ اگر وہ منہ پر کپڑا نہ باندھے رہے تو اس جگہ ٹھہرنا محال ہو جائے جہاں وہ موجود ہو۔"

"پھر آپ کیسے برداشت کرتی ہیں۔ جبکہ آپ کی آنکھوں کی بناوٹ آپ کو بے حد نفاست پسند اور نازک مزاج ثابت کرتی ہے؟"

"آنکھوں کی بناوٹ۔"

"جی ہاں۔ علم القیافہ کے مطابق ایسی بناوٹ والی آنکھیں ایسے ہی اوصاف کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور آپ کے ہاتھوں کی بناوٹ بھی۔"

"تو کیا ان چیزوں سے آدمی کے کردار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

"جی ہاں.....!"

"تب تو آپ راہ چلتے آدمیوں کے پیچھے پڑ جاتے ہوں گے۔" وہ ہنس پڑی۔

"ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا۔"

"آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کے باس کے متعلق۔"

"کیا ان پر بھی کسی قسم کا شبہ ہے۔"

"نہیں..... ہم صرف ان سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"کیا ڈائریکٹر بہزاد کے سلسلے میں۔" جینی نے کہا۔ "لیکن شاید وہ اس کے بارے میں کچھ نہ جانتے ہوں۔ اوپر کے کرایہ داروں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔"

"پچھلے سال آپ کی فرم کا ایک کارکن قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کے متعلق باس کے علاوہ فرم کا کوئی دوسرا آدمی کچھ نہیں جانتا۔ اس کا اپائنٹمنٹ بھی براہِ راست باس ہی نے کیا تھا۔ ہم دراصل اس کے متعلق کچھ معلومات فراہم کرنا چاہتے ہیں۔"

"ابھی تک تو مجھے فون پر اطلاع نہیں ملی۔" جینی نے کہا۔

"کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کسی ہفتے میں نہ آئیں۔"

"جی ہاں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے اور مجھے فون پر کوئی اطلاع بھی نہیں ملتی۔ میرا مطلب ہے نہ آنے کی اطلاع۔"

"صرف تین گھنٹے کی ڈیوٹی ہوتی ہے آپ کی.....؟"

"جی ہاں۔" جینی نے جواب دیا۔

پھر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں جینی کا دل چاہتا تھا کہ وہ بولتا ہی رہے۔ وہ سوچ رہی تھی یہ کیپٹن حمید ہے..... اس نے اس کے متعلق بہتیری کہانیاں سنی تھیں۔

کچھ دیر بعد وہ پھر ہکلائی۔ "کک..... کیا آپ کیپٹن حمید ہیں۔"

وہ ونڈ اسکرین پر نظر جمائے ہوئے مسکرایا تھا۔

"جی ہاں.....!"

"آپکا بکرا کہاں ہے؟" جینی نے بیساختہ پوچھا۔ پھر اپنی اس حرکت پر شرمندہ سی ہو گئی۔

"دکھ بھری کہانی ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ لیکن جینی نے اس کہانی کے متعلق مزید استفسار نہیں کیا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اس سے بے تکلف نہ ہونا چاہئے۔

حمید خود ہی بولا۔ "ایک دن میرا چیف اسی پر تل گیا تھا کہ کھائے گا تو اسی بکرے کا گوشت۔"

"اور شاید بکرا پالنے کا مقصد بھی یہی تھا۔" جینی کو کچھ نہ کچھ تو بولنا ہی تھا۔

"جی بہلانے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔" حمید بولا۔ "میں اپنی ملازمت سے تنگ آ گیا ہوں۔ بڑا واہیات محکمہ ہے۔ بس یہ سمجھئے کہ یہ پورا محکمہ ہی ایک بدبودار باس ہے جسے بہرصورت، برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پھر جی بہلانے کے لئے بھی تو کچھ چاہئے۔ آپ کے کیا مشاغل ہیں۔"

"کچھ بھی نہیں..... گھر سے دفتر..... اور دفتر سے گھر۔"

"مجھے افسوس ہے.....!" حمید نے مغموم لہجے میں کہا۔ "اگر آپ کسی ڈھنگ کے آدمی

کی سکریٹری ہوتیں تو کم از کم ہفتے کی ایک شام کو تو وہ کہیں نہ کہیں لے جاتا آپ کو۔''

''میں اسے کب پسند کرتی۔ میری تربیت کسی گھٹیا قسم کے ماحول میں نہیں ہوئی۔'' جینی نے کسی قدر ترش لہجے میں کہا۔

''میں نے یونہی کہا تھا..... کوئی بُرا خیال نہیں تھا ذہن میں۔'' حمید بولا۔

وہ بھی خاموش ہوگئی۔ گاڑی کی رفتار سست تھی۔ جینی نے محسوس کیا کہ وہ دیدہ و دانستہ رفتار تیز نہیں کر رہا۔ ورنہ وہ جن سڑکوں سے گزر رہے تھے ان پر زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ لیکن وہ اس سلسلے میں کچھ نہ کہہ سکی۔

''آپ مجھ سے اور کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔'' اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''آپ وہاں کتنے عرصہ سے کام کر رہی ہیں۔''

''چھ ماہ سے۔'' جینی نے کہا۔ ''لیکن میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس معاملے کا میری ملازمت سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔''

''کچھ بھی نہیں۔ بس یونہی۔ دراصل آپ کا باس میرے لئے خاصا دلچسپ ثابت ہوسکا ہے کیونکہ بدبودار ہونے کے باوجود بھی آپ جیسی نفاست پسند لڑکی اُسے برداشت کرتی ہے۔''

''آپ بھی اُسے برداشت کر سکتے بشرطیکہ آپ کے پاس اتنی شاندار گاڑی نہ ہوتی۔ آپ ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے ہوتے۔ آپ کو زندہ رہنے کے لئے اپنی قوت سے زیادہ جدوجہد کرنی پڑتی۔ وہ مجھے تین گھنٹوں کا معاوضہ ساڑھے چار سو روپے دیتا ہے۔''

''محض اس لئے دیتا ہے کہ اور کوئی ٹکتی ہی نہ ہوگی۔ آپ بھی شاید.....!''

''جی نہیں..... میں ساری زندگی اس کے ساتھ گذار سکتی ہوں۔''

''کمال ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''مجھے اس سے ہمدردی ہے۔''

''ہوں۔'' حمید نے طویل سانس لی۔ ''عورت میں مامتا کا جذبہ اُسے بہت پیچیدہ بنا دیتا ہے۔''

''میں زیادہ گہری باتیں نہیں سمجھ سکتی کیونکہ میری تعلیم میٹرک سے آگے نہیں ہوسکی۔''

''تب پھر آپ کیا کرتی ہوں گی۔''

''خطوط پڑھنا اور ان کے جوابات لکھنا۔ کچھ خطوط ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے جوابات باس ڈکٹیٹ کراتا ہے۔''

''کاروباری خطوط۔''

''ظاہر ہے؟'' اس نے جواب دیا۔ لیکن لہجے میں تیقن نہیں تھا۔

''کام بھی ایسا خاص نہیں۔'' حمید نے پھر سر کو جنبش دی۔

وہ ہنس پڑی اور بولی اب آپ ہی سوچئے۔ ''اگر ہفتے میں تین گھنٹے بھی بدبو برداشت نہ کرسکوں تو مجھ سے زیادہ احمق اور کون ہوگا۔''

''بالکل ٹھیک ہے۔'' حمید نے کہا۔ ''لیکن میں اکثر سوچتا ہوں کہ سکریٹری قسم کے لوگ زندگی کی یکسانیت سے کس حد تک بور ہوجاتے ہوں گے۔ وہی خطوط پڑھنا۔ ان کے جوابات لکھنا..... نفع اور نقصان کی کہانیاں۔ کاروباری باتیں۔''

''آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ میرے باس کی خط و کتابت بڑی دلچسپ ہوتی ہے۔''

''اچھا..... بھلا کیا دلچسپی ہوتی ہے ان میں۔''

دفعتاً جینی نے محسوس کیا کہ اس سے ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اُسے کب حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے باس کے معاملات کے متعلق کسی غیر متعلق آدمی سے گفتگو کرے۔

اس نے فوراً ہی سنبھالا لے کر کہا۔ ''مطلب یہ تھا کہ وہ خطوط کے جواب لکھواتے وقت کافی دلچسپی پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً کاروباری خطوط کے جوابات کچھ اس طرح لکھواتے ہیں کہ فلمی مکالموں کا سا لطف آجاتا ہے۔ انہیں بھی ادبی کارنامہ بنا دینا چاہتے ہیں۔''

''ہوں..... اچھا۔''

پھر حمید چونک کر بولا۔ ''اوہ..... اب ہم غالباً فش ہاربر کالونی میں داخل ہو رہے ہیں۔ گاڑی کدھر موڑی جائے۔''

''میرا خیال ہے کہ آپ مجھے یہیں اتار دیجئے۔'' جینی بولی۔ ''میں اُسے مناسب نہیں

سمجھتی کہ اتنی شاندار گاڑی میرے مکان کے سامنے رکے اور میں اس پر سے اترتی دیکھی جاؤں۔"

"ہاں..... ہاں..... ٹھیک ہے۔" حمید نے کہا۔

گاڑی سڑک کے کنارے رک گئی۔ جینی اتری۔ ٹھیک اسی وقت قریب ہی سے ایک پک اپ گذری جس کی رفتار تیز نہیں تھی اور ایک کھڑکی میں اسے باس کا چہرہ نظر آیا تھا۔

پک اپ آگے جا کر رک گئی۔ جینی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں حمید سے کہا۔ "باس" اور تیزی سے پک اپ کی طرف چل پڑی۔ جیسے ہی قریب پہنچی باس نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔ "اوہ..... جینی میں تمہارے گھر جا رہا تھا۔ فون کرنے کا وقت نہیں ملا تھا۔ میں نے کہا تمہیں اطلاع دے دوں کہ میں ایک ماہ کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ تم کس کی گاڑی میں تھیں۔"

"محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر کیپٹن حمید ہیں۔" جینی ہانپتی ہوئی بولی۔ "آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

دوسرا کون تھا؟

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ جینی پلٹ کر اس کی گاڑی کے قریب آئی تھی اور بتایا تھا کہ وہ اس کا باس ہی ہے اور حمید سے مل سکے گا۔

حمید پک اپ کے قریب آیا اور ڈرائیور نے پچھلا دروازہ کھول دیا اور وہ بدبو کا بھپکا..... خدا کی پناہ..... حمید کو ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے غلاظتوں کے انبار کے قریب کھڑا ہوا ہو۔

سامنے ہی جینی کا باس اپاہجوں والی کرسی پر نیم دراز تھا۔

حمید پک اپ میں داخل ہونے سے گریز کر رہا تھا۔

"فرمایئے جناب..... میں کس کام آ سکتا ہوں۔" پک اپ کے اندر سے آواز آئی۔

"آپ کے ایک ملازم کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں۔" حمید بولا۔

"فرمایئے۔"

"شاہد..... جسے پچھلے سال کسی نے قتل کر دیا تھا۔"

"قتل کر دیا تھا..... شاہد۔" وہ اس طرح بولا جیسے یادداشت پر زور دے رہا ہو۔

"جی ہاں..... غالباً فارورڈنگ اور کلیرنگ کا انچارج تھا۔"

"او..... ہاں..... یاد آ گیا..... تو آپ اس کے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ معاف کیجئے گا۔ میں آپ کو اندر آنے کی دعوت نہیں دے سکتا۔ آپ محسوس ہی کر رہے ہوں گے۔ اگر جینی یہ نہ بتاتی کہ آپ محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر ہیں تو میں اس ملاقات پر ہرگز تیار نہ ہوتا۔"

"اوہ..... کوئی بات نہیں۔ ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے۔" حمید جلدی سے بولا۔ "اُس آدمی..... میرا مطلب ہے شاہد کے متعلق پولیس کچھ بھی نہیں معلوم کر سکی تھی۔ وہ کون تھا۔ اس کے اعزہ کہاں ہیں۔"

"جی ہاں..... اور شائد قاتل کا سراغ بھی نہیں ملا تھا۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں..... یہ درست ہے۔ تفتیش کی بنیاد عموماً وجہ جرم پر رکھی جاتی ہے اور وجہ جرم کا اندازہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ مقتول کے متعلقین کا سراغ نہ ملے۔ کچھ ایسے لوگ نہ ملیں جو مقتول سے واقف رہے ہوں۔"

"ممکن ہے..... لیکن اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کر سکوں گا۔"

"جنرل منیجر سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا تقرر براہِ راست آپ نے کیا تھا۔"

"جی ہاں..... تقرر میں نے کیا تھا۔"

"تو پھر آپ اس کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور جانتے ہوں گے۔"

"اتنا عرصہ گذر جانے کے بعد مجھے قطعی نہیں یاد رہ سکا کہ وہ کس شہر کا باشندہ تھا۔ دراصل بنیادی غلطی جنرل منیجر ہی سے سرزد ہوئی تھی۔ اس کا باقاعدہ فائیل نہیں مین ٹین کیا گیا۔"

"کیا ایسی فروگذاشتوں پر بازپرس نہیں ہوتی۔" حمید نے پوچھا۔

"یقیناً ہوتی ہے۔ لیکن اس وقت جب غلطی کا علم ہوتا ہے اب آپ کو ہر ملازم کا باقاعدہ

فائیل ملے گا۔"

"آپ کو غالباً یہ تو یاد ہی ہوگا کہ اس کی سفارش کس نے کی تھی۔"

"جی ہاں یاد ہے.....لیکن اتفاق سے میں اس کی نشاندہی نہیں کر سکوں گا کیونکہ پچھلے دس ماہ سے میں نے اُسے نہیں دیکھا۔"

"نام تو بتا ہی سکیں گے۔"

"حکیم لاڈلے میاں.....خاندانی حکیم ہیں۔لیکن مفلسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ان کا دعویٰ تھا کہ وہ اس بدبو سے مجھے نجات دلا دیں گے۔کافی عرصہ علاج کرتے رہے لیکن اس میں کمی بھی واقع نہ ہوئی۔ بہر حال دوران علاج ہی میں وہ اس آدمی شاہد کو میرے پاس لائے تھے اور سفارش کی تھی۔"

"ان کا پتہ تو معلوم ہی ہوگا آپ کو۔"

"جی ہاں.....وہ رتن پور نامی قصبے سے آیا کرتے تھے۔یہ قصبہ غالباً اسی ضلع میں ہے۔"

"کیا پولیس نے آپ سے شاہد کے سلسلے میں پوچھ گچھ نہیں کی تھی۔"

"نہیں تو.....میرے پاس کوئی بھی نہیں آیا تھا۔"

"فلم ڈائریکٹر بہزاد کو آپ کتنے عرصہ سے جانتے ہیں۔"

"فلم ڈائریکٹر بہزاد.....!" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔ "مجھے فلموں یا فلم ڈائریکٹروں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ویسے اخبارات میں اس کا واقعہ ضرور پڑھا ہے۔غالباً وہ میرے دفاتر کے اوپر والے کسی فلیٹ میں رہتا تھا۔"

"اس سے ملنے کا اتفاق تو ہوا ہی ہوگا۔میرا خیال ہے کہ وہ شاہد سے واقف تھا۔" حمید نے کہا۔

"نہیں صاحب۔ مجھے کیوں اتفاق ہوتا اس سے ملنے کا۔"

"ممکن ہے۔آپ نے اسے دیکھا ہو۔" حمید نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور ایک تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "یہ بہزاد کی تصویر ہے۔"

اس نے تصویر حمید کے ہاتھ سے لے لی۔اسے دیکھتا رہا۔حمید اسکی آنکھوں میں حیرت کے آثار صاف پڑھ رہا تھا۔

"کمال ہے.....اوہ.....میں کیا عرض کروں۔" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا آپ اسے پہچانتے ہیں۔"

"ارے صاحب.....یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے حکیم لاڈلے میاں نے اپنی ڈاڑھی اور مونچھیں صاف کرادی ہوں۔میرے خدا.....کیا نام بتایا تھا آپ نے.....بہزاد.....بہزاد.....یہ کیا چکر ہے۔"

"یہ آپ کے دفاتر کے اوپر والے ایک فلیٹ میں رہتا تھا۔"

"اور یہ.....یعنی کہ.....یہ بہزاد.....مر گیا۔"

"جی ہاں۔"

* * *

"بہت دلچسپ۔" فریدی بڑبڑایا۔اس کی نظر شروع ہی سے ایش ٹرے پر جمی رہی تھی اور اس کہانی کے دوران میں ایک بار بھی اس نے حمید کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"کیا خیال ہے....." حمید نے پوچھا۔ "کیا رتن پور کے تھانے سے رابطہ قائم کیا جائے۔"

"ہوں....کیا ہرج ہے۔لیکن مجھے یقین نہیں کہ وہاں کسی حکیم لاڈلے میاں کا سراغ مل سکے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ اسے دھوکا ہوا ہو۔ٹھیک ہے.....میرا خیال ہے تم خود ہی ہو آؤ رتن پور تک۔"

رتن پور شہر کی ایک مضافاتی بستی تھی۔ کسی زمانے میں اس کی کوئی الگ حیثیت رہی ہوگی۔لیکن اب تو شہر اس بستی کو بھی پیچھے چھوڑتا ہوا بہت آگے بڑھ گیا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ اب یہاں کسی حکیم لاڈلے میاں کا سراغ پا لینا آسان کام نہیں تھا۔ پھر بھی وہ اپنی گاڑی تھانے کی طرف لیتا چلا گیا تھا۔

تھانے کے انچارج نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ''مشکل ہے۔ اگر یہ حکیم صاحب یہاں کے کسی قدیم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تب تو شاید معلوم ہو سکے۔ ورنہ دشواری ہی پیش آئے گی۔ رحیم منزل کے رہنے والے حکیموں کے خاندان والے کہلاتے ہیں۔ کیوں نہ ہم وہیں سے پوچھ گچھ شروع کر دیں۔''

''یہی مناسب ہے۔'' حمید نے جواب دیا۔

• حمید تھانے کے انچارج کو اپنی ہی گاڑی میں رحیم منزل تک لے گیا۔ ایک معمر آدمی سے گفتگو ہوئی جو اسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

''حکیم لاڈلے میاں۔'' اس نے حیرت سے کہا۔ ''انکے انتقال کو تو دس سال ہو چکے ہیں۔''

حمید نے انچارج کی طرف دیکھا اور انچارج نے ایسا منہ بنایا جیسے بزبان خاموشی کہہ رہا ہو۔ ''تو جناب..... اس میں میرا کیا قصور ہے۔''

بات ختم ہو چکی تھی لیکن دفعتاً حمید نے جیب سے ڈائریکٹر بہزاد کی تصویر نکال لی اور اسے معمر آدمی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''کیا آپ اس آدمی کو جانتے ہیں۔''

معمر آدمی تصویر کو لے کر چند لمحے دیکھتا رہا پھر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں دھندلا گئی تھیں۔

''جی ہاں..... میں اسے جانتا ہوں۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اور اس کے مرنے کی خبر بھی سن چکا ہوں۔ یہ حکیم لاڈلے میاں کا ناخلف لڑکا..... عشرت حسین ہے۔ فلمی دنیا میں بہزاد کے نام سے مشہور تھا۔ کلنک کا ٹیکہ تھا لاڈلے میاں کے نام پر..... وہ اُسے عاق کر چکے تھے۔''

''کیا باپ بیٹے میں کسی قدر مشابہت بھی تھی۔'' حمید نے پوچھا۔

''کسی قدر.....!'' اس نے متحیرانہ انداز میں کہا اور خاموش ہو کر حمید کو دیکھتا رہا پھر بولا۔

''ارے جناب..... اگر لاڈلے میاں کی جوانی کی تصویر دیکھ لیں آپ تو بے ساختہ کہہ اٹھیں گے کہ ارے یہ تو عشرت حسین ہی کی تصویر ہے۔''

''یعنی بہزاد کی۔''

''جی ہاں.....!'' بوڑھے نے سر ہلا کر جواب دیا۔

''میں شکر گزار ہوں گا اگر آپ وہ تصویر دکھا سکیں۔''

''ضرور ضرور..... میں ابھی حاضر ہوا۔''

بوڑھا انہیں دیوان خانے میں بیٹھا چھوڑ کر اندر چلا گیا۔ یہ کمرہ سلیقے سے آراستہ کیا گیا تھا۔ البتہ فرنیچر خاصا پرانا معلوم ہوتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سو سال پہلے کے کسی ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوں۔

کچھ دیر بعد بوڑھا واپس آ گیا اور ایک ایسا فوٹو حمید کی طرف بڑھا دیا جو کہنگی کی وجہ سے زردی مائل ہو گیا تھا۔

حقیقتاً ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ ایک ہی آدمی کے دو مختلف پوز ہوں۔

''حیرت انگیز۔'' حمید بڑبڑایا۔ پھر بوڑھے سے بولا۔ ''کیا میں اسے کچھ دن اپنے پاس رکھ سکوں گا۔ اگر آپ چاہیں تو اس کی رسید لکھ دوں۔''

''نہیں جناب شوق سے لے جائیے..... پولیس کی مدد کرنا میرا فرض ہے۔''

''شکریہ۔'' حمید نے کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بوڑھے کو مخاطب کر کے بولا۔

''آپ نے بہزاد کے سلسلے کی پوری روئیداد اخبارات میں دیکھی ہی ہوگی۔''

''جی ہاں۔''

''آپ سے کیا رشتہ تھا۔''

بوڑھے نے طویل سانس لی اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''لاڈلے میاں میرے بڑے بھائی تھے۔''

''یقیناً آپ کے لئے یہ حادثہ تکلیف دہ ثابت ہوا ہوگا۔''

''جی ہاں..... صرف اسی حد تک کہ بھائی کی آخری نشانی بھی نہ رہی۔ ورنہ اس کی موت پر تو بھائی صاحب ہی گھی کے چراغ جلاتے۔''

''اس حد تک بُرا آدمی تھا؟''

''جی ہاں..... جو لوگ اسے جانتے تھے ان کے سامنے ہم شرم سے سر نہیں اٹھا سکتے تھے
آوارہ عیاش اوباش سبھی کچھ تھا۔''

''کیا وہ قتل بھی کر سکتا تھا۔''

''شراب اُم الخبائث اسی لئے کہلاتی ہے کہ اس کے استعمال کرنے والے ہر قسم
خباثت اختیار کر سکتے ہیں۔''

''پھر بھی کیا وہ قتل کی حد تک جا سکتا تھا؟''

''بوڑھا کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا قتل عموماً غصے اور نفرت ہی کے تحت
ہوتے ہیں۔ لیکن ان تمام برائیوں کے باوجود وہ ہنس مکھ آدمی تھا۔ میں نے اُسے کبھی غصے میں
نہیں دیکھا اور نہ یہی محسوس کیا کہ اس نے کبھی کسی کے خلاف نفرت کا اظہار کیا ہو۔''

''خوف بھی تو قتل کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔''

''جی ہاں..... لیکن میں اس سلسلے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔''

''اچھا وہ کبھی فریب دہی کا مرتکب بھی ہوا تھا؟''

''میرا خیال ہے کہ فریب دہی کی عادت ہی نے اُسے خاندان سے الگ کیا تھا۔ بچپن
میں والدین کو فریب ہی دے کر اپنی بُری عادتوں پر پردہ ڈالتا رہا تھا۔''

''ہوں..... اچھا.....!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''اب اجازت دیجئے۔ کوئی ضرورت پیش آئی تو
پھر حاضر ہوں گا۔''

وہ پھر تھانے کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں انچارج نے پوچھا۔ ''یہ بہزاد وہی تھا
جو ''نجو گنا'' فلما رہا تھا۔''

''جی ہاں..... وہی تھا؟''

''وہ ہیروئن آشا بھی تو آج یہاں آئی ہے؟''

''کہاں آئی ہے؟''

''اس کی ایک کوٹھی یہاں بھی تو ہے..... شہر کے بہتیرے دولت مند آدمیوں نے یہاں
اپنے مکانات بنا رکھے ہیں..... شہر کے ہنگاموں سے پیچھا چھڑا کر یہاں آرام کرنے آتے
رہتے ہیں۔''

''آشا کی کوٹھی کدھر ہے۔''

''ہاسپٹل روڈ پر باغ شہیداں کے سامنے۔''

''ہوں..... اچھا اب میں آپ کو تھانے میں چھوڑ دوں..... تعاون کا بہت بہت شکریہ۔''

''اب آپ شہر واپس جائیں گے۔''

''ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا؟''

''اگر قیام کا ارادہ ہو تو..... رات کا کھانا غریب خانے پر۔''

''شکریہ..... لیکن شائد اتنی دیر نہ ٹھہر سکوں۔''

حمید اُسے تھانے پر چھوڑ کر خود ہاسپٹل روڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ باغ شہیداں رتن پور
کی مشہور جگہوں میں سے تھا۔ وہاں تک پہنچنے میں کوئی دشواری حائل نہیں ہوئی۔

پھر اس کے قریب ہی آشا کی کوٹھی تلاش کر لینا بھی مشکل نہ تھا۔ پھاٹک کھلا ہوا ملا۔ لہٰذا
وہ گاڑی اندر لیتا چلا گیا۔

دو چوکیدار گاڑی کی طرف جھپٹے۔ جیسے ہی وہ رکی انہوں نے آگے بڑھ کر حمید کو سلام کیا۔

''کیا مس آشا گھر پر موجود ہیں۔''

''جی جناب۔'' ایک نے جواب دیا۔

''میرا کارڈ.....!'' حمید نے گاڑی سے اترتے ہوئے اپنا وزیٹنگ کارڈ اسکی طرف بڑھایا۔

وہ کارڈ لے کر اندر چلا گیا اور حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ پھر اُسے سلگانے بھی نہیں
پایا تھا کہ وہ واپس آ گیا۔

''تشریف لے چلئے.....!'' اس نے کہا۔

حمید پورچ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ آشا دکھائی دی جو اس کے استقبال کے لئے خود ہی

برآمدے تک چلی آئی تھی۔

"ہلو کیپٹن.....!" وہ ہنس کر لرزشوں سے لبریز آواز میں چیخی۔

"ہلو آشا.....!"

پھر آشا کے عقب میں اس کی نانی کا جھلایا ہوا سا چہرہ اُبھرا.....اس کے پیچھے کسی مرد کا جانا پہچانا سا چہرہ تھا۔

• آشا نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا جسے بڑے پیار سے ہاتھ میں لیا گیا۔لیکن دوسرے ہی لمحے میں آشا کی نانی کی کھرکھراتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔"کتنی بار سمجھایا کہ مردوں سے مصافحہ ہماری تہذیب سے تعلق نہیں رکھتا.....صرف نمستے ہی کافی ہے۔ دوسرے کیا سوچتے ہوں گے۔"

"میں نے ان کے متعلق ابھی تک اچھا ہی اچھا سوچا ہے؟" حمید مسکرایا۔

"فرمایئے.....کیسے تکلیف کی۔" نانی ہی نے پوچھا۔

"آپ نے شاید مجھے پہچانا نہیں۔ میں کمل کمار والے کیس کی تفتیش کر رہا ہوں۔"

"میں نے پہچان لیا ہے۔جہنم میں گیا کمل کمار بھی اور بہزاد بھی۔ میں کہتی ہوں اگر کوئی گولی میری بچی کے لگتی تو کیا ہوتا۔"

"ارے بی بی۔" دفعتاً آشا بولی۔"کیا ساری باتیں کھڑے ہی کھڑے ہو جائیں گی۔"

"چلئے بیٹھئے۔" نانی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔"لیکن آپ کو میری بات کا جواب دینا پڑے گا۔"

"دے دوں گا۔" حمید نے خواہ مخواہ ہنس کر کہا۔

وہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے اور آشا نے حمید سے پوچھا۔"کیا مردنگ جی سے آپ کی واقفیت نہیں ہے۔"

اس نے اس پستہ قد آدمی کی طرف اشارہ کیا جو پہلے سے وہاں موجود تھا۔

"کہیں دیکھا تو ہے؟" حمید نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ میری توہین کر رہے ہیں جناب۔" مردنگ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔"پوری انڈسٹری

میں مجھ سے زیادہ کامیاب کومیڈین اور کوئی نہیں ہے۔"

"افسوس ہے کہ مجھے اردو کی فلموں سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"اب آپ پوری انڈسٹری کی توہین کر رہے ہیں۔"

"یہ محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر کیپٹن حمید ہیں۔" آشا جلدی سے بولی۔

"اوہ.....بڑی خوشی ہوئی۔" مردنگ نے اٹھ کر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"اب ہم کیپٹن حمید صاحب سے چند ضروری باتیں کریں گے۔" نانی نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

غالباً وہ مردنگ کی موجودگی کو ناپسند کرتی تھی۔

"میں بہت ڈھیٹ ہوں بی بی۔" مردنگ بولا۔"ویسے تمہارا فلسفہ میری سمجھ میں بالکل نہیں آتا۔ارے ہر ماں اپنے بچے کو کسی دوسری عورت کے لئے جوان کرتی ہے۔"

"اوہوں.....!" حمید سر ہلا کر بولا۔"یوں کہئے کہ ہر ماں جس بچے کو بیس سال میں آدمی بناتی ہے اُسے کوئی دوسری عورت صرف بیس منٹ میں اُلو بنا کر رکھ دیتی ہے۔"

"ہیئر.....ہیئر.....آئی سکنڈ یو.....!" مردنگ ہنس پڑا۔

"یہ کیسی بیہودہ باتیں چھڑ گئیں۔مردنگ میں سچ کہتی ہوں....." نانی کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"مردنگ کو جب تک پیٹو گی بجتا رہے گا۔"

"بی بی.....تم ہی چپ رہو۔ یہ سچ مچ ڈھیٹ ہے۔" آشا بولی۔

"کپتان صاحب آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" نانی حمید کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں کیا عرض کروں۔ میرا پورا محکمہ یہی سوچ رہا ہے کہ آخر تین گولیوں میں سے کوئی مس آشا کے بھی کیوں نہ لگی۔"

"کیا مطلب.....؟"

"مطلب تو ابھی خود ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔"

مردنگ حمید کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ

پھر "ہیئر ہیئر" کرنا چاہتا ہو۔

دفعتاً حمید نے مردنگ کی طرف مڑ کر پوچھا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ بھی اس کیمپ میں تھے"

"جی ہاں میں بھی تھا۔"

"ٹرک پر بھی تھے۔"

"نہیں..... میں کیمپ ہی میں رہ گیا تھا۔ کیونکہ اغواء کے سین میں میری ضرورت نہیں تھی۔"

• "آپ کے ساتھ اور کون تھا۔"

"پتہ نہیں..... میں بہت زیادہ پی گیا تھا اُس دن۔"

"آپ اپنا بیان باقاعدہ طور پر دے چکے ہیں؟" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں..... کرنل فریدی صاحب نے میرا بیان لیا تھا اور اس پر میرے دستخط بھی لئے تھے۔"

"کیا آپ کو علم تھا کہ بہزاد خود ٹرک پر نہیں گیا تھا بلکہ اپنے اسسٹنٹ کو بھیجا تھا۔"

"جی مجھے بعد میں علم ہوا تھا۔ مطلب یہ کہ حادثے کے بعد جب سب لوگ اپنے بیانات دے رہے تھے۔"

"کیا خیال ہے..... قاتل آپ ہی لوگوں میں سے کوئی تھا۔"

"ٹرک اور گھوڑوں کے حشر سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔" مردنگ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اوہ..... کیپٹن.....!" آشا اٹھلائی۔ "کیا آپ سچ مچ اسی لئے یہاں آئے ہیں۔"

"میں تو دراصل اس لئے آیا تھا کہ.....!" حمید نے جملہ پورا نہیں کیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نئے خیال نے فوری طور پر ذہن اور زبان کا رشتہ منقطع کر دیا ہو۔

وہ سب جواب طلب نظروں سے اُسے دیکھتے رہے۔ لیکن وہ کافی دیر تک کچھ نہ بولا اور اتنے میں چائے بھی آ گئی اور حمید نے مردنگ سے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے بہزاد کے کسی قریبی دوست کا نام اور پتہ بتا سکیں گے۔"

"اس کے بہتیرے دوستوں کو جانتا ہوں..... لیکن اس کا اندازہ کبھی نہیں لگا سکا کہ اس سے کون زیادہ قریب تھا۔"

"میں شکر گزار ہوں گا اگر آپ کچھ نام اور پتے نوٹ کرا سکیں۔" حمید نے جیب سے ڈائری اور فاؤنٹین پن نکالا۔

مردنگ نے کئی نام بتائے اور ڈائری میں انہیں درج کرتا رہا۔ پھر ڈائری بند کر کے بولا۔

"ہم لوگوں پر چھلانگ لگانے سے پہلے بہزاد اپنے فلیٹ میں تنہا نہیں تھا۔ کوئی اور بھی تھا جو اس کے ساتھ شراب پیتا رہا تھا۔"

"اوہو تو کیا اس کی بھی کوئی اہمیت ہے۔" مردنگ نے پوچھا۔

"کیوں نہیں؟"

"تب تو مجھے ہرگز کچھ نہ بتانا چاہئے۔" مردنگ نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب.....؟"

"میں ہی کچھ دیر پہلے اس کے ساتھ شراب پیتا رہا تھا۔ اگر حملے کا وقت اخبارات نے صحیح لکھا تھا۔"

"کیا آپ نے دستانے پہن رکھے تھے۔"

"جی نہیں۔ میرے پورے داہنے پنجے پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ انگلیوں پر آپ یہ پھنسیاں دیکھ رہے ہیں۔ اب تو کسی قدر خشک ہو گئی ہیں۔"

وہ بھی گئی

"اب فرمایئے۔" حمید نے فریدی سے کہا۔

فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا لیکن کچھ بولا نہیں۔

حمید اسے جواب طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔

"بتایئے..... بولئے۔"

"کیا بتاؤں؟"

"ایک آدمی بہزاد کے پاس موجود تھا وہ اعتراف کرتا ہے.....!"

"اور یہ بھی کہتا ہے کہ وقوعہ سے کچھ دیر پہلے وہاں سے چلا گیا تھا۔"

"جی ہاں قطعی۔"

"پھر میں کیا بتاؤں۔"

"آپ نے یہی تو کہا تھا نا کہ بہزاد کو کسی نے اس پر اکسایا تھا۔"

"اکسایا نہیں تھا..... بلکہ اکسایا ہوگا۔"

"کیا فرق پڑتا ہے۔"

"اکسایا ہوگا میں یقین نہیں ہے۔ بلکہ یہ فقرہ اشتباہ ظاہر کرتا ہے۔"

"میں کہتا ہوں ختم کیجئے اس قصے کو۔ بہزاد کی ہسٹری بھی آپ کو بتا چکا ہوں۔ اس نے لارڈو کے مالک کو دھوکا دیا تھا۔ اپنے باپ کے میک اپ میں.....اور بدبو کے علاج کے بہانے اس سے تقریباً دس ہزار اینٹھ لئے تھے۔"

"ٹھیک ہے.....لیکن قصہ کیوں ختم کر دیا جائے۔"

"قاتل مر چکا ہے۔ فائینل رپورٹ لگا کر فائل داخل دفتر کیجئے۔ فنگر پرنٹ سے زیادہ حتمی شہادت اور کیا ہوگی۔"

"ہوں.....اوں.....!" فریدی خلا میں دیکھتا ہوا سگار کا گوشہ توڑ رہا تھا۔

"آج رات وہ واپس آ رہی ہے۔" حمید نے کہا۔

"کون.....؟"

"آشا.....!"

"سوال یہ ہے کہ وہ فائر آشا کیلئے ہوئے تھے یا کمل کمار کیلئے یا پھر دونوں کے لئے۔"

"اس کا جواب شاید اب کبھی نہ مل سکے.....کیونکہ قاتل.....!"

"قاتل کی بات نہ کرو۔"

"کیوں؟"

"بہزاد خود ہی پروڈیوسر بھی تھا۔ اسے نہ بھولو۔ فائنسر کوئی اور تھا۔ وہ خود ہی اپنی مٹی نہ پلید کرتا۔ جانتے ہو اب تک وہ اس فلم پر کتنا صرف کر چکا تھا۔ پورے چار لاکھ۔ کمل کمار یا آشا کی موت خود اس کی موت ثابت ہوتی۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔"

"یہی کہ اس قتل میں اس کا ہاتھ نہیں تھا اور سنو.....ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ اُسے فائنس کس نے کیا تھا۔ اس سلسلے میں کسی قسم کے کاغذات بھی نہیں مل سکے۔ امر پروڈکشنز کے کھاتے میں چار لاکھ تھے اور رقم اسی فلم کے سلسلے میں جمع کی گئی تھی۔ نیشنل بنک کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے اخراجات اسی فلم کے سلسلے میں ہوئے کیونکہ ادائیگیاں بذریعہ چیک کی گئی تھیں۔ اب امر پروڈکشنز کے حساب میں صرف ساڑھے پندرہ روپے باقی ہیں۔"

"یہ ادائیگیاں کس کے دستخط سے ہوئی تھیں۔"

"خود بہزاد کے..... پروڈکشن انچارج کی تحویل میں کبھی کوئی رقم نہیں رہی۔"

"بات سمجھ میں نہیں آتی۔" حمید نے کہا۔

"کون سی بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"یہی کہ فلم میں روپیہ لگانے والا سامنے نہیں آیا۔"

"اور یہی چیز الجھاوے والی ہے۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر طویل سانس لے کر کہنے لگا۔ "اُسے ہر حال میں سامنے آنا چاہئے تھا۔"

"لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ روپیہ کسی اور کا تھا۔ ہوسکتا ہے وہ رقم بہزاد ہی کی رہی ہو۔"

"غالباً تمہارا حافظہ کمزور ہوگیا ہے۔ یہ بات مجھے تم ہی سے معلوم ہوئی تھی۔ کیا راج گڈھ کے تھانے کی طرف جاتے ہوئے اس نے تمہیں نہیں بتایا تھا کہ وہ تباہ ہوگیا۔ فائنسر کو کیا منہ دکھائے گا۔"

"ہاں کیا تو تھا؟"

"اگر اس کے ذاتی سرمائے سے فلم بن رہی ہوتی تو وہ غلط بیانی سے کیوں کام لیتا۔"

"ارے جناب..... اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے۔"

"لیکن یہ چیز راز نہ رہ سکتی۔ تفتیش کے دوران میں ضرور کھل جاتی۔"

"ہوں.....!" حمید چٹکی بجا کر متفکرانہ انداز میں بولا۔ "سارا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ اس جرم کے الزام سے صاف دامن بچالے گا۔ لہٰذا جرم کر بیٹھا۔ بعد میں اس کے عواقب پر نظر گئی تو بوکھلا گیا۔ اس نے سوچا کہ وہ جکڑ لیا جائے گا اس بار کسی طرح نہ بچ سکے گا۔ لہٰذا اس نے خودکشی کی ٹھانی۔ اسی ارادے سے بالکنی تک آیا..... ہم لوگوں پر نظر پڑی..... اس نے ہمیں لارڈو کے دفتر میں داخل ہوتے دیکھا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق بہت زیادہ نشے میں تھا۔ لہٰذا مزید بہکا۔ اس نے سوچا تنہا کیوں جاؤں۔ محکمہ سراغ رسانی کے اس آفیسر کو بھی کیوں نہ ہم سفر بنایا جائے جس کی صلاحیتوں کے خوف کی بناء پر اس نے خودکشی کا ارادہ کیا ہے۔ یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ پچھلے جن کیسوں کے سلسلے میں اس کی انگلیوں کے نشانات ملے تھے ان کی تفتیش آپ کے سپرد نہیں ہوئی تھی اور شاید یہ بھی نہ ہوتی اگر آپ موقع واردات پر موجود نہ ہوتے۔ ہاں تو اس نے ایک خنجر سنبھالا۔ پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ نشے میں تھا۔ جیسے ہی ہم لارڈو کے آفس سے برآمد ہوئے اس نے آپ پر چھلانگ لگا دی۔"

"ہیئر..... ہیئر۔" فریدی نے میز تھپتھپائی۔ "بریوو..... او۔"

حمید فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھے جارہا تھا۔

"تم ٹھیک اسی نتیجے پر پہنچے ہو جس پر اصل مجرم ہمیں پہنچانا چاہتا ہے۔"

"لع..... لع..... یعنی کہ یہ جو اتنی لمبی چوڑی تقریر میں نے کر ڈالی بکواس تھی۔"

"مائی ڈیئر کیپٹن حمید تمہارا خیال درست ہے۔" فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

"پائپ کا تمباکو ختم ہو گیا ہے..... ورنہ میں بھی بتاتا۔" حمید کھسیانا ہو کر بولا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر حمید نے کہا۔ "آشا کچھ دن میرے ساتھ گذارنا چاہتی ہے۔"

"کیا مطلب.....!" فریدی چونک پڑا۔

"اس پر بڑی پابندیاں ہیں۔ لیکن وہ ایڈونچر کی شائق ہے..... تنہا کہیں نہیں جاسکتی۔ نانی ہر وقت ساتھ رہتی ہے اور دو عدد باڈی گارڈز بھی۔"

"لیکن باڈی گارڈز کیوں حمید صاحب..... خود نانی ہر وقت سر پر مسلط رہتی ہے۔ باڈی گارڈز تو وہی لوگ رکھتے ہیں جنہیں کسی طرف سے اپنے خلاف متشددانہ کارروائیوں کا خدشہ لاحق رہتا ہے۔ ظاہر ہے یہ باڈی گارڈز آشا کو کسی پر عاشق ہونے سے تو باز نہیں رکھ سکتے اور نانی کا یہ رویہ بھی محض اسی خدشے کے تحت ہے کہ کہیں وہ کسی اور کی ہو کر اس کے ہاتھوں سے نہ نکل جائے۔"

"ہاں یہ مسئلہ غور طلب ہے۔"

"معلوم کرو..... لیکن ایسے حالات میں وہ بھلا کچھ دن تمہارے ساتھ کیسے گذار سکے گی۔"

"اس نے ایک بڑی بچکانہ تجویز پیش کی تھی۔" حمید مسکرایا۔ "کہہ رہی تھی کہ آپ لوگ تو میک اپ کے ذریعے صورت بھی بدل سکتے ہیں۔ میرے چہرے پر بھی کیوں نہ وہی آرٹ آزمایئے۔ اس طرح ہم کھلے عام ساتھ رہ سکیں گے۔"

"تجویز تو معقول ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن وہ ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر باہر کیسے آئے گی۔"

حمید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ فریدی اس مسئلہ پر اتنی سنجیدگی سے گفتگو کرے گا۔

"کیا سوچنے لگے۔" فریدی نے پوچھا۔

"کیا آپ اسے پسند کریں گے کہ وہ کچھ دن میرے ساتھ گذارے۔"

"مرضی کے مختار ہو فرزند..... ماشاء اللہ بالغ بھی ہو..... میری پسند یا ناپسندیدگی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا؟"

"خیر ماریئے گولی۔ یہ آشا میری سمجھ میں نہ آسکی۔"

"کچھ دن اس کے ساتھ گذارو..... سمجھ میں آجائے گی۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں۔"

"میرا وقت نہ برباد کرو۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"سنئے تو..... وہ کمل کمار کو چاہتی تھی۔ اس سے مل بیٹھنے ہی کیلئے اس نے یہ شرط پیش کی تھی کہ وہ اسی صورت میں کنٹریکٹ کر سکے گی جب کمل کمار کو پرتھوی راج کا رول دیا جائے۔"

"ہاں تو پھر.....؟"

"لیکن اس کے چہرے سے ذرہ برابر بھی نہیں معلوم ہوتا کہ اسے اس کا غم ہو۔"

"اس دن تو مغموم تھی جب یہ واقعہ پیش آیا تھا۔"

"ہاں اس دن تھی۔"

"اتنا ہی کافی ہے؟"

"کیا مطلب.....؟"

"بھئی میرے محکمے کو اس کی فکر نہ ہونی چاہئے۔"

"اوہ شاید آپ یہ سوچ رہے ہیں وہ خود اس قتل کی ذمہ دار ہے۔ اس سازش میں خود بھی شریک تھی؟"

"یہ اسی وقت سوچا جا سکتا ہے جب خود آشا کے بلٹ پروف ہونے پر یقین کر لیا جائے اور یہ ناممکن ہے..... لہٰذا کوئی احمق ہی یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ بذات خود اس سازش میں شریک تھی یا اسے سازش کا علم تھا۔ تین گولیوں میں سے ایک اس کے بھی لگ سکتی تھی۔"

"پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"یہی کہ اگر تم اس کے ساتھ کچھ دن گذارنا چاہتے ہو تو بھلا مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

"آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں بھئی۔"

"خدا آپ کو بھی ایسے رنگین مواقع عطا فرمائے۔" حمید دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا

اور خود بھی اٹھ گیا۔

* * *

دوسری صبح فریدی ناشتہ کے بعد برآمدے میں بیٹھا اخبار دیکھ رہا تھا کہ کمپاؤنڈ میں ایک کار داخل ہوئی اور اس سے آشا کی نانی اتری۔ اس کے ساتھ تین آدمی اور بھی تھے۔ انہیں وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ دونوں اس کے باڈی گارڈز تھے اور تیسرا کومیڈین مردنگ۔

فریدی اٹھ گیا اور ان کی پیشوائی کے لئے پورچ تک خود گیا۔

"فرمائیے..... کیسے تکلیف کی۔" اس نے آشا کی نانی سے پوچھا۔

"میں بہت پریشان ہوں جناب۔"

"اوہ..... چلئے..... اندر تشریف لے چلئے۔"

وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لایا..... باڈی گارڈز برآمدے ہی میں ٹھہر گئے تھے۔

"تشریف رکھئے..... فرمائیے..... میں آپ کے لئے کیا کر سکوں گا۔"

"آشا رات سے غائب ہے۔"

"اوہ.....!"

"جی ہاں..... وہ باتھ روم میں گئی تھی۔ باتھ روم کا ایک دروازہ باہر بھی کھلتا ہے..... جو کھلا ہوا ملا۔"

"ملنے جلنے والوں کے یہاں بھی دیکھا تھا؟" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں..... تمام دیکھ لینے کے بعد یہاں آئے ہیں..... اب آپ ہی مدد فرمائیے۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"پچھلی رات وہ یہاں آئی تھیں۔" فریدی نے کہا۔

"یہاں آئی تھی۔" نانی نے حیرت سے دہرایا۔

"جی ہاں اور پھر کیپٹن حمید کے ساتھ کہیں چلی گئی تھیں۔"

"کیپٹن حمید کے ساتھ۔"

"جی ہاں..... ٹھہریئے..... میں اُسے بلواتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور میز کے پائے لگے ہوئے پش پر انگلی رکھ دی۔ جلد ہی ایک ملازم اندر آیا۔

"حمید کو بلا لاؤ..... غالباً ابھی سو رہا ہوگا۔ جگا دو۔"

ملازم چلا گیا..... اور وہ سب خاموش بیٹھے رہے۔ دفعتاً مردنگ بولا۔ "میرا خیال ہے ان دونوں کی جان پہچان اُسی دوران میں ہوئی تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ میں ان دونوں کو پہلے بھی کبھی ساتھ دیکھ چکا ہوں؟" فریدی سر ہلا کر بولا

"کب کی بات ہے؟" نانی بول پڑی۔

"یہ یاد نہیں.....!" فریدی نے کہا اور کمرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری ہو گیا۔

کچھ دیر بعد فریدی بولا۔ "یہ باڈی گارڈز تو بہت مہنگے پڑتے ہوں گے۔"

"میں نہیں سمجھی۔" نانی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"آخر آپ نے مسلح باڈی گارڈز کیوں رکھ چھوڑے ہیں۔ کیا آپ کو کسی کی طرف سے تشدد کا خدشہ ہے۔"

"جی ہاں.....!" لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔

"کس کی طرف سے؟ مجھے بتایئے۔ تاکہ آشا کی بازیابی میں مدد ملے۔"

"میں نہیں جانتی..... ایک بار کچھ لوگوں نے اُسے زبردستی اٹھا لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہے تھے۔ اس کے بعد ہی سے میں نے باڈی گارڈز رکھ لیے تھے۔"

مردنگ اس کی یہ بات حیرت سے آنکھیں پھاڑے سنتا رہا تھا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ "غالباً ساری دنیا کے لئے یہ ایک نئی اطلاع ہو۔"

"تو پھر کیا میں اس کا ڈھنڈورہ پیٹ کر بدنامی مول لیتی۔" نانی مردنگ پر الٹ پڑی۔

"ایسا بھی کیا کہ یہ بات اپنے ہمدردوں پر بھی نہ ظاہر کی گئی؟" مردنگ نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"یہاں کوئی کسی کا ہمدرد نہیں ہے۔"

"آپ کو باقاعدہ رپورٹ درج کرانی چاہئے تھی۔" فریدی متفکرانہ انداز میں بولا۔

"جو ہوا سو ہوا..... اب بتایئے میں کیا کروں؟"

"کسی پر شبہ ظاہر کیجئے۔"

"میں یہاں کی انڈسٹری سے تعلق رکھنے والے ہر فرد پر شبہ ظاہر کر سکتی ہوں۔"

"بے چارے مردنگ کو ایسے موقع پر ضرور فراموش کر دینا۔" مردنگ بولا۔

"تم چپ رہو۔ ہر وقت کا بھانڈ پنا اچھا نہیں لگتا۔" وہ اسی طرح پلٹی تھی جیسے اس کا گلا ہی گھونٹ دے گی۔

ٹھیک اسی وقت وہی ملازم کمرے میں داخل ہوا جو حمید کو بلانے گیا تھا۔

"صاحب نہ وہ کمرے میں ہیں اور نہ کہیں اور..... شریف کہہ رہا تھا وہ رات کو واپس ہی نہیں آئے تھے۔ چوکیدار نے بھی یہی بتایا ہے۔" ملازم نے کہا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کہ نانی کو سکتہ ہو گیا ہو۔ پلکیں جھپکائے بغیر فضا میں گھورے جا رہی تھی۔ پھر شاید مردنگ کے کھکارنے پر چونکی تھی۔

پھر اس نے اپنی رانوں پر ہاتھ مار کر کہا۔ "اب کس سے فریاد کروں۔ جب قانون کے محافظ ہی ایسی حرکتیں کرنے لگے۔"

"اگر آپ کو حمید ہی پر شبہ ہے تو آپ اس کے خلاف باقاعدہ رپورٹ درج کرایئے..... وہ اکثر راتوں کو گھر سے غائب رہتا ہے..... ضروری نہیں کہ دونوں نے ساری رات ساتھ ہی گذاری ہو۔ آخر آپ کس بنا پر شبہ کر رہی ہیں۔"

"کیوں نہ کروں..... جب سے یہ واقعہ پیش آیا تھا ہر وقت کوٹھی پر دھرے رہتے تھے۔

"معاف کیجئے گا یہ بات پوچھنا بھول گیا تھا۔"

"ارے رتن پور تک پیچھا کیا تھا اس مردوے نے۔ اب تو بس یہی دعا مانگنی پڑے گی کہ اللہ کسی لڑکی کو خوبصورت بنا کر نہ پیدا کرے۔"

''اور اگر خوبصورت بنا کر پیدا بھی کرے تو جوانی میں چیچک نکل آئے۔'' مردنگ نے ٹکڑا لگایا۔

''حرام زادے تم چپ رہو۔''

''حرام زادے عموماً چپ ہی رہتے ہیں۔ ورنہ پتہ نہیں کتنی داڑھیاں جھلس جاتیں اور کتنے گیروے بستروں میں آگ لگ جائے۔ نانی ڈارلنگ صبر کرو۔''

''مسٹر براہِ کرم خاموش رہئے..... یہ ایک تکلیف دہ سچویشن ہے۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ ''اگر یہ حرکت کیپٹن حمید ہی نے کی ہوگی تو اسے اپنے ہاتھوں ہی سے ہتھکڑیاں پہناؤں گا۔ آپ مطمئن رہئے محترمہ۔''

''آپ پتہ نہیں کب پہنائیں گے ہتھکڑیاں۔ اگر اس عرصہ میں انہوں نے شادی کر لی تو؟''

''تب البتہ میں کچھ نہ کر سکوں گا۔ قانون ہی مجبور ہو جائے گا۔ غالباً مس آشا بالغ ہو چکی ہیں۔''

''ہیئر لائیز دی پوائنٹ۔'' مردنگ ران پر ہاتھ مار کر بولا۔

''لیکن میں چین سے نہیں بیٹھنے دوں گی۔'' وہ دہاڑتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

مردنگ بھی اٹھا۔ لیکن فریدی نے بڑھیا کی نظر بچا کر اسے ٹھہرنے کا اشارہ کیا۔ اس نے بھی سر کو جنبش دی اور بوھیا سے بولا۔ ''اس دوڑ دھوپ نے مجھے بُری طرح تھکا دیا ہے..... میں کچھ دیر یہاں بیٹھوں گا۔ کیوں کرنل صاحب آپ کو تو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔''

''قطعی نہیں..... قطعی نہیں۔'' فریدی نے گہرے خلوص کا مظاہرہ کیا۔

بوھیا مردنگ کو گھورتی ہوئی چلی گئی۔

فریدی اور مردنگ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔ ''کیا آپ بتا سکیں گے کہ بہزاد کو اس فلم کے سلسلے میں کس نے مالی مدد دی تھی۔''

''میں!'' مردنگ نے حیرت سے کہا۔ ''بھلا میں کیا بتا سکوں گا۔''

''اس سلسلے میں مجھے کوئی ڈاکومنٹ نہیں مل سکا۔'' فریدی متفکرانہ لہجے میں بولا۔ ''ا... پروڈکشنز کے حساب میں چار لاکھ جمع کئے گئے تھے۔''

''ہو سکتا ہے..... اس کے اپنے روپے ہوں۔''

''کہیں سے بھی اس کا ثبوت نہیں مل سکا۔ انکم ٹیکس کے ریکارڈ بھی دیکھ لئے گئے ہیں۔''

''دراصل میرے سامنے فائنانس کے متعلق کبھی کوئی تذکرہ نہیں آیا۔'' مردنگ بولا۔

''وقوعے والے دن اس نے ایک عجیب بات بھی بتائی تھی اور ساتھ ہی درخواست کی تھی کہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کیا جائے۔''

''کیا بات تھی۔''

''آشا نے اپنی نانی کے علم میں لائے بغیر معاہدہ کی یہ شرط رکھی تھی کہ ہیرو کا رول کمل کمار کو دیا جائے۔''

''واقعی.....!'' مردنگ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

''یقین کرو..... اس کا تحریری بیان میرے پاس موجود ہے۔''

''کمال ہے..... بہزاد نے کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی اس کی۔''

''فرض کرو..... بوڑھی عورت کو اس کا علم ہو گیا ہو اور اس نے خود ہی کمل کمار کے خلاف ایک سازش مرتب کی ہو۔''

''لیکن خود آشا کے بھی تو گولی لگ سکتی تھی۔''

''تم تین آدمیوں کو ایک گھوڑے پر بٹھا دو..... اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑاؤ..... ان میں سے جس کے لئے بھی کہو گے اسی کو گولی ماروں گا۔ دوسرے کے خراش تک نہ آئے گی اور پھر ہو سکتا ہے.....!''

فریدی مزید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نئے خیال نے ذہن میں سر ابھارا ہو۔ مردنگ استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔

''خیر ہٹاؤ..... ہم صرف بہزاد ہی کی باتیں کریں گے۔ جس دن اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی تھی تم اس کے فلیٹ میں موجود تھے۔''

''جی ہاں..... میں نے کیپٹن حمید صاحب سے اس کے متعلق گفتگو بھی کی تھی۔''

''تم دونوں پیتے رہے تھے۔''

"جی ہاں۔"

"وہ کس قسم کی گفتگو کرتا رہا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ رسمی گفتگو کے علاوہ اور کسی خاص موضوع پر گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ وہ بہت زیادہ پریشان نظر آرہا تھا۔ اسی طرح جی چھوڑ کر پی رہا تھا جیسے ذہن کو سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہ رہنے دینا چاہتا ہو۔"

"کمل کمار کے قتل کا تذکرہ بھی نہیں نکلا تھا۔"

"نہیں جناب۔"

فریدی کچھ دیر خاموش رہا پھر پرتشویش لہجے میں بولا۔ "اگر وہ واقعی کیپٹن حمید کو اپنے ساتھ ہی لے گئی ہے تو ہم بڑی دشواریوں میں پڑجائیں گے۔"

"میں بھی یہی عرض کرنے والا تھا۔ بڑھیا بڑی بارسوخ ہے۔ کئی اعلیٰ عہدے دار آشا وجہ سے اس کی بڑی عزت کرتے ہیں۔"

"واقعی..... میں بڑی الجھن میں پڑگیا ہوں۔" فریدی نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھا اب اجازت دیجئے۔" مردنگ اٹھتا ہوا بولا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ کسی سوچ میں گم تھا۔ حتیٰ کہ مصافحہ کے لئے پھیلے ہوئے مردنگ کے ہاتھ کی جانب بھی توجہ نہ دی اور وہ کھسیانے انداز میں باہر چلا گیا۔

جال

ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ حالانکہ آواز فریدی کے کان تک بھی پہنچی تھی لیکن وہ آرام کرسی پر نیم دراز سگار کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ لان میں بیگل کتیا کے چھوٹے چھوٹے پلے خوش فعلیاں کر رہے تھے۔

"فون ہے جناب۔" اندر سے ایک ملازم نے آکر کہا۔

"کون ہے بھئی۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "ان بچوں کو دیکھنا حوض کی طرف نہ جانے پائیں۔"

لائبریری میں A کر اس نے ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو.....!"

"کون صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"فریدی.....!"

"آداب کرنل صاحب..... میں شمبھو بول رہا ہوں۔ شمبھو سیٹھ۔"

"معاف فرمایئے گا۔ میں نے اب بھی نہیں پہچانا۔"

"لارڈو کا پروپرائٹر..... آپ کے ایک ماتحت آفیسر مجھ سے مل چکے ہیں۔"

"اوہ..... اچھا فرمایئے۔"

"وہ مجھ سے فلم ڈائریکٹر..... کیا نام تھا اس کا..... جی وہ اس فلم ڈائریکٹر کے متعلق پوچھ گچھ کررہے تھے جس نے شاید آپ لوگوں پر حملہ کیا تھا۔"

"جی ہاں شائد اس نے پوچھ گچھ کی تھی پھر......!"

"پھر..... یہ کہ میں بڑی الجھن میں پڑگیا ہوں کرنل صاحب..... انہوں نے مجھے ڈائریکٹر کی جو تصویر دکھائی تھی وہ حکیم لاڈلے میاں سے مشابہ تھی۔ غالباً انہوں نے آپ کو بتایا ہوگا۔"

"جی ہاں بتایا تھا۔"

"وہ جو شاہد تھا نا..... حکیم لاڈلے میاں نے جسے میرے پاس ملازم رکھایا تھا۔"

"کون شاہد۔" فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اوہ اچھا آپ کی فرم کا وہ آدمی جو پچھلے سال قتل کردیا گیا تھا۔"

"جی ہاں..... جی ہاں..... کرنل صاحب اس نے لارڈو میں فلم سے متعلق بھی ایک شعبے کا اضافہ کیا تھا۔"

"لارڈو..... میں فلم کا شعبہ۔" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں کرنل صاحب..... اکسٹرا اداکاروں کی فراہمی کرتا تھا یہ شعبہ۔"

''آپ کی لائن سے قطعی الگ چیز تھی۔''

''جی ہاں اب میں اسی وجہ سے الجھن میں پڑ گیا ہوں۔''

''میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں الجھن کی کوئی بات ہو؟'' فریدی نے کہا۔

''صاحب میری راتوں کی نیند اڑ گئی ہے اس معاملے پر سوچ بچار کرتے۔ جب مجھے آپ کے ماتحت آفیسر نے اس ڈائریکٹر کی تصویر دکھائی تو میں اسی وقت چکر میں پڑ گیا تھا۔ بالکل لاڈلے میاں..... صرف مونچھ ڈاڑھی کا فرق تھا۔ پھر مجھے خیال آیا کہیں میرے ساتھ کوئی فراڈ نہ کیا گیا ہو..... لہٰذا میں نے رتن پور میں پوچھ گچھ کرائی اور تب مجھے معلوم ہوا کہ میرے ساتھ سچ مچ فراڈ کیا گیا تھا۔ حکیم لاڈلے میاں تو دس سال پہلے مر چکے تھے۔ کرنل صاحب یقین کیجئے کہ اس آدمی نے لاڈلے میاں کا روپ دھار کر مجھے دس بارہ ہزار کی چوٹ دی ہے۔''

''اور آپ اُسے بہزاد کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے۔''

''ہرگز نہیں جناب..... ہرگز نہیں۔''

''حالانکہ وہ آپ کے دفاتر کے اوپر ہی والے فلیٹ میں رہتا تھا۔''

''دفاتر سے مجھے ذاتی طور پر یوں بھی کوئی سروکار نہیں رہتا۔ ہفتے میں ایک بار کسی وقت دو تین گھنٹوں کے لئے جاتا ہوں اور اس وقت میرے یا میری سیکریٹری کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوتا۔ میں انتہائی بدنصیب آدمی ہوں جناب..... آدمیوں میں بیٹھنے کے قابل نہیں۔''

اس کی آواز گلوگیر ہوگئی تھی اور شاید فریدی نے سسکیاں بھی سنی تھیں۔

''مجھے علم ہے..... مگر یہ ہوا کیسے تھا۔ گندہ دہنی ایک بیماری ہوتی ہے۔ لیکن لاعلاج نہیں۔ لیکن آپ کا کیس حیرت انگیز ہے۔ اتنی شدید بدبو کہ پورے کمرے میں گونجتی رہے۔''

''اگر منہ سے کپڑا ہٹادوں تو شاید کوئی میرے قریب ٹھہر بھی نہ سکے۔''

''کیا یہ مرض پیدائشی ہے۔''

''جی نہیں..... پچیس سال کی عمر تک میں بالکل ٹھیک تھا۔ بس ایک حادثے کے تحت ایسا ہوا۔''

''کیا آپ مجھے بتانا پسند فرمائیں گے۔''

''کیوں نہیں۔ ضرور..... ضرور..... میں کیا عرض کروں آپ کے گھر کی فضا ناپاک کرنا نہیں چاہتا۔ ورنہ خود ہی حاضر ہوتا۔''

''کوئی بات نہیں..... میں خود ہی ملوں گا کسی دن آپ سے..... ہاں تو وہ حادثہ۔''

پچیس سال کی عمر میں ایڈونچر کا شوق بھی مجھے ساری دنیا میں لئے پھرا تھا۔ برازیل کے جنگلوں میں یہ حادثہ پیش آیا۔ شکار کھیلتے ہوئے ہم کوئی ایسی جگہ تلاش کرتے پھر رہے تھے جہاں شب بسری کے لئے چھولداریاں لگائی جاسکیں۔ صبح سے شکار نہیں ملا تھا اور ہم سب بھوکے تھے۔ دفعتاً مجھے ایک درخت نظر آیا جس میں سیب کی شکل کے پھل لگے ہوئے تھے۔ میں نے درخت پر پتھراؤ کیا۔ کچھ پھل گرے..... اور میں وہیں بیٹھ کر انہیں کھانے لگا۔ میرے ساتھی پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں کچھ وہیں کے قدیم باشندے بھی تھے۔ دفعتاً قدیم باشندوں میں سے ایک بوڑھا شور مچاتا ہوا میری طرف دوڑا اور دوسرا پھل جو آدھا کھایا جاچکا تھا میرے ہاتھ سے چھین کر پھینک دیا۔ بڑا غصہ آیا۔ لیکن اتنی دیر میں بقیہ لوگ بھی پہنچ گئے۔ بوڑھا ریڈ انڈین ابھی تک اسی جوش وخروش کے ساتھ کچھ کہے جارہا تھا۔ دفعتاً وہ آدمی آگے بڑھا جو ہمارے درمیان مترجم کے فرائض انجام دیتا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ پھل زہریلے ہوتے ہیں۔ بوڑھا کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے اس سے پہلے بھی کوئی پھل کھایا ہے تو اب خیر نہیں اگر تم زندہ بچ بھی گئے تو بے کار ہوکر رہ جاؤ گے۔ یقیناً میں اس سے پہلے ایک پورا پھل کھاچکا تھا اور دوسرا پھل بھی آدھا تو میرے پیٹ میں جا ہی چکا تھا۔''

''مزہ کیسا تھا پھل کا.....!'' فریدی نے پوچھا۔

''مٹھاس کسی قدر تلخی لئے ہوئے تھی۔ لیکن میں بری طرح بھوکا تھا۔ چونکہ اس کی بو بھی سیب ہی کی سی تھی اس لئے میں نے سوچا شاید ادھر سیبوں کا ذائقہ ایسا ہی ہوتا ہو۔ بہرحال ایک گھنٹے بعد مجھے شدید بخار ہوگیا۔ بوڑھا انڈین میرے لئے جنگلی جڑی بوٹیاں تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس بے چارے سے جتنا بن پڑا کرتا رہا تھا۔ میری حالت بگڑتی ہی رہی۔ بخار تو دوسرے

دن کم ہوگیا تھا لیکن پورا جسم مواد بھرے پھوڑے کی طرح دکھتا تھا اور پھر میرا جسم سڑنے لگا کسی نہ کسی طرح ہم کوئیٹو پہنچے تھے اور مجھے ایک ہسپتال میں داخل کر دیا گیا تھا۔ سارے جسم سے ایسی بدبو پھوٹتی تھی کہ مجھ سے سو گز کے فاصلے سے بھی گذرنا دشوار محسوس کیا جاتا تھا۔ علاج ہوتا رہا تھا۔ پر ہم کوئیٹو سے شمالی امریکہ پہنچے جہاں نیویارک کے ایک بہت بڑے ہسپتال میں مجھے داخل کر دیا گیا۔ دو سال تک میں وہیں تھا۔ بمشکل تمام وہاں کے ڈاکٹر میرے مرض پر قابو پاسکے تھے۔ یعنی جسم کا سڑنا رک گیا تھا۔ تقریباً تین سال لگ گئے اور میں چلنے پھرنے کے قابل ہوا لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد ایک ٹانگ بالکل بے کار ہوگئی اور میرے ہونٹ ایسے ہی ہوگئے جیسے سؤر کی تھوتھنی ہوتی ہے۔ ہونٹوں کا ورم آج بھی قائم ہے اور وہ گوشت کے لوتھڑے معلوم ہوتے ہیں..... سرخ..... بالکل ایسا ہی لگتا ہے جیسے گوشت پر سے ابھی ابھی کھال اتار دی گئی ہو۔ یہ تو خیر کوئی ایسی بات نہیں۔ لیکن یہ بدبو..... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح اپنے جذبات کا اظہار کروں۔ دنیا کی کوئی عورت مجھے ہمیشہ کے لئے قبول کرنے پر تیار نہیں ہو سکتی اور اپنی اس کمزوری کی بناء پر میں شاہد کے کہنے میں آ گیا تھا۔ یعنی یہ ایکسٹرا لڑکیوں کا فلمی کاروبار..... اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس طرح میری زندگی بھی جنسی آسودگی پاسکے گی۔ کاش میں اس کے چکر میں نہ آیا ہوتا۔ اب سوچتا ہوں کہیں یہ فلم ڈائریکٹر..... یعنی کہ حکیم لاڈلے میاں کا رول ادا کرنے والا کوئی ایسی حرکت نہ کر گیا ہو جس سے میرے مستقبل پر بُرا اثر پڑے۔"

فریدی نے طویل سانس لی اور بولا۔ "یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ بہزاد لاڈلے میاں کا رول ادا کر رہا تھا اور اس سے بڑی حد تک مشابہہ بھی تھا۔ شاہد کو اسی نے ملازمت دلوائی تھی اور پھر شاہد قتل کر دیا گیا تھا۔ یقیناً یہ چیز کسی حد تک آپ کے لئے الجھن کا باعث بن سکتی ہے۔"

"پھر میں کیا کروں..... کیا کروں۔ ابھی تک اس بدبو نے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہنے دیا تھا۔ کیا اب لوگ میرا نام بھی سننا پسند نہ کریں گے۔"

"آپ فکر نہ کیجئے۔" فریدی نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "ویسے میں ابھی کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکا لیکن آپ کے لئے پوری کوشش کروں گا۔"

"شکریہ جناب..... تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔"

فریدی نے اس وقت تک ریسیور کریڈل میں نہیں رکھا جب تک کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز نہیں سنائی دی۔

ایگل بیچ کی ایک خوشگوار رات تھی۔ ساحل کے قریب والا اوپن ایئر ہوٹل گھنا آباد تھا۔ مائیکروفون سے مدھم سروں میں انگریزی موسیقی منتشر ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی کھنکتے ہوئے سریلے قہقہے بھی فضا میں گونج اٹھتے۔

کیپٹن حمید نے اپنے سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی سے کہا۔ "کہو کیسی ہے یہ زندگی۔"

"بہت حسین..... بے حد شاندار..... میں اب تک اس کے لئے ترستی رہی تھی..... تم بہت اچھے ہو کیپٹن۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہاری نانی بھی اس میک اپ میں تمہیں نہ پہچان سکے گی۔"

"یہ تمہارے چیف بھی کمال کے آدمی ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ نانی بھی مجھے نہ پہچان سکیں گی۔"

"اور وہ مردنگ بھی..... جو کسی سعادت مند کتے کی طرح تمہارے پیچھے لگا رہتا ہے۔"

"ارے وہ مسخرہ..... جی بہل جاتا ہے۔ ہاں وہ بھی نہ پہچان سکے گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے..... لیکن مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہاری نانی نے میرے خلاف رپورٹ درج کرا دی ہے۔"

"تمہارے خلاف.....!"

"رپورٹ تمہاری گمشدگی کی لکھوائی ہے اور شبہ مجھ پر ظاہر کیا ہے۔"

"تم پر کیوں.....؟"

''تمہارے ساتھ میں بھی غائب ہوں نا.....!''

''نانی کو تمہارے غائب ہونے کا کیا علم۔''

''میرے چیف نے بتا دیا ہوگا۔''

''میرے خدا.....انہیں نے تو میک اپ کیا تھا میرا۔''

''تم سمجھی نہیں۔ میں نے ان سے یہ کب کہا تھا کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی جا ہوں۔ اگر یہ کہہ دیتا تو وہ اس پر کبھی تیار نہ ہوتے۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ آشا صاحبہ اپنی زند کی یکسانیت سے بور ہوگئی ہیں۔ کچھ دن تنہا گزارنا چاہتی ہیں مگر نانی کی وجہ سے یہ ناممکن ہے لہٰذا انہوں نے میک اپ کر دیا.....اور مجھ سے کہا کہ تمہیں کچھ دور تک چھوڑ آؤں۔''

''پھر اب کیا ہوگا۔''

''کچھ بھی نہیں.....میں اس میک اپ میں تھوڑا سا اضافہ کر دوں گا۔''

''کیسا اضافہ۔''

''تمہارے مونچھیں لگا کر ٹکٹ لگا دینے کے امکانات پر غور کروں گا۔''

''نہیں..... مذاق نہ اڑاؤ.....سنجیدگی سے سوچو..... میں ابھی گھر نہیں واپس چاہتی.....سچ کہتی ہوں۔ یہ دو چار دن ایسے گذرے ہیں جیسے میں نے دوسرا جنم لیا ہو۔''

''اور مجھے اپنے پچھلے جنم بھی یاد آ گئے ہیں۔''

''کیوں.....؟''

''برداشت کی بھی حد ہوتی ہے.....ارے تم ہر وقت مسکراتی رہتی ہو۔ ہنسے بغیر کوئی با ہی نہیں کر سکتیں۔''

''تو یہ ایسی بُری بات ہے۔''

''بُری سے بدتر.....میری دانست میں وہ عورت ہی نہیں ہے جو دن میں دو چار ناک بھوں نہ چڑھائے۔ ہر اس آدمی کو کاٹنے نہ دوڑے جو اس میں دلچسپی لیتا ہو۔''

''تمہاری منطق میری سمجھ میں نہیں آتی۔''

''فلم اسٹاروں کی منطق بھی میری سمجھ میں نہیں آتی۔''

''ہماری کیسی منطق۔''

''جب تمہارا نام شیریں بانو تھا تو تم نے آشا کیوں اختیار کیا؟''

''اوہ.....!'' سنجیدہ ہو کر بولی۔ ''تم سمجھتے نہیں..... فنکار کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ فن ہی اس کا مذہب ہے۔ وہ نہ ہندو ہوتا ہے اور نہ مسلمان۔''

''یہی منطق تو سمجھ میں نہیں آتی کہ تم دراصل مسلمان ہو اور لوگ تمہیں ہندو سمجھتے ہیں۔''

''کمل کمار بھی مسلمان ہی تھا۔ غالباً پیر بخش نام تھا۔ لیکن ہندو سمجھا جاتا تھا۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ جب فنکار کا کوئی مذہب ہی نہیں ہوتا تو وہ ایسے نام کیوں نہیں اختیار کرتا کہ نام سے اس کے مذہب کا پتہ ہی نہ چل سکے۔ اس سلسلے میں مردنگ کا نام مجھے پسند ہے اسی طرح تمہیں چاہئے تھا کہ اپنا نام سارنگی، ڈگڈگی یا ڈھولک رکھتیں اور کمل کمار تانپورہ، مجیرا یا ڈمرو جیسا کوئی نام اختیار کرتا۔''

''تم سے کون بحث کرے..... بال کی کھال نکالتے ہو۔''

''تم بہت خوبصورت ہو۔''

''ہاں ایسی باتیں کرو۔'' وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ ''تمہارے چیف بہت شاندار ہیں۔ لیکن میں نے انہیں ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا۔''

''اچھا ہی ہوا۔ ورنہ تم میرے لئے کوئی نام تجویز کرنے کی فکر میں پڑ جاتیں۔''

''سچ بتاؤ.....وہ نجی زندگی میں کیسے آدمی ہیں۔''

''ارے تم میرے متعلق مجھ سے کیوں نہیں پوچھتیں۔''

''تمہیں تو کئی دنوں سے دیکھ رہی ہوں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں اداسی تیرنے لگی تھی۔

''ارے ادھر دیکھو.....تم چپ کیوں ہو گئے۔ اب بتاؤ کیا کرنا چاہئے۔ میں گھر واپس نہیں جانا چاہتی۔''

''کب تک.....!''

''جب تک میرا جی چاہے۔''

''تم اپنی نانی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہو۔''

''یہی بات ہے۔لیکن خود میں اتنی ہمت نہیں پاتی کہ اس سلسلے میں کوئی قانونی کارروا
کرسکوں۔''

''سنو.....!'' حمید سنجیدگی سے بولا۔''اگر تم دو چار دن اور غائب رہیں تو سارے ملک
میں تہلکہ مچ جائے گا کیونکہ تم کوئی گم نام شخصیت نہیں ہو۔''

''سوچو تو کتنی سنسنی خیز خبر ہے۔''

''اے محترمہ.....کیا تم مجھے جہنم ہی میں پہنچا دینے کا ارادہ رکھتی ہو۔''

''اوہ تمہارا کوئی کیا بگاڑے گا۔ میں بالغ ہوں.....عدالت میں کہہ دوں گی کہ اپنی خو
سے تمہارے ساتھ گئی تھی اور تمہیں اس پر مجبور کیا تھا۔''

''اور اس کے بعد پھر وہی ٹائیں ٹائیں فش.....!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''کیوں؟ پھر تم کیا چاہتے ہو۔'' آشا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''تم بتاؤ؟ کیا چاہتا ہوں!''

''وہی جو ملک کے لاکھوں آدمی چاہتے ہیں۔'' آشا ہنس پڑی۔

''کیا چاہتے ہیں.....میں نہیں جانتا.....کیونکہ میرا شمار لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں
ہوتا ہے۔''

''شادی.....مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔''

''ہٹو کیسی باتیں کرتی ہو۔'' حمید کسی کنواری لڑکی کی طرح لجا کر بولا۔

''ہے.....ہے.....!'' وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔''تمہاری یہی چیزیں تو قیامت ہیں۔''

''میں چلا جاؤں گا ہاں.....نہیں تو۔''

دفعتاً آشا چونک پڑی اور آگے جھک کر آہستہ سے بولی۔''مردنگ.....تم مت دیکھو!

کی طرف۔''

''بی بی بھی ہیں اور میرے باڈی گارڈز بھی.....اے لو.....وہ ادھر ہی آرہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے.....تم خاموش ہی بیٹھنا.....اگر کچھ پوچھیں بھی تو جواب نہ دینا۔ میں
کہہ دوں گا ایرانی ہیں۔اردو نہیں سمجھتیں۔''

واقعی وہ لوگ سیدھے اسی میز کی طرف آئے۔نانی حمید کو نفرت آمیز نظروں سے گھور رہی تھی۔

''آشا کہاں ہے۔'' اس نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

''میں کیا جانوں؟'' حمید نے حیرت ظاہر کی۔

''وہ کئی دنوں سے غائب ہے اور آخری بار تمہارے ساتھ دیکھی گئی تھی۔''

''اوہ.....وہ.....کئی دن پہلے کی بات ہے۔ بیٹھئے بیٹھئے۔''

''وہ کہاں ہے؟''

''بھئی میں کیا جانوں.....ایک رات وہ میرے پاس آئی تھی اور پھر میں اسے کچھ دور
تک رخصت کرنے گیا تھا۔اپنی گاڑی سے نہیں آئی تھی۔اس لئے ٹیکسی کی تلاش میں، میں بھی
کچھ دور تک اس کے ساتھ چلا گیا تھا؟''

''کرنل فریدی صاحب کا کہنا ہے کہ تم اس رات واپس ہی نہیں ہوئے تھے اور اب تک
گھر نہیں پہنچے۔''

''انہیں شاید اس کا علم نہ ہو کہ میں چھٹی پر ہوں اور جہاں چاہوں اپنی چھٹیاں گذار سکتا ہوں۔''

''بھئی بیکار بات ہے.....'' مردنگ بول پڑا۔''چلتے چلتے تھک گئے۔اب کچھ دیر یہیں
بیٹھو بی بی۔''

''ہاں یہیں بیٹھوں گی۔اس وقت تک بیٹھوں گی جب تک لڑکی کا پتہ نہ چل جائے۔'' وہ
خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔مردنگ نے چوتھی کرسی سنبھالی اور باڈی گارڈ کو ہاتھ کے اشارے سے کوئی
دوسری میز تلاش کرنے کو کہا۔

''آپ کی تعریف کپتان صاحب.....'' مردنگ نے آشا کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے

ہوئے پوچھا۔

''مس رضیہ اسفند یاری.....ایرانی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اردو نہیں سمجھتیں ورنہ تم لو کی گفتگو کی بناء پر مجھے کوئی لفنگا سمجھ کر اٹھ جاتیں۔''

''عیش ہے آپ لوگوں کے بھی۔'' مردنگ نے ٹھنڈی سانس لی۔ حمید نے محسوس کیا وہ آشا کو شبہے کی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

''کیا پئیں گے آپ لوگ۔'' حمید نے پوچھا۔

''اب تو تم مجھے زہر ہی پلا دو۔'' بڑھیا روہانسی ہوکر بولی۔ ''جب قانون کے محافظ لٹیرے بن جائیں تو کوئی کیا کرے۔ کس سے فریاد کرے۔''

''محترمہ آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔''

''خود تمہارے چیف کو تم پر شبہ ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ کچھ تعجب نہیں کیپٹن نے ہی اس پر ڈورے ڈالے ہوں۔ عورتوں کے معاملے میں اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔''

''وہ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ایک اداکارہ اور عام عورتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اداکاراؤں کے معاملے میں مجھ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ کیوں مسٹر مردنگ۔''

''اب میں کیا بتاؤں کپتان صاحب۔ میں نے تو انہیں بہت سمجھایا ہے۔'' مردنگ نے ٹھنڈی سانس لی۔

''میں کچھ نہیں جانتی۔ آشا مجھے واپس ملنی چاہئے۔''

''کیا وہ پہلے بھی کبھی اس طرح غائب ہوچکی ہے۔''

''کبھی نہیں.....کبھی نہیں۔ اگر وہ تم سے ملنے تمہارے گھر گئی تھی تو میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوں کیونکہ اس سے پہلے وہ خود کسی کے گھر نہیں گئی۔''

''ہوسکتا ہے اس بار چلی ہی گئی ہو۔ میرا مطلب ہے میرے علاوہ کسی اور کے بھی گھر گئی ہو۔''

''بی بی اب ختم کرو بھی یہ قصہ۔'' مردنگ بولا۔ ''مجھے پیاس لگی ہے۔''

بڑی مشکل سے انہوں نے پیچھا چھوڑا تھا اور حمید بڑھیا کو کسی طرح بھی باور نہیں کراسکا تھا کہ وہ آشا کا پتہ نہیں جانتا۔ چلتے چلتے بلبلا کر کہہ گئی تھی کہ وہ اسے چین سے نہ بیٹھنے دے گی۔ آشا بعد میں خوب ہنسی تھی اور کہا تھا کہ اس کی نانی کی بے بسی اسے بہت بھلی لگی تھی۔ اس کو اس سے بڑا سکون ملا تھا۔

پھر وہ اینگل بیچ والے ہٹ میں واپس آگئے تھے۔ ویسے حمید محسوس کررہا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جارہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس نے اس سلسلے میں چھان بین کرنے کی زحمت گوارا نہ کی ہو۔

حمید لباس تبدیل کرنے جارہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھالیا۔ ''کیپٹن حمید۔''

''ٹھیک ہے۔'' دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔

حمید نے طویل سانس لی اور ریسیور رکھ دیا۔ آشا دوسرے کمرے میں تھی۔ دونوں الگ الگ کمروں میں سوتے تھے۔

حمید کرسی پر بیٹھ کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ کھڑکی سے خوشگوار ساحلی ہوا کے جھونکے آرہے تھے۔ دفعتاً آشا کمرے میں داخل ہوئی۔

''سنو.....!'' اس نے کہا۔ ''آج اگر ہم دونوں اسی کمرے میں سوئیں تو کیا حرج ہے۔''

''کیوں؟ کیا بات ہے۔''

''مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ مردنگ مجھے شبہے کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ شاید اس نے پہچان لیا ہے۔''

''اوہ.....تو تم مردنگ سے ڈرتی ہو۔''

''ارے اس مسخرے سے کیا ڈرونگی۔ لیکن وہ ہے بڑا اسٹور..... بی بی کو غصہ دلا سکتا ہے۔''

''اب بتا ہی دوں۔ واقعی وہ اس سے نفرت کرتی ہیں کیونکہ وہ انہیں چڑھاتا رہتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اس سے یہ نہیں کہہ سکتیں وہ ہمارے یہاں نہ آیا کرے۔''

"کیا مجبوری ہے؟"

"بی بی کوکین کی عادی ہیں.....اور وہ مردنگ ہی مہیا کرتا ہے۔"

"حیرت ہے.....میں تو فلم آرٹسٹوں کو بہت معصوم سمجھتا تھا۔"

"ہائیں.....ارے اپنے یہاں تو ایک سے ایک بڑھ کر چرسی پڑا ہے۔"

"تم بھی پیتی ہو۔"

"لاحول ولاقوۃ.....میرا بس چلے تو بی بی کو کان پکڑ کر گھر سے باہر نکال دوں۔ ہاں پھر ان باتوں کو میں یہیں سوؤں گی۔"

"چلو..... مان لیا.....لیکن اب تم یہ میک اپ بھی ختم کردو۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اور اگر کسی اور نے بھی دیکھ لیا تو۔"

"ششش..... یہاں کون آئے گا۔ کسی کو کیا پتہ کہ میں یہاں ہوں۔"

کچھ دیر بعد آشا اپنے اصلی روپ میں نظر آئی۔ حمید کہہ رہا تھا۔ "فکر مت کرو۔ کل پھر وہی میک اپ کردیا جائے گا۔"

وہ بے خبر سو رہے تھے۔ لیکن حمید کی آنکھوں میں نیند کوسوں دور تھی۔ سینے تک چادر چت پڑا تھا۔ کبھی کبھی سیاہی مائل ہلکی نیلی روشنی میں آنکھیں پھاڑنے لگتا۔ ساحل کی سمت وال کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے گال سہلاتے گزرتے رہے۔

دفعتاً اُسے ایسے محسوس ہوا جیسے اس نے کسی قسم کی آہٹ سنی ہو۔ لیکن آنکھیں کھلی ہو کھڑکی پر لگی تھیں۔ کھڑکی میں سلاخیں نہیں تھیں..... دفعتاً نیم تاریک آسمان کے پیش نظر ایک سایہ ابھرا اور پھر وہی تاریک سایہ پورے دھڑ سمیت کھڑکی میں داخل ہو گیا۔

روشنی اتنی دھندلی بھی نہیں تھی کہ وہ حمید کو نظر نہ آتا۔ سر سے پیر تک سیاہ پوش چہرے پر آنکھوں کی جگہ صرف دو سوراخ نظر آ رہے تھے۔

وہ اتنی آہستگی سے کمرے میں داخل ہوا تھا کہ ہلکی سی آواز بھی نہیں ہوئی۔ اب حمید نے اس حد تک آنکھیں بند کرلی تھیں کہ پلکوں میں خفیف سے درے رہیں۔ اس نے دیکھا کہ سیاہ پوش کچھ دیر گم سم کھڑے رہنے کے بعد آشا کی مسہری کی طرف بڑھ رہا ہے۔

وہ آشا کے قریب پہنچ کر جھکا۔ چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتے رہنے کے بعد پھر سیدھا ہوگیا۔ اب وہ حمید کی طرف مڑ رہا تھا۔ اچانک حمید کی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی۔ اس نے جیب سے کوئی چیز نکالی تھی اور پھر اُسے دونوں ہاتھوں سے سنبھالنے لگا تھا۔

ٹھیک اسی وقت کھڑکی کی طرف سے آواز آئی۔ "خبردار اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرنا۔ میں تمہیں کور کئے ہوئے ہوں۔"

سیاہ پوش اچھل پڑا اور حمید نے کسی ہلکی چیز کے گرنے کی آواز سنی۔ غالباً وہی چیز تھی جو سیاہ پوش نے اپنی جیب سے نکالی تھی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" حمید فریدی کی ہدایت کے مطابق دوسرے بلب کا سوئچ آن کرنے کے لئے اٹھ رہا تھا۔ اس کے ذہن پر غنودگی کا بھی کسی قدر اثر پہلے ہی سے تھا اس لئے جلدی میں خود اس کی ٹانگیں ایک دوسرے سے الجھ گئیں اور وہ بے تحاشہ سیاہ پوش پر آ رہا۔ دونوں گرے اور سیاہ پوش اس سے اس بُری طرح چمٹ گیا کہ جنبش کرنے کی بھی مہلت نہ دی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اب فریدی فائر بھی نہ کر سکے گا۔

ایک لمحے کے لئے سکوت طاری ہوگیا پھر آشا چیخنے لگی تھی۔ "ارے کون ہے..... یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

پھر شاید اسی نے دوسرا بلب بھی روشن کیا تھا۔ فریدی آگے بڑھا اور سیاہ پوش کی گردن پکڑلی۔

"چھوڑ دو.....!" فریدی غرایا۔ "چپ چاپ ہٹ آؤ ورنہ گلا گھونٹ دوں گا۔"

نقاب پوش کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ کسی مردہ چوہے کی طرح اوپر اٹھتا چلا گیا۔ اس کی

گردن اب بھی فریدی کی گرفت میں تھی۔

"یہ کون ہے..... یہ کون ہے.....!" آشا چیخی۔

دفعتاً نقاب پوش کسی مچھلی کی طرح پھڑکا اور فریدی کے ہاتھ سے اس کی گردن اس طرح نکل گئی جیسے وہ سچ مچ کوئی لیس دار مچھلی ہو۔ پھر ایسے محسوس ہوا جیسے وہ اُڑتا ہوا کھڑکی سے گذر گیا ہو۔ باہر سے کراہ کی آواز آئی۔ کوئی گرا..... اور ایک آواز سناٹے میں گونجی۔ "پکڑو پکڑو"

فریدی بھی جھپٹ کر کھڑکی سے گذر گیا تھا۔

آشا بُری طرح کانپ رہی تھی۔ حمید نے اس پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور خود بھی کھڑکی کی طرف جھپٹا۔

"نہیں..... نہیں۔" آشا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی کمر پکڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے تنہا نہ چھوڑو..... یہ کیا ہو رہا تھا۔ وہ کون تھا۔ وہ کون تھا۔" حمید طویل سانس لے کر مڑا اور اسکے ہاتھ اپنی کمر پر سے ہٹاتا ہوا بولا "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔"

"لیکن کیوں؟ وہ یہاں کیوں آیا تھا۔"

"شاید چوری کرنے۔"

"کیا لے گیا۔"

"کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کی عزت۔" حمید نے جھلا کر کہا۔

وہ تھوک نگل کر رہ گئی اور سہمی سہمی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آ گیا۔ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ حمید نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم بالکل گدھے ہو۔ جب میں نے اسے کور کر رکھا تھا تو لپٹ پڑنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں سمجھا تھا شاید کوئی پردہ نشین خاتون ہیں۔" حمید نے جل کر جواب دیا۔

"بکومت۔"

"جناب عالی..... میں لڑکھڑا کر اس پر گرا تھا..... اتنا احمق نہیں ہوں۔ جلدی میں ٹانگیں الجھ گئی تھیں۔"

"امر سنگھ اور رمیش بھی باہر غالباً اونگھ ہی رہے تھے۔ رمیش کے منہ پر گھونسہ جڑ گیا اور امر سنگھ اتنا تیز دوڑ ہی نہ سکا۔ میں جتنی دیر میں باہر پہنچا اس کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ اوہ..... کوئی چیز گری تھی یہاں اس کے ہاتھ سے۔" فریدی خاموش ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر مسہریوں کے نیچے جھانکنے کے لئے جھکا۔

"اوہ.....!" اس کے منہ سے آسودگی ظاہر کرنے والی آواز نکلی۔ حمید بھی جھکا۔ اس کی مسہری کے نیچے ایک ہائپو ڈرمک سرنج پڑی ہوئی تھی۔ فریدی نے جیب سے رومال نکال کر اس پر ڈال دیا اور پھر رومال سمیت چٹکی سے اٹھاتا ہوا روشنی کی طرف لے گیا۔ سرنج شیشے کی تھی اور اس میں سیاہ رنگ کا کوئی سیال بھرا ہوا تھا۔

"اس نے دستانے نہیں پہن رکھے تھے۔" فریدی نے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

دوسرے دن فریدی اپنے آفس میں حمید سے کہہ رہا تھا۔

"اس بار مجرم چوک گیا..... جائے واردات پر اس بار اس کی انگلیوں کے نشانات مل ہی گئے۔ حمید صاحب۔ اگر وہ سرنج تمہاری مسہری کے نیچے نہ ملتی تو اس بار بھی وہ محکمہ سراغ رسانی کے ہاتھ سے گیا تھا۔"

"آخر وہ ہے کون۔"

"میں جادوگر نہیں ہوں..... ابھی تک کی رپورٹ یہی ہے کہ اس قسم کے نشانات نہ تو مصدقہ نشانات کے فائل میں مل سکے ہیں اور نہ غیر مصدقہ نشانات کے فائل میں اور دوسری

بات سنو..... اس سیال کے تجزیئے کی رپورٹ بھی آ گئی ہے جو سرنج میں بھرا ہوا تھا۔ اس کا
ایک قطرہ بھی تمہارے جسم میں پہنچ جاتا تو تم دوسری سانس نہ لے سکتے۔"

"آخر آپ نے کس بناء پر یہ جال بچھایا تھا۔"

"میرا خیال تھا کہ قاتل ہر اس آدمی کو مار ڈالنے کی کوشش کرے گا جو اس کے اور
کے درمیان آنے کی کوشش کرے گا۔ کمل کمار رقابت کا شکار ہوا تھا۔"

"مگر کارتوسوں پر بہزاد کی انگلیوں کے نشانات ملے تھے۔"

"مشکل کام نہیں ہے۔ تم میرے ایسے دو کارتوس نہایت آسانی سے چرا سکتے ہو جو
میں اپنی پیٹی میں رکھتا ہوں اور پھر یہ تمہارا کام ہے کہ تم ان پر اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑ
بغیر استعمال بھی کر ڈالو۔ سنو..... شاہد کے سینے میں جو خنجر پایا گیا تھا وہ اسی جگہ دوسری بار
گیا تھا۔ وہ بھی لاش کے ٹھنڈی ہو جانے کے بعد..... اس کے کیس کے فائیل میں پوسٹ
کی رپورٹ بھی موجود ہے اور وہی اس حقیقت کا اظہار کرتی ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ
روا روی میں ڈیل کیا گیا تھا۔ کسی نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ جس خنجر سے شاہد قتل کیا
تھا اسے اس کے سینے سے نکال کر اس کی جگہ دوبارہ وہ خنجر گھونپا گیا تھا جس پر بہزاد کی انگلی
کے نشانات تھے۔ اس طرح بقیہ پچھلے کیسوں میں بھی یہی کیا گیا تھا تاکہ پولیس کے ریکارڈ
ایک پراسرار آدمی کی انگلیوں کے نشانات کا اضافہ ہوتا رہے اور پھر جب اصل مجرم یہ دیکھے
آئندہ کسی کیس میں اس کے اپنے پھنس جانے کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں تو بہزاد کو دھکا
کر پولیس کے سامنے کر دے۔ وہ ایسا ہی موقع تھا جب ہم بہزاد کی لاش سے دوچار ہو
تھے۔ کیا تم یہی نہیں چیختے رہے تھے۔ بہزاد نے ہم میں سے کسی کو قتل کرنے کے لئے
چھلانگ لگائی تھی۔ بہر حال وہ سارے پراسرار نشانات مردہ بہزاد کی انگلیوں کے نشانات
گئے تھے۔ چلئے بادی النظر میں کیس ختم ہو گیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ بہزاد نے اپنے چار
کیوں ضائع کر دیئے۔ جب کہ کمل کمار کو بھی اسی طرح چھپ چھپاتے کہیں قتل کر سکتا تھا۔
شاہد کو کیا تھا اور یہ بھی سن لو کہ یہ شاہد بھی کسی زمانے میں آشا کا منظور نظر رہ چکا ہے۔

"زندہ ہوتا تو وہ یہی دلیل پیش کرتا اپنے بچاؤ کے لئے۔" حمید بولا۔

"اور شائد اس قتل کا الزام اس کی نانی کے سر تھوپنے کی کوشش کرتا اور یہی حقیقت بھی
ہے۔ جناب کرنل صاحب۔ وہ اس کی نانی کا کوئی آدمی تھا پچھلی رات۔"

"اسے مت بھولو کہ نانی خود آشا کی موت کا خطرہ نہیں مول لے سکتی۔ ان تینوں گولیوں
میں سے کوئی آشا کے بھی لگ سکتی تھی۔ سنو تم بیک وقت دس گیندیں اس طرح اچھال لو کہ اس
کے درمیان ایک انچ کا بھی فاصلہ نہ ہو..... لیکن تم مجھ سے جس گیند پر بھی نشانہ لگانے کو کہو گے
اسی کے چیتھڑے اڑیں گے۔ دس آدمیوں کو برابر سے دوڑا دو جسے کہو گے اسی کو گراؤں گا۔ لیکن
اگر ان میں سے ایک تمہارا بھائی بھی ہو تو تم مجھے کبھی اپنی مشاقی کا ثبوت پیش نہ کرنے دو گے۔
حالانکہ تم بھی میرے نشانے سے اچھی طرح واقف ہو۔ کیا سمجھے۔"

"کچھ بھی نہیں سمجھا۔"

"قاتل خواہ کیسا ہی قادر انداز کیوں نہ رہا ہو۔ آشا کی نانی اس پر اعتماد نہ کرتی لیکن
قاتل خود اپنی ذمہ داری پر سب کچھ کر گزرتا۔ شعوری طور پر وہ آشا کو بے انداز چاہتا ہے لیکن
اس کے لاشعور میں اس کے لئے بے اندازہ نفرت موجود ہے۔ کیونکہ وہ خود اس کی طرف متوجہ
ہونے کی بجائے دوسروں کو چاہنے لگتا تھا۔ لہٰذا لاشعور کی یہی نفرت اس یقین کی شکل میں شعور
پر منعکس ہوتی ہے کہ اس کی مشاقی صرف کمل کمار ہی تک محدود رہے گی۔ آشا کو کوئی گزند نہ
پہنچے گا۔ حالانکہ بندوق ٹویلو بور تھی۔ جس کے کارتوس کی گولیاں ڈھائی فٹ کے دائرے میں
پھیلتی ہیں۔ ان میں سے کوئی آشا کا بھی کام تمام کر سکتی تھی لیکن اتفاقاً ایسا نہیں ہوا۔"

"جہنم میں جائے..... پتہ نہیں اس کی نانی اس کے ساتھ کس طرح پیش آئی ہو گی۔ وہ تو
اب بھی جانے کے لئے تیار نہیں تھی۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اس کا پارٹ ختم ہو چکا اس ڈرامے میں۔ اب اسے بھول جاؤ۔ کبھی ادھر کا رخ بھی کیا
تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔"

فریدی مزید کچھ کہنے والا تھا کہ فنگر پرنٹ سیکشن کا انچارج کمرے میں داخل ہوا اور کچھ

کاغذات فریدی کے سامنے رکھتا ہوا بولا۔ ''یہ تینوں سیٹ ایک ہی آدمی کی انگلیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''گڈ.....بہت بہت شکریہ۔''

انچارج کے چلے جانے کے بعد فریدی نے فون پر یکے بعد دیگرے کئی نمبر ڈائیل کئے اور ہر نمبر پر یہی کہتا رہا۔ ''مردنگ جہاں بھی ملے فوراً گرفتار کرلو۔''

''مردنگ.....!'' حمید نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

''برخوردار.....!'' فریدی پرمعنی انداز میں مسکرایا۔ ''لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ اس کی گرد کو بھی نہ پاسکیں گے۔ کیونکہ وہ سیرنج پر اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑ گیا ہے۔''

تین دن سے مردنگ کی تلاش جاری تھی۔ لیکن ابھی تک تو وہ ملا نہیں تھا۔ اخبارات میں اس کیس کے متعلق تفصیلات شائع ہوگئی تھیں اور محکمہ سراغ رسانی کی طرف سے اپیل بھی شائع ہوئی تھی کہ ڈائریکٹر بہزاد کو فلم کے لئے مالی امداد دینے والا رضا کارانہ طور پر سامنے آجائے کیونکہ اس سے کیس کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑ سکے گی۔

لیکن ابھی تک کوئی ایسا آدمی بھی سامنے نہیں آیا تھا۔

آشا کی نانی کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے گرد پھرتی تھی۔ ان کی بلائیں لیتی تھی۔ جب سے اپنی تلخ کلامیوں کی معافی مانگتی تھی اور آشا بے حد سنجیدہ ہوگئی تھی۔ اس حقیقت کے اظہار کے بعد پھر تو اس کے ہونٹوں پر ہنسی نہیں دکھائی دی تھی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اب یہ بھی ہاتھ سے گئی۔ دفعتاً اسے شمبھو سیٹھ کی سیکریٹری جینی کا خیال آیا۔ وہ اسے بہت پسند آئی تھی۔ لیکن ایسی نہیں معلوم ہوتی تھی کہ فلرٹ کرنے کا موقع دیتی۔ ا

ب تو اس سے ملنے کے امکانات بھی نہیں رہے تھے۔ کس بہانے سے ملتا۔ وہ سوچ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور ریسیور کان سے لگاتے ہی حمید کی باچھیں کھل گئیں کیونکہ دوسری طرف سے شمبھو سیٹھ ہی بول رہا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ ''کیا کرنل صاحب موجود ہیں۔ خدارا ان سے کہئے.....وہ نسخہ مل گیا ہو تو مجھ پر کرم کریں۔ کہئے تو میں خود ہی حاضر ہوجاؤں۔''

فریدی لائبریری میں تھا۔ حمید اسے ہولڈ آن کرنے کو کہہ کر لائبریری میں آیا۔ پیغام سن کر فریدی بولا۔ ''اس سے کہہ دو ہم خود ہی آرہے ہیں۔''

پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں شمبھو سیٹھ کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوگئے۔ شمبھو تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ کمرہ بدستور بدبو سے گونج رہا تھا اور وہ اپاہجوں والی کرسی پر بیٹھا چندھیائی ہوئی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''آپ یاد کر کے بتائیے.....کیا ان چھلوں پر نیلے رنگ کی چھوٹی چھوٹی چتیاں بھی تھیں۔'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

''جی ہاں.....جی ہاں۔'' وہ سر ہلا کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''گڈ.....!'' فریدی کی آواز میں حمید نے دبا سا جوش محسوس کیا۔ ''اب آپ کا شافی علاج ہوجائے گا۔ ذرا اپنے ہونٹ تو دکھائیے۔''

''آپ مجھ سے اور زیادہ نفرت کرنے لگیں گے۔'' شمبھو نے رقت آمیز آواز میں کہا۔

''مجھے آپ سے ہمدردی ہے شمبھو سیٹھ۔ آپ بہت اچھے آدمی ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہر ماہ ہزاروں روپے خیرات کرتے ہیں اوز اس میں ہندو مسلمان کی تخصیص نہیں کرتے۔''

''ارے میں کس لائق ہوں۔'' شمبھو سیٹھ نے کہتے ہوئے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور حمید نے کراہت کے مارے آنکھیں بند کرلیں۔ سوجے ہوئے ہونٹ سور کی تھوتھنی سے مشابہ تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان پر کی کھال ابھی ابھی اتاری گئی ہو اور ان سے خون ٹپک پڑے گا۔

پھر فریدی کی آواز پر ہی آنکھیں کھلی تھیں جو کہہ رہا تھا۔

''بیٹے مرزنگ.....بڑا شاندار میک اپ ہے۔''

حمید نے اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور دیکھا۔ جو شمبھو سیٹھ کی طرف
ہوا تھا۔

"پھر بھی تم مجھے زندہ گرفتار نہ کر سکو گے۔" پرسکون لہجے میں جواب ملا۔ اس بار حمید
مردنگ کی آواز صاف پہچانی اور اچھل پڑا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "یا تو مجھے دور ہی سے گولی مار دو
قریب آؤ گے تو تمہارے بھی پرخچے اُڑ جائیں گے۔ میں نے کبھی شکست نہیں تسلیم کی۔ د
ملب میں زندہ بھی نہیں رہنا چاہتا۔ کیونکہ جس کے لئے اتنے پاپڑ بیلے تھے وہ اب مجھ سے ا
شدت سے نفرت کر رہی ہوگی۔ پہلے تو میری باتوں پر کم از کم ہنس ہی لیا کرتی تھی اور میر
دل کی کلی کسی طور پر سہی کھلی تو رہتی تھی۔ اب میں جی کر کیا کروں گا۔ تم اس طرح مجھے بے قرار
نہ کرتے تب بھی میں خودکشی تو کر ہی لیتا۔"

"اچھا تو پھر اس وقت کیوں بلایا تھا مجھے۔" فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"بتاتا ہوں..... لیکن پہلے یہ دیکھ لو..... ورنہ ہو سکتا ہے کہ گفتگو کے دوران میں مجھے
خبر سمجھ کر مجھ پر جھپٹ پڑنے کی کوشش کرو" یہ کہہ کر اس نے پیروں میں پڑی ہوئی چا
ہٹائی۔ چھوٹا سا بم رکھا ہوا تھا اور اس کی انگلی اس کے سوئچ پر تھی۔

"ہاں تو کرنل فریدی میں نے تمہیں اس لئے بلایا تھا کہ مرنے سے پہلے فخر کر سکوں کہ
بالآخر میں تمہیں بھی دھوکا دے ہی گیا۔ تم مردنگ سے اتنی دیر تک گفتگو کرتے رہے لیکن ن
پہچان سکے۔ لیکن چونکہ تمہاری صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہوں اس لئے احتیاطاً یہ بم بھی رکھا
تھا۔ میں بہت بڑا آدمی ہوں کرنل فریدی۔ عرصہ دراز سے زندگی کے اسٹیج پر ڈبل رول ادا کر
رہا ہوں۔ بہزاد میرا پارٹنر تھا۔ لیکن صرف میری مردنگ والی شخصیت سے واقف تھا۔ میں نے
بحیثیت مردنگ ہی اسے رائے دی تھی کہ آشا کو نجوگتا بنائے اور وعدہ کیا تھا کہ شمبھو سیٹھ سے
فائننس دلادوں گا۔ اس وقت تک یہ کمل کمار کم بخت بیچ میں نہیں کودا تھا۔ پھر جب مجھے معلوم
ہوا کہ وہ اسی صورت میں معاہدہ کرے گی جب ہیرو کا رول کمل کمار ادا کرے گا۔ آگ لگ گئی
یہ سن کر..... میں نے کہا بلا سے چار لاکھ جائیں لیکن اسے تو ختم ہی کردوں گا۔ کیونکہ اس سے

آشا کی شادی کے امکانات پیدا ہو سکتے تھے۔ ہاں تو وہ میرا دوست تھا۔ ہم دونوں بلیک میلنگ
کرکے بڑھے تھے۔ وہ اپنے حصے کا روپیہ اڑا دیتا تھا اور میں جمع کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اتنی رقم ہوگئی
تھی کہ میں کوئی بڑا کاروبار کر سکوں۔ پھر میں نے شمبھو سیٹھ کی حیثیت اختیار کی۔ جس کا علم اسے
بھی نہ ہونے پایا۔ بلیک میلنگ کے سلسلے میں بہت بڑے بڑے خاندان میرے اب بھی شکار
ہیں جن سے بڑی بڑی رقومات اب بھی وصول کرتا رہتا ہوں۔ جینی میری سیکریٹری اس کاروبار
کی دیکھ بھال کرتی ہے لیکن اسے اس کا علم نہیں۔ وہ تو سمجھتی ہے کہ میرے پاس آنے والے نجی
خطوط میرے رشتہ داروں کے ہوتے ہیں یا ان لوگوں کے جنہیں میں خیرات کے طور پر رقومات
دیا کرتا ہوں۔ ان خطوط میں بظاہر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن خیر سگالی کے جملوں کے درمیان
مخصوص قسم کے اشارے پوشیدہ ہوتے ہیں جنہیں صرف میں ہی سمجھ سکتا ہوں یا میرے شکار۔
میں ان خطوط کے جوابات لکھواتا ہوں..... وہ بھی بظاہر خیر سگالی ہی سے متعلق ہوتے ہیں۔
کرنل فریدی لڑکی کو عدالت میں نہ گھسیٹنا۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔ دنیا میں واحد ہستی جس پر مجھے
رحم آیا ہے اور میں خود کو صرف اسی کے سامنے بے حد ذلیل متصور کرتا ہوں۔ وہ بے چاری
میرے لئے روتی ہے۔ کہتی ہے میں اس سے بھی زیادہ بدبو برداشت کر سکتی ہوں۔ اس سے
پہلے کوئی لڑکی دس پندرہ دن سے زیادہ نہیں ٹکی۔ اوہ میں بہک گیا۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ
بہزاد میرا پارٹنر تھا۔ میں نے کئی خون کئے ہیں۔ تمہاری وہ رپورٹ قطعی درست ہے جو تم نے
اخبارات کو دی ہے۔ واقعی میں نے اُسے قربانی کے بکرے کی حیثیت سے رکھ چھوڑا تھا۔ اس
لئے ہر واردات سے پہلے جائے واردات پر اس کی انگلیوں کے نشانات پائے جانے کا انتظام
کر لیتا تھا۔ اس شام جب تم لارڈو کے دفتر آئے تھے میں اس کے فلیٹ میں موجود تھا۔ وہ نجوگتا
کے غم میں صبح ہی سے پیتا رہا تھا۔ میں نے سوچا بہت اچھا موقع ہے۔ لہٰذا میں تمہاری واپسی کا انتظار
کرتا رہا۔ پھر جیسے ہی تم نظر آئے میں نے اس کے ہاتھ میں خنجر تھما کر تمہارے اوپر دھکیل دیا۔"

"اگر وہ زندہ بچ جاتا..... تب.....!" فریدی نے پوچھا۔

"وہاں سے ہسپتال کے راستے میں کسی نہ کسی طرح اُسے ختم ضرور کر دیتا۔ اب تم بتاؤ کہ

تمہیں شمبھو سیٹھ پر کیسے شبہ ہوا تھا۔"

"بدبو کی وجہ سن کر۔ ساری دنیا میں پائی جانے والی نباتات کے متعلق میری
وسیع ہیں۔ بلاشبہ برازیل کے جنگلوں میں سیب کی شکل کا ایک زہریلا پھل پایا جاتا ہے
اتنا زہریلا بھی نہیں کہ تمہارا سا حال ہوجائے۔ صرف بخار آتا ہے اس کے کھانے
سی پھنسیاں جسم پر نکل آتی ہیں اور رفتہ رفتہ اس کے اثرات زائل بھی ہوجاتے ہیں۔ تم
سے اس پھل کے متعلق سن کر مبالغہ آرائی کی تھی۔ بہرحال میں نے تمہاری سیکریٹری
سے تمہاری انگلیوں کے نشانات حاصل کئے اور بحیثیت مردنگ تم نے اپنی انگلیوں کے
میری کرسی کے ہتھے پر چھوڑے تھے اور بحیثیت نہ معلوم حملہ آور سرنج پر.....!"

"مجھے اپنی کامیابی کا اتنا ہی یقین تھا کہ میں نے دستانے استعمال کرنے کی ضرو
سمجھی تھی۔ اچھا اب پیچھے ہٹ جاؤ.....ہٹو.....!"

"خود کو قانون کے حوالے کردو.....ہوسکتا ہے.....!"

لیکن جملہ پورا ہونے سے قبل ہی ایک دل ہلا دینے والا دھماکہ ہوا اور گہرا دھوا
میں پھیلنے لگا۔ فریدی حمید کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف جھپٹا۔ باہر نکل آیا۔ کا
کھڑکیوں سے گہرا دھواں پھوٹتا رہا۔ وہ سمجھے شاید عمارت میں آگ بھی لگ گئی ہے
نے حمید سے کہا کہیں قریب سے فائر بریگیڈ کے لئے فون کرو۔

کچھ دیر بعد فائر بریگیڈ بھی پہنچ گئی۔ لیکن اب کھڑکیوں سے دھواں نہیں نکل رہا
وہ جھپٹ کر اندر پہنچے۔ اپاہجوں والی کرسی خالی پڑی تھی۔

"اوہ.....دھوکا۔" فریدی دانت پیس کر غرایا۔ "نکل گیا۔"

ساری عمارت چھان ماری۔ لیکن مردنگ یا شمبھو سیٹھ کا کہیں پتہ نہ تھا۔

دوسرے دن اخبارات میں کرنل فریدی کی اس شکست کی داستان بڑی دلچسپی سے

تمام شد

جاسوسی دنیا نمبر 92

ستاروں کی چیخیں

(دوسرا حصہ)

پیش رس

ستاروں کی چیخیں حاضر ہے۔ اب کوشش یہی ہے کہ آپ ہر ماہ میری کم از کم ایک کتاب تو پڑھ ہی سکیں۔

مردنگ کے سلسلے میں بہتیرے حضرات نے مجھے لکھا ہے کہ میں نے یہ اچھا نہیں کیا۔ ایک فلمی کومیڈین اور فریدی جیسے عظیم آدمی کا راستہ کاٹ جائے؟

اس کے علاوہ اور کیا عرض کیا جاسکتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ آپ بھی نہ بھولئے کہ مردنگ ایک کامیاب اداکار تھا۔ پھر وہ اداکاری ہی کیا کہ اُس پر اصل کا دھوکہ نہ ہوجائے۔ مردنگ نے اپنے فن کے جال میں فریدی کو پھانسا تھا۔ اب دیکھئے کہ فریدی کس طرح پلک جھپکتے اُسے قابو میں کرتا ہے۔ دونوں کے میدان الگ الگ ہیں۔ دونوں ہی اپنے اپنے فنون کے مظاہرے میں کامیاب رہے۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ پر یکایک فلمیریا کا دورہ کیوں پڑ گیا ہے۔ جب کہ فلمی دنیا کے متعلق آپ کی معلومات کچی ہیں۔

اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ جتنا کچھ میں نے اس سلسلے میں لکھا ہے بالکل ''پکی'' معلومات کی بنا پر لکھا ہے۔ اگر آپ کو کسی خاص ''معاملے'' میں ''کچا پن'' نظر آرہا ہو تو ضرور لکھ بھیجئے۔ کیونکہ بہتیری باتیں ''شنیدہ'' ہوسکتی ہیں۔ اُن کے ''چشم دید'' ہوجانے کا امکان نہیں۔

ایک صاحب نے انتہائی غصے کے عالم میں لکھا ہے ''آپ ہی جیسے لکھنے والے فلمی دنیا کے متعلق غلط فہمی پھیلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریف گھرانوں کی لڑکیاں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتیں۔''

بھائی آپ خفا کیوں ہورہے ہیں۔ شاید آپ کو اطلاع نہیں کہ سماجی قدریں تیزی سے بدل رہی ہیں۔ آج سے پندرہ بیس سال پہلے شرافت کا جو معیار تھا اُسے آج فلاکت زدگی اور جہالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ''پردہ'' کو لے لیجئے۔ پہلے یہ شرافت اور عالی نسبی کی پہچان تھی۔ آج پردہ نشین خواتین کو یا تو نچلے طبقے سے متعلق سمجھا جاتا ہے یا جاہل.... بہرحال آپ کی مراد برآنے پر بمشکل دس سال اور لگیں گے کیونکہ ابھی ہمارے یہاں کے شریف آدمی آزادانہ صنفی اختلاط کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کسی قدر ہچکچاتے ہیں۔ صرف دس سال اور صبر کیجئے۔ یہ خلیج بھی حائل نہ رہے گی۔ پھر ہوں گے آپ کے پو بارہ۔ لائیے ہاتھ اسی بات پر۔

لیکن آخر یہ تو بتائیے پچھلے ناول میں آپ کو ایسی کون سی بات نظر آئی تھی جس کی بناء پر آپ کو خدشہ لاحق ہوا کہ اُسے پڑھ کر شریف گھرانوں کی لڑکیاں آپ کی فلمی دنیا کی طرف متوجہ ہونا ترک کردیں گی۔

والسلام

۲۲ر دسمبر ۶۴

بیہوشی

رمبا کے لئے موسیقی شروع ہوتے ہی کیپٹن حمید کے پیر فرش پر تال دینے لگے....

میز پر تنہا تھا۔

تنہا تھا لیکن مایوس نہیں۔ ہر چند کہ اُس نے تہیہ کرلیا تھا کہ اب لڑکیوں کے
دوڑے گا لیکن اس میں کیا مضائقہ تھا کہ کوئی لڑکی خود ہی دوڑتی ہوئی اسکی طرف آتی
نقطہ نظر سے لڑکیوں کے پیچھے دوڑنا بُری بات سہی لیکن اگر کوئی لڑکی خود ہی قریب آ
اُسے تھپڑ مار کر بھگا دینگے۔ چلئے خود نہ کیا اظہار عشق اگر کوئی لڑکی ہی پہل کر بیٹھی تو کیا
یہ کہیں گے۔ ارے ناشدنی تیرے باپ بھائی نہیں ہیں۔ کیا جو تو آتی ہے ہم سے دل لگا

وہ سوچ رہا تھا۔ مصیبت تو یہ ہے کہ مرد کو موردِ الزام ٹھہرانے والے دنیا کی سب
عورت کا کارنامہ بھول جاتے ہیں۔ ارے مرد تو شروع ہی سے بدھو رہا ہے۔ بھئی حد
پن کی۔ حکم خداوندی ایک طرف اور عورت کی نگاہ التفات ایک طرف۔ البتہ شیطان
تھا۔ جانتا تھا جسے سجدہ کرنے کو کہا جا رہا ہے اُس میں ایک عورت بھی پوشیدہ ہے۔ اللہ

نکھیں بند کر کے طوقِ لعنت قبول کرلیا۔

"شیطان۔" حمید نے طویل سانس لی اور چونک پڑا۔ ایک معمر آدمی سامنے والی کرسی کی
ت گاہ پر ہاتھ ٹیکے کھڑا عجیب نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

بوڑھے کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"تمہاری اجازت کے بغیر۔" اُس نے کہا اور کرسی پیچھے کھسکا کر بیٹھ گیا۔

عجیب چہرہ تھا۔ پہلی نظر میں بوڑھا ہی معلوم ہوتا تھا لیکن آنکھوں کو بغور دیکھنے پر ایسا لگتا
یسے کوئی شوخ اور کھلنڈرا بچہ کسی نئی شرارت کی فکر میں ہو۔ برف جیسے شفاف بالوں کی چھاؤں
ں وہ آنکھیں بڑی عجیب لگ رہی تھیں۔

حمید سختی سے ہونٹ بھینچے اُسے گھورتا رہا۔

رقص کا دوسرا دور شروع ہو چکا تھا۔

"کیا میرا اس طرح بیٹھنا ناگوار گذرا ہے؟" اُس نے مسکرا کر پوچھا۔

"مقصد بیان کرو۔" حمید لاپروائی سے بولا۔

"میں نے سوچا شائد تم اکیلے ہونے کی وجہ سے بوریت محسوس کر رہے ہو۔"

"اب اور بھی بڑھ گئی ہے۔"

"بوڑھے نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "دل جلے معلوم ہوتے ہو۔"

حمید نے ایسی نظروں سے اُسے دیکھا جیسے کہنا چاہتا ہو۔ "جاتے ہو یا اٹھا کر پھینک دوں۔"

"بُرا مان گئے۔" بوڑھے نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔

بالکل ایسا ہی لگا جیسے وہ کسی روٹھے ہوئے بچے سے ہم کلام ہو۔

"جاؤ..... کیوں کان کھا رہے ہو۔" حمید ہاتھ جھٹک کر بولا۔

"ارے تم تو واقعی بُرا مان گئے۔"

"نشے میں ہو؟" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"بُری بات۔ میں تم سے عمر میں بہت بڑا ہوں۔" وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

حمید نے سوچا یوں نہ مانے گا۔ یقیناً اتنی زیادہ پی گیا ہے کہ بڑھاپے نے ماضی کی طر
چھلانگ لگا دی ہے۔ وہ چند لمحے مضحکانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ ''اور
گے۔''

''اچھا تو واقعی تم یہی سمجھ رہے ہو کہ میں نشے میں ہوں۔''

حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

''مجھے تو تمہاری حالت پر رحم آیا تھا۔'' بوڑھے نے کہا۔

''اچھا.....آ.....آ.....!''

''یقیناً..... جوان ہو..... خوشرو ہو..... صاحب حیثیت بھی معلوم ہوتے ہو۔ پھر بھی ا
میز پر تنہا..... اُدھر یہ عالم ہے کہ سڑے بسے آدمی بھی کسی نہ کسی کے ساتھ رقص کر رہے ہیں۔''

''میں برہم چاری ہوں۔'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اور یہاں تپسیا کر رہے ہو۔'' وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

''نہیں کسی ایسی ہستی کا منتظر ہوں جو مجھے کسی پری خانے کا پتہ بتا دے۔''

''اوہو.....!'' بوڑھا اُسے گھورتا ہوا غصیلی آواز میں بولا۔ ''تو تم مجھے لڑکیوں کا دلال
رہے ہو۔''

''ہرگز نہیں..... تم تو رحمت کے فرشتے ہو۔''

''یہ رہا میرا کارڈ۔'' وہ جیب سے اپنا تعارفی کارڈ نکال کر میز پر پٹختا ہوا بولا۔ ''تم
سمجھتے ہو؟''

حمید نے منہ پھیر لیا..... لیکن وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ ''نہیں..... دیکھو.....
دیکھو..... تم شائد سمجھتے ہو کہ میں تمہیں نہیں پہچانتا۔''

''مجھے پہچانتے ہو۔'' حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا اور پھر اُس نے اس کے کا
پر بھی نظر ڈالی۔

تب اُسے یاد آیا کہ اس کا چہرہ اُسے جانا پہچانا سا کیوں معلوم ہو رہا تھا۔

یہ ایک مشہور بزنس مین اور کرکٹ کا پرانا کھلاڑی راجن بابو تھا۔

''بھئی معاف کیجئے گا۔'' حمید ہنستا ہوا بولا۔

''تم کیپٹن حمید ہی ہو نا۔''

''اس میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں۔''

''مجھے دراصل تم سے ایک کام ہے۔''

''فرمائیے..... مجھے بے حد خوشی ہوگی اگر آپ کے کسی کام آسکوں۔''

''میرا سر پھاڑ دو۔'' اُس نے سنجیدگی سے کہا۔

حمید ہنس پڑا۔

''میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں صاحبزادے۔''

''پھر مجھے دوبارہ کہنا پڑے گا کہ آپ ضرورت سے زیادہ پی گئے ہیں۔''

''خدا کے لئے سنجیدگی سے سنو۔'' اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اور پھر حقیقتاً حمید کو چونکنا پڑا۔ اُس کی دانست میں کچھ دیر پہلے والی بکواس تو ایکٹنگ
ہوسکتی تھی لیکن اب؟

اُس نے بغور اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''فرمائیے..... میں بالکل سنجیدہ ہوں۔''

''ضرورتاً تمہیں میرا سر پھاڑ دینا چاہئے۔'' راجن بولا۔ ''سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں اس
وقت اپنے خیالات کا اظہار کن الفاظ میں کروں کہ تم میرے مافی الضمیر سے آگاہ ہو جاؤ۔''

''خیر چلئے..... ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔''

''کیا سمجھ گئے۔''

''کس وجہ سے آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا سر پھٹ جائے۔''

''بالکل..... لیکن وعدہ کرو کہ وجہ معلوم کر کے تم ہنسو گے نہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے.....!'' راجن کچھ دیر بعد بولا۔ لیکن جملہ پورا کئے بغیر ہی

خاموش ہوگیا۔

"کہئے..... کہئے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کس طرح کہوں..... تم کیا سمجھو گے۔"

"مجبوری ہے۔" حمید خشک لہجے میں بولا۔ "کس طرح یقین دلایا جائے۔"

"ہوں اچھا دیکھو۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ مجھے بیہوشی کی حالت میں میرے گھر پہنچا دو تو تم کیا سوچو گے۔"

"کچھ بھی نہیں۔" حمید مسکرایا۔ "میں آپکی زندہ دلی کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں۔"

"لیکن یہ مذاق نہیں ہے۔ میں مرجانے کی حد تک سنجیدہ ہوں۔"

"تو کہئے نا۔"

"زخمی ہوکر بظاہر بیہوشی کے عالم میں گھر جانا چاہتا ہوں۔"

"زخمی ہوئے بغیر بھی آپ بیہوش ہو سکتے ہیں۔"

"تو پھر کرو نا کوئی تدبیر.....؟"

"ظاہر ہے کہ اس سے پہلے وجہ جاننا چاہوں گا۔"

"بتاتا ہوں..... کچھ پیو گے۔"

"نہیں..... شکریہ۔"

"میں پیوں گا۔"

حمید نے اشارے سے ویٹر کو بلایا۔ راجن نے اُس سے کہا۔ "بوربن..... برف اور آرنج جوس کے ساتھ۔"

ویٹر کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر راجن بڑبڑایا۔ "یہ خوف نہیں ہے۔ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ہرگز نہیں..... میری ساری زندگی حادثات اور کارناموں سے ہے..... لیکن میں..... میں ایسے حالات میں اُس کا سامنا نہیں کرسکتا۔"

"کس کا.....؟" حمید نے پوچھا۔

"بیوی کا.....؟" وہ سر اٹھا کر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

حمید کو ہنسی آ گئی۔

"دیکھو دیکھو.....!" وہ بُرا مان کر بولا۔ "تم ہنس رہے ہو۔"

"میری کمزوری ہے..... لفظ بیوی پر مجھے ہنسی آ جاتی ہے۔"

"وہ کیوں؟" راجن کا لہجہ غصیلا تھا۔

اتنے میں ویٹر بوربن اور آرنج جوس لے آیا۔

حمید کہہ رہا تھا۔ "حقیقتاً یہ لفظ میں بی ہائیو[1] تھا جسے ہم لوگوں نے اردو میں بیوی بنا ڈالا۔"

"بہت شیطان ہو۔" راجن اُسے تھپڑ دکھا کر بولا اور خود بھی ہنسنے لگا۔

"بہرحال میں سنجیدہ ہوں۔" حمید نے کہا۔

"اب تم نے شہد کی مکھیوں کے چھتے والی بات چھیڑی ہے۔ تو سن لو کہ وہ میرے لئے مکھی ہی ہے۔ میں اُس سے ڈرتا نہیں ہوں۔ لیکن وہی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ..... زبان تھکنے کا نام ہی نہیں لیتی اور میں سوچتا رہتا ہوں یا خدایا تو اس کی زبان بند کردے یا مجھے ہی ابدی نیند سلادے۔"

حمید خاموشی سے اُس کی بیوی کے متعلق سوچتا رہا اور کیوں نہ سوچتا جب کہ اُسے اس کی بیوی ہی کے توسط سے پہچانا تھا۔ ایک بار کہیں ایک بڑی شوخ چنچل اور زندگی سے بھرپور لڑکی نظر آئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس کی رگوں میں خون کی بجائے سیماب رواں ہو۔ حمید نے ٹھنڈی سانسیں بھری تھیں اور اُس کا ساتھی بولا تھا۔ "مایوس ہو جاؤ..... شادی شدہ ہے۔" پھر اُس نے راجن بابو کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا۔ "وہ رہا شوہر بھی۔"

حمید نے جھلا کر کہا تھا۔ "میں ایسے معاملات میں مذاق نہیں پسند کرتا۔"

"عام طور پر لوگ اُسے اُس کی بیٹی ہی سمجھتے ہیں۔"

پھر کچھ دیر بعد حمید کو اُس کی بات پر یقین آ گیا تھا۔ لیکن وہ عورت اُس کے ذہن میں

[1] شہد کی مکھیوں کا چھتہ

ایک انجانی سی خلش چھوڑ گئی تھی۔

''تم کیا سوچنے لگے۔'' راجن نے کچھ دیر بعد کہا۔

''کک ..... کچھ نہیں۔'' حمید چونک کر بولا۔ ''میں پوری طرح سمجھ گیا۔ محترمہ اتنی را
گئے تک باہر رہنے پر جراغ پا ہوں گی۔ اس لئے آپ چاہتے ہیں کہ غصہ آنے سے پہلے ہی
بوکھلا جائیں اور آپ سکون سے رات بسر کرسکیں..... کیوں؟''

''بالکل یہی۔'' وہ میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''واقعی تم اپنے عہدے اور پیشے کے
موزوں ترین آدمی ہو کیپٹن..... خیر اب میں تمہیں پوری بات بتادوں۔ بیوی نے کہا تھا کہ ا
کے بیمار بھائی کی مزاج پرسی کر آؤں۔ سرِ شام کی بات ہے۔ میں گھر سے نکلا۔ راستے میں
لڑکیاں مل گئیں..... ادھر کھینچ لائیں۔ تمہارے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھ رہا ہوں
ہونہہ..... شروع ہی سے لڑکیاں میرے گرد چکراتی رہی ہیں۔ اس بڑھاپے میں بھی یہی حا
ہے۔''

وہ خاموش ہو کر فخریہ انداز میں حمید کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''کئی شادیاں کر
ہوں۔ کوئی بیوی آٹھ دس سال سے زیادہ زندہ نہ رہی۔ یہ بیوی..... کیا سمجھتے ہو۔ کیا عمر ہو
اس کی۔''

''بھلا میں کیا عرض کرسکتا ہوں۔''

''صرف بائیس سال..... اور وہ خود ہی میری طرف جھکی تھی۔''

''ماشاء اللہ.....!''

''لیکن میں اُس کی نہ رکنے والی زبان سے نالاں ہوں۔''

''پھر میرے لئے..... کیا حکم ہے؟''

''جیسے کہا ہے اُسی طرح میرے گھر پہنچا دو۔''

''ایسے آدمی کا سر پھاڑنا میرے بس سے باہر ہے۔''

''تو میں یونہی بیہوش بنا جاتا ہوں۔ لیکن تم نمی سے کہو گے کیا.....!''

''یہی کہ دو لڑکیوں نے انہیں روک لیا تھا۔''

''کیا.....؟'' وہ دہاڑا۔

''اوہ..... مطلب یہ کہ..... یہ بھی آپ ہی بتایئے۔''

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''کہہ دینا گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی ملی تھی
اور یہ اسٹیئرنگ پر سر ڈالے بیہوش پڑے تھے۔''

''اگر انہوں نے پوچھا کہ ہسپتال لے جانے کی بجائے گھر کیوں لے آئے تو..... اور پھر
تمہیں گھر کا پتہ کیونکر معلوم ہوا۔''

''میں کوئی گم نام آدمی تو نہیں..... تم مجھے پہلے سے جانتے تھے۔'' راجن نے لاپروائی
سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

حمید نے سوچا چلو اچھا ہی ہے۔ اس طرح نمی سے جان پہچان بھی ہوجائے گی اور وہ
راجن کی خیریت دریافت کرنے کے لئے اُس سے دوبارہ بھی مل سکے گا۔

بل کی قیمت ادا کر کے وہ آرلکچو سے باہر آئے۔

''اور وہ دونوں لڑکیاں کہاں ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''جہنم میں جائیں۔'' راجن بڑبڑایا۔

''خیر ہاں تو اب مجھے کیا کرنا ہے۔''

''یہ رہی میری گاڑی..... میں پچھلی سیٹ پر لیٹا جاتا ہوں۔ تم اس پتہ پر چلو..... اچھے
لڑکے میں ہمیشہ تمہارا ممنون احسان رہوں گا۔'' راجن نے کہا اور جیب سے اپنا تعارفی کارڈ
نکال کر حمید کو دیتا ہوا بولا۔ ''گھر پہنچ کر گھنٹی بجانا جو بھی باہر آئے اُس سے پوچھنا راجن بابو کا
مکان یہی ہے نا..... پھر اُسے بتانا کہ اتنی رات گئے وہاں تمہاری موجودگی کا کیا سبب ہے۔''

حمید نے کارڈ پر پتہ دیکھا اور انجن اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ گاڑی شاندار تھی شیورلٹ کا
نیا موڈل۔

''تم بھی تو کافی کھلنڈرے مشہور ہو۔'' پچھلی نشست سے آواز آئی۔

"ہاں.....لیکن ہوش ہی میں رہ کر۔"

"اب تم اپنے ملنے جلنے والوں میں میرا مضحکہ اڑاتے پھرو گے۔"

"میرا خیال ہے کہ مجھے اس کام کے لئے منتخب کرکے آپ نے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں صبح تک اس واقعے کو فراموش کردوں گا۔"

"حقیقتاً اسی توقع پر میں نے تمہارا انتخاب کیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ تم اسے ہمیشہ راز ہی رکھو گے۔"

"جی ہاں.....اب براہِ کرم بیہوش ہونے کی کوشش کیجئے۔"

راجن ہنس پڑا۔

"نہیں میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں.....آپ کے چہرے پر ایسے آثار نہ ہونے چاہئیں کہ بناوٹ ظاہر ہوجائے۔ لہٰذا آنکھیں بند کیجئے اور چپ چاپ پڑے رہئے۔ غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہوسکے تو کیا کہنا۔"

"یار اس سے بہتر تو یہ تھا کہ تھوڑی سی افیون لے لیتا۔"

پھر وہ کچھ نہ بولا۔ پندرہ یا بیس منٹ بعد گاڑی موڈل کالونی میں داخل ہوئی، یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر متعدد بڑی بڑی عمارتیں بکھری ہوئی تھیں۔ حمید نے ایک آدھ جگہ گاڑی روک کر ٹارچ کی روشنی میں عمارات کے نمبر بھی دیکھے اور پھر راجن ولا تک بھی جا پہنچا۔

نیند

پھاٹک بند تھا۔ حمید نے گاڑی روک کر ہارن دیئے۔ چوکیدار آتا ہوا دکھائی دیا۔ ابھی اُس نے پھاٹک کھولا بھی نہیں تھا کہ حمید نے پوچھا۔ "راجن بابو یہیں رہتے ہیں نا۔"

"جی صاحب۔" سلاخوں دار پھاٹک کے پیچھے سے آواز آئی۔

پھاٹک کھل گیا۔ حمید گاڑی سے اتر آیا۔

"ادھر آؤ.....گاڑی کے قریب۔"

"جی صاحب۔" چوکیدار گاڑی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ حمید نے جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر راجن کے چہرے پر روشنی ڈالی۔

"یہ راجن بابو ہی ہیں نا.....!"

"جی ہاں۔" چوکیدار بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "انہیں کیا ہوا.....؟"

"بیہوش ہیں۔ تم اندر اطلاع کرو.....!"

چوکیدار مڑ کر اندر بھاگتا چلا گیا۔ پورچ کا بلب روشن ہی تھا۔ حمید نے اُسے برآمدے میں پہنچ کر گھنٹی کا بٹن دباتے دیکھا۔

کبھی وہ بٹن دباتا اور کبھی دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹنے لگتا۔

ادھر گاڑی میں راجن بے سدھ پڑا تھا۔ حمید نے ایک بار پھر اُس کے چہرے پر روشنی ڈالی اور اُس کی اداکارانہ صلاحیت پر عش عش کرنے لگا۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی برسوں کا بیمار نقاہت کی وجہ سے بیہوش ہوگیا ہو۔

دروازہ کھل گیا تھا۔ لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اندازہ نہ کرسکا کہ چوکیدار کس سے کیا کہہ رہا ہے۔

ذرا ہی دیر بعد ایک عورت نظر آئی جو پورچ سے نکل کر پھاٹک کی طرف دوڑی آرہی تھی۔ حمید سنبھل کر کھڑا ہوگیا۔

روشنی اُس کی پشت پر تھی اور باہر اندھیرا تھا۔ اس لئے خدوخال واضح طور پر نہیں دکھائی دے رہے تھے۔

قریب پہنچ کر وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "کون ہے.....کیا ہے؟ کیا ہوا۔"

"راجن بابو.....بیہوش ہیں۔" حمید آہستہ سے بولا اور پھر راجن کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔

"کیا ہوا.....ایکسیڈنٹ.....اوہ.....بتایئے۔"

"نہیں محترمہ فکر کی بات نہیں..... کہیں چوٹ نہیں آئی۔ ایک سڑک کے کنارے گاڑ
کھڑی تھی اور یہ اسٹیرنگ پر سر رکھے بیہوش تھے۔"

"اوہ تو آپ ان کے ساتھ نہیں تھے۔"

"نہیں محترمہ.....میں ان کے لئے اجنبی ہوں۔"

وہ مضطربانہ انداز میں مڑی۔ اُس کے پیچھے دو آدمی اور بھی اندر سے آئے تھے۔

"نکالو.....انہیں گاڑی سے نکالو.....اندر لے چلو۔"

حمید وہیں کھڑا رہا۔ یہ دونوں ملازم معلوم ہوتے تھے۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ راج
کو باہر نکالنے کی کوشش کرنے لگے۔ چوکیدار بھی اُن کے ہاتھ بٹانے کے لئے قریب آ گیا تھا
پھر راجن کی بیوی اُس وقت حمید کی طرف مڑی تھی جب وہ راجن کو ہاتھوں میں اٹھا
پھاٹک سے گذر رہے تھے۔

"کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے اندر آنا پسند فرمائیں گے۔" اُس نے کپکپاتی ہوئی آ
میں پوچھا۔

"جی.....جی ہاں.....میرے لائق مزید کوئی خدمت۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ حمید اُس کے پیچھے چلتا رہا۔

پھر وہ جس کمرے میں آئے وہ خواب گاہ ہی کی حیثیت سے استعمال ہوتا تھا۔ راجن
مسہری پر ڈال دیا گیا۔

عورت کے چہرے پر سچ مچ سراسیمگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"کیا آپ انہیں پہلے سے جانتے تھے۔" اُس نے حمید سے پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"تو پھر پتہ کیسے معلوم ہوا تھا آپ کو.....؟"

حمید نے جیب سے راجن کا تعارفی کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"

ان کی جیب سے برآمد ہوا تھا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ یہ کسی اور کا ہوتا۔ لیکن میں نے مناسب یہی
سمجھا کہ اس پتہ پر دیکھ ہی لیا جائے۔"

"ان کی جیب میں پرس بھی ہوگا۔"

"محترمہ.....!" حمید مسکرایا۔ "میں اُس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ یہ ہوش میں
نہ آ جائیں۔"

"معاف کیجئے گا۔" وہ جلدی سے بولی۔ "آپ سمجھے نہیں.....ہوسکتا ہے آپ سے پہلے
بھی کسی نے ان کی جامہ تلاشی لی ہو۔"

"خدا جانے۔" حمید بیزاری سے بولا کیونکہ وہ اس وقت اتنی دلکش نہیں معلوم ہو رہی تھی
جتنی اُس پارٹی میں لگی جہاں اُس نے اُسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس وقت نہ ہونٹوں پر شوخ رنگ
کی لپ اسٹک تھی اور نہ چہرے پر غازے اور کریم کی تہیں۔

"راجو.....ڈاکٹر لودھی کو فون کرو.....!" دفعتاً اُس نے ایک ملازم سے کہا اور وہ باہر چلا
گیا۔

"خاصی سردی ہے۔" وہ حمید کی طرف مڑ کر بولی۔

"اس کے باوجود مجھے پیدل ہی واپس جانا پڑے گا۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"آپ کہاں رہتے ہیں۔"

"میرا پتہ.....!" حمید نے اپنا تعارفی کارڈ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اُس نے کارڈ ہاتھ میں لے کر پہلے تو اچٹتی سی نظر ڈالی پھر جلدی سے اُسے چہرے کے
قریب لے آئی۔

"اوہ.....معاف کیجئے گا۔" وہ متحیرانہ لہجے میں بولی۔

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اُسے گھورے جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ہکلائی۔ "ڈر.....ڈرائیور آپ
کو چھوڑ آئے گا۔"

"کوئی بات نہیں..... مجھے تشویش ہے.....کیا اکثر ان پر بیہوشی کے دورے پڑتے رہتے

ہیں۔"

"جی نہیں.....کبھی نہیں..... پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"کبھی اتنی پی لیتے ہوں.....!"

"نہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔ "اس حال میں میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ بلا نوش نہیں
ہیں۔ یونہی کبھی کبھی ایک آدھ پگ لے لیتے ہیں۔"

دفعتاً وہ ملازم کمرے میں داخل ہوا جو فون پر ڈاکٹر کو اطلاع دینے گیا تھا۔ اُس کے
چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔

"کیوں.....!" نمی نے استعجابیہ انداز میں پوچھا۔

"صاحب پتہ نہیں کون بدتمیز ہے۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"کون.....؟"

"یہاں سے گیا تو گھنٹی بج رہی تھی۔ ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے بولنے والے
بے تحاشہ گالیاں دیں۔ پھر کہنے لگا کہ آپ کو فون پر بھیج دیا جائے۔"

"کون ہے؟" وہ غصیلی آواز میں بولی۔

"پتہ نہیں.....زبان ہی نہیں تھکتی سُوّر کے بچے کی۔"

"ٹھہرئیے..... میں دیکھتا ہوں۔" حمید بولا۔

"میں بھی چلتی ہوں..... پتہ نہیں کون ہے۔"

"ہیلو.....!" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "میں مسز راجن بول رہی ہوں۔"

پھر حمید نے اُس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ اور شرمندگی کے آثار دیکھے اور وہ حلق پھاڑ
چیخی "شٹ اپ.....!"

اس کے بعد ریسیور کریڈل پر پہنچنے ہی جا رہی تھی کہ حمید نے آگے بڑھ کر ریسیور اُس کے
ہاتھ سے لے لیا۔

قہقہے کی آواز اُس کے کان میں گونجی اور اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "ہیلو.....

صاحب ہیں۔"

قہقہہ رک گیا اور کوئی کھکار کر بولا۔ "آپ کون ہیں۔"

"کیپٹن ساجد حمید آف انٹیلی جنس بیورو۔"

"اوہ.....وری گڈ.....ہم یہی چاہتے تھے کہ کسی طرح آپ فون پر آئیں۔ ٹھہرئیے.....
براہِ کرم ہولڈ آن کیجئے۔ ایک صاحب آپ کو ایک بہت بڑے راز سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے آواز بند ہوگئی اور حمید کان سے ریسیور لگائے کھڑا رہا۔

"کیا بات ہے۔" نمی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

حمید نے ہاتھ اٹھا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

دو منٹ گذر گئے۔ لیکن پھر کوئی آواز نہ آئی۔ ویسے دوسری طرف بھی ریسیور کریڈل پر
نہیں رکھا گیا تھا۔

اب حمید نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر نمی سے کہا۔ "کسی نے ہولڈ آن کرنے کو کہا ہے۔
لیکن اتنا وقت گذر گیا..... اُدھر بھی شائد ریسیور میز ہی پر پڑا ہوا ہے۔"

دفعتاً ایک چیخ سنائی دی۔ ریسیور میں نہیں بلکہ وہ آواز تو کسی قریبی کمرے ہی سے آئی
تھی۔

نمی اچھل پڑی اور یہ کہتی ہوئی دروازے کی طرف جھپٹی "راجن بابو ہوش میں آ گئے
ہیں۔"

لیکن حمید سوچ رہا تھا کیا چکر ہے۔ کہیں وہ کسی سازش کا شکار تو نہیں ہو گیا۔

یہ فون کال اور اب یہ چیخ.....راجن کسی فکر میں ہے۔ اب کیا کرنا چاہتا ہے۔

وہ اب ریسیور کان سے لگائے وہیں کھڑا تھا۔

راہداری سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی اور ٹھیک اُسی وقت دوسری طرف سے
فون کا سلسلہ بھی منقطع کر دیا گیا۔

نمی کمرے میں داخل ہوئی۔ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

"وہ.....وہ.....فرش پر اوندھے پڑے ہوئے ہیں۔" وہ بدقت کہہ سکی۔

حمید نے طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"چلئے..... دیکھئے۔" وہ حمید کا بازو پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔ "انہیں
نہیں کیا ہو گیا ہے۔ وہ انہیں کی چیخ تھی۔"

حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے اُس کے ساتھ چلتا رہا۔ وہ خواب گاہ میں آئے۔ راجن
مچ فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔

حمید خاموش کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔ سانس بدستور چل رہی تھی اور آنکھیں بھی بند تھیں۔
وہ سوچ رہا تھا کسی طرح تنہائی ملے اور وہ راجن کے کان کے پاس منہ لے جا کر پ
"بڈھے بیٹے اب کیا چکر ہے؟"

دفعتاً وہ نمی کی طرف مڑ کر بولا۔ "لیکن ابھی تک ڈاکٹر کو فون نہیں کیا جا سکا۔"

"میں خود جا رہی ہوں۔" نمی نے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔ حمید نے دونوں نوکر
بھی باہر جانے کا اشارہ کیا۔

اور تب وہ راجن کے قریب دو زانو بیٹھ کر جھکتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "یہ سب تو پ
میں شامل نہیں تھا۔ بڑے صاحب۔"

لیکن راجن نے جنبش بھی نہ کی۔ وہ بدستور آنکھیں بند کئے گہری گہری سانسیں
تھا۔

"اب سیدھے ہو جاؤ دوست۔ ورنہ میں سب کچھ شری متی جی سے بتا دوں گا۔" ح
پھر جھک کر کہا لیکن اس بار بھی راجن پر کوئی اثر نہ ہوا۔

حمید اُسے جھنجھوڑنے لگا۔ مگر نتیجہ صفر۔

اب اُسے تشویش ہوئی۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر مختلف جگہوں پر گدگدا
دیکھا۔ لیکن راجن میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی۔

نمی واپس آ گئی۔ اُس نے بتایا کہ ڈاکٹر کو فون کر دیا گیا ہے۔ وہ دس منٹ کے ا

چیخ رہا ہے۔ پھر اُس کی تجویز پر حمید نے راجن کو اٹھا کر دوبارہ مسہری پر ڈال دیا۔

دونوں ملازم بھی کمرے ہی میں موجود تھے۔

"اوہ..... کب آئے گا ڈاکٹر۔" نمی نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بلا کی سردی
ہے۔"

پھر ایک ملازم سے بولی۔ "تم کافی کے لئے پانی ہی رکھ دو۔"

وہ چلا گیا۔ حمید بھی کافی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ نمی نے دوسرے ملازم سے کہا۔ "تم
پھاٹک پر ڈاکٹر کا انتظار کرو۔"

وہ بھی چلا گیا۔

کچھ دیر بعد نمی نے حمید سے پوچھا۔ "آپ بیلا کو جانتے ہیں..... اکثر آپ کا تذکرہ کرتی
رہی ہے۔"

"اوہ..... وہ ریڈیو سنگر۔"

"جی ہاں..... بڑے لطیفے سناتی ہے آپ کے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ دیر سے تمباکو کی طلب محسوس کر رہا تھا۔ آخر اُس نے کہا۔ "اگر میں
یہاں تمباکو.....!"

"شوق سے شوق سے..... مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" وہ جلدی سے بولی۔

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ٹھیک اسی وقت ڈاکٹر بھی کمرے میں داخل ہوا۔

حمید نے پائپ پھر جیب میں ڈال لیا۔ ڈاکٹر نے اُس سے "حالات" معلوم کئے اور
راجن کا معائنہ کرنے لگا۔ اُس کے دونوں بازو کھول کر رکھے اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر بولا۔
"کوئی نشہ آور چیز انجکٹ کی گئی ہے..... غالباً مارفیا۔"

"مارفیا.....؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں..... اور اُسے بھی زیادہ دیر نہیں گذری۔ لیکن آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے
کہ بیہوشی بہت دیر سے طاری ہے۔ دیکھئے..... یہ نشان بالکل تازہ ہے۔"

حمید نے آگے بڑھ کر بائیں بازو پر نشان دیکھا۔ جلد کے نیچے خون کا نقطہ سا نظر
تھا۔ نشان حقیقتاً تازہ تھا۔ اُس نے سوچا کیا وہ چیخ اس انجکشن سے تعلق رکھتی تھی اور تو کیا
فون پر الجھایا گیا تھا۔ کوشش کی گئی تھی کہ راجن کمرے میں تنہا رہ جائے۔

اب وہ نمی کو شبہے کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن اُسے اس کے چہرے پر سراسیمگی ہی
آثار نظر آئے۔

"پھر اب کیا ہوگا؟" وہ ڈاکٹر سے پوچھ رہی تھی۔

"فکر نہ کیجئے..... دل کی حالت بہتر ہے۔ سسٹم پر مورفیا کے علاوہ اور کسی قسم کے
اثرات کا سراغ نہیں ملتا۔ میرا خیال ہے کہ انہیں اسی طرح سونے دیا جائے خود ہی اٹھیں گے

اب حمید کے خیالات کی رو دوسری طرف پلٹی۔ کہیں یہ خود راجن ہی کی حرکت نہ
اُس نے سوچا ہوگا کہ ڈاکٹر کے آتے ہی پول کھل جائے گا۔ لہٰذا کیوں نہ خود ہی مورفیا کا انج
لے لیا جائے۔ لیکن وہ فون کال؟ اُس فون کال کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ اس ڈرامے کا پا
اچانک نہیں بن گیا تھا بلکہ پہلے سے بنایا گیا تھا۔ راجن نے اُن لوگوں کو کمرے سے ہٹا
تدبیر پہلے ہی سے کر رکھی تھی۔ اُسی کے کسی گرگے نے فون کیا تھا۔ لیکن کیوں؟..... کیا یہ سا
خود اُسی کے خلاف تھی؟

اُس کے خلاف تھی تو..... کیوں؟ کس قسم کی سازش ہے۔ سازش کرنے والے کیا چا
ہیں۔

ڈاکٹر چلا گیا تھا۔ حمید خیالات میں کھویا رہا۔ تھوڑی دیر بعد کافی آ گئی۔

"میں آپ کی شکر گزار ہوں کیپٹن..... پتہ نہیں ان کے ساتھ کیسا حادثہ پیش آیا
نمی نے کافی کی پیالی حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ پھر نوکروں سے بولی۔ "تم لوگ
کافی پیو..... بہت سردی ہے۔ چوکیدار کے لئے بھی بجھوا دینا۔"

"اب مجھے تو ساری رات جاگنا ہی ہے۔ اُوہ..... ہاں ڈرائیور کہاں ہے۔ اُس کم
کے کان پر تو جوں بھی نہ رینگی۔ اُسے جگاؤ۔ صاحب کو لے جانا ہے۔"

حمید نے شکریہ ادا کر کے پیالی اُس کے ہاتھ سے لی لیکن اُس وقت گھونٹ نہیں لیا جب
تک وہ خود نہیں پینے لگی تھی۔ حمید نے پہلا گھونٹ لے کر پائپ سلگایا اور کافی کے ساتھ ہلکے
ہلکے کش لیتا رہا۔

بڑی بڑی خوابناک آنکھیں..... بیضوی چہرہ..... ایک شریر سی لٹ پیشانی پر بل کھاتی ہوئی
اور..... اور..... پھر حمید کو ایسا معلوم ہوا جیسے اُن آنکھوں سے شراب چھلکی ہو اور اُس کی
اپنی آنکھوں کے توسط سے رگ رگ میں پھیلتی چلی گئی ہو۔

مگر..... یہ کیا.....؟ وہ چونک تو پڑا لیکن پے بہ پے یلغار کرتی ہوئی نیند کے جال سے نہ
نکل سکا۔ بڑی دشواری سے خالی کپ تپائی پر رکھا تھا..... اور اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے
ہی گہری نیند سو گیا تھا۔

ستارے کا قتل

جب دوبارہ آنکھ کھلی تو اُسے اچھی طرح یاد تھا کہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی نیند آ گئی تھی۔
ذہن کچھ اور صاف ہونے پر احساس ہوا کہ وہ اب بھی اُسی کرسی میں نیم دراز ہے۔ سامنے والی
کرسی پر نمی آنکھیں بند کئے پڑی تھی۔

اُس نے سیدھا ہونا چاہا اور کمر کے قریب ریڑھ کی ہڈی درد سے پھٹنے لگی۔

بمشکل تن کر بیٹھ سکا..... سر جھائیں جھائیں کر رہا تھا۔ میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس پر نظر
پڑی۔ ساڑھے چھ بجے تھے۔

دفعتاً اُس نے راجن کی آواز سنی اور چونک پڑا۔ وہ پیر لٹکائے مسہری پر بیٹھا تھا۔

اُس نے مسکراتے ہوئے حمید کو آنکھ ماری اور گرج کر بولا۔ "تم کون ہو؟"

آواز اتنی ہی بلند تھی کہ نمی کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور وہ ہڑبڑا کر سیدھی بیٹھ گئی۔

کبھی وہ حمید کی طرف دیکھتی اور کبھی راجن کی طرف۔ شائد ابھی ذہن پر غنودگی
تھی۔

"یہ کون ہے؟" راجن نے اُسی لہجے میں نمی سے پوچھا۔

"یہ..... یہ..... کیپٹن حمید۔" نمی ہکلائی۔ "محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر۔"

"محکمہ سراغ رسانی..... کیوں؟" وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھ جایئے..... بیٹھ جایئے۔" وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ ہلا کر بولی۔

"آپ کمزوری محسوس کر رہے ہوں گے۔"

"کیسی کمزوری..... تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"اوہو..... ایک منٹ خاموش رہ کر پہلے پوری بات تو سن لیجئے۔"

"سناؤ.....!" اُس کا لہجہ غصیلا تھا؟

"پہلے ایک سوال کا جواب دیجئے۔"

"اب کوئی سوال بھی آ کودا؟" وہ پھاڑ کھانے کے انداز میں بولا۔

"آپ پچھلی رات گھر کیسے واپس آئے تھے۔"

"پپ..... پچھلی رات..... ٹھہرو..... مجھے..... سوچنے دو۔"

وہ خاموش ہو کر یاد داشت پر زور دینے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد
ہوئی آواز میں بولا۔ "وہ..... دیکھو..... دراصل ..... مجھے یاد نہیں پڑتا۔ ٹھہرو..... ہاں.....
گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا دفعتاً میری کنپٹیاں درد سے پھٹنے لگی تھیں۔ آنکھوں کے سامنے اند
گیا تھا۔"

"میں نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی تھی۔ سارے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا
چھوٹ رہا تھا۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔"

"یہی صاحب آپ کو گھر لائے تھے..... آپ بیہوش تھے۔" نمی نے کہا۔

"اوہ....." وہ حمید کو حیرت سے دیکھتا ہوا بولا۔ "میں معافی چاہتا ہوں جناب۔"

"اب طبیعت کیسی ہے۔" حمید نے طوعاً و کرہاً پوچھا۔

"جی..... بس..... اب تو بالکل ٹھیک ہوں۔ یقین کیجئے اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ کوئی چھوت کی بیماری ہے۔" حمید بیزاری سے بولا۔

"کیوں؟ کیوں؟..... آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"مجھے ہی دیکھ لیجئے۔" حمید نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "آپ کو گھر پہنچا کر واپسی کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ اسی کرسی پر نیند آ گئی۔"

"واقعی سمجھ میں نہیں آتا..... مجھے بھی حیرت ہے۔" نمی بولی۔ "میری بھی کچھ یہی حالت ہوئی تھی۔ آپ کی واپسی کا انتظار کرنے کے لئے اٹھنے ہی والی تھی کہ غشی کی سی طرح نیند طاری ہو گئی تھی۔"

"مذاق کر رہے ہیں آپ لوگ؟" راجن نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"صاحب..... میں سوچ رہا ہوں کہ اپنے چیف کو کیا جواب دوں گا۔" حمید متفکرانہ لہجے میں بولا۔ "وہ میری بات پر کس طرح یقین کرے گا۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد نمی نے پوچھا۔ "اوہ تو کیا آپ کی غیر حاضری آپ کو کسی دشواری میں مبتلا کر دے گی۔"

"یقیناً..... پچھلی رات میں ڈیوٹی پر تھا۔ جہاں مجھے ہونا چاہئے تھا وہاں میری عدم موجودگی میرے محکمے کو ہرگز پسند نہ آئے گی۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے کیپٹن۔ بتایئے ہم آپ کیلئے کیا کر سکتے ہیں۔" نمی نے پوچھا۔

"کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ "کرنل فریدی ایک ناقابل عبور صحرا کا نام ہے۔"

"پھر اب کیا ہوگا.....!" راجن نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں..... دیکھا جائے گا.....؟"

"جہاں کہئے..... آپ کو چھوڑ آؤں؟"

''نہیں اب ناشتہ کر کے جائیں گے۔'' نمی بولی۔

''نہیں محترمہ..... اس پر مجبور نہ کیجئے۔ ورنہ رات کا کھانا بھی کھانا پڑے گا'' حمید نے مردہ سی آواز میں کہا۔

راجن ہنس پڑا۔ اُس کے دوبارہ استفسار پر حمید نے کہا۔''اب گھر ہی جاؤں گا۔ لیکن ناشتے کی زحمت نہ کیجئے گا۔''

''اچھی بات ہے۔'' نمی بولی۔''پھر سہی۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ ملاقات دوستانہ تعلق کی بنا بنے گی۔''

''ضرور..... ضرور.....!'' حمید نے اخلاقاً دانت نکال دیئے۔

اُجالا پھیل رہا تھا۔ خنکی معمول سے زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔

اس وقت بھی راجن ہی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ نمی کی رائے تھی کہ حمید کو ڈرائیور ہی پہنچا دے گا وہ خود آرام کرے۔ لیکن راجن اس پر متفق نہیں ہوا تھا۔

''کمال کے آدمی ہو یار.....!'' راجن بولا۔

''قبل اس کے کہ میں جناب کے بارے میں یہی رائے ظاہر کرتا..... جناب مجھے کانٹوں پر گھسیٹنا شروع کر دیا۔''

''نہیں واقعی دل سے تمہاری ذہانت کا معترف ہوں۔ ویسے پہلے تو بے حد غصہ آیا تھا۔''

''کس بات پر۔''

''میں کہتا ہوں..... مجھے بے بس کر دینے کی کیا ضرورت تھی۔ ویسے ہی کہتے تو میں فوراً ہی اس پر تیار ہو جاتا۔''

''میں کچھ نہیں سمجھا۔''

''انجکشن والا معاملہ۔''

''جی.....!''

''ہاں بھئی۔ بس تمہیں بھی سوجھ ہی گئی ورنہ ڈاکٹر کے آجانے کے بعد پول کھل ہی جاتی۔

''یعنی.....!''

''ارے بھئی! وہ معائنہ کرتا..... اور سچی بات بتا دیتا۔''

''اُس نے بتایا تھا کہ آپ کو مورفیا کا انجکشن دیا گیا ہے۔''

''مگر یار..... یہ تو بتاؤ..... تم نے اتنی جلدی سرنج اور مورفیا کا ایمپل کہاں سے مہیا کر لئے تھے۔ میرے گھر میں تو یہ دونوں چیزیں نہیں تھیں۔''

''میں نے مہیا کر لئے تھے۔'' حمید نے حیرت سے پوچھا۔

''پھر.....؟''

''میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ کب ہوا تھا۔''

''کیوں مذاق کرتے ہو۔''

''اپنی شری متی جی سے پوچھ لیجئے گا۔ میں تو اُس وقت اُن کے ساتھ فون والے کمرے میں تھا۔ کوئی فون پر انہیں اور آپ کے خاندان والوں کو گالیاں دے رہا تھا۔''

''یار کیوں بور کرتے ہو۔''

''انہیں سے تصدیق کر لیجئے گا..... بہرحال ہم آپ کی چیخ سن کر پھر اُس کمرے میں آئے تھے..... اور آپ کو مسہری کے نیچے پڑا دیکھا تھا۔ آپ اُس وقت حقیقتاً بیہوش تھے۔''

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔''

''بس ختم کیجئے۔'' حمید بیزاری سے بولا۔''پتہ نہیں کیا چکر تھا۔ پھر کافی پیتے ہی مجھے بھی نیند آگئی تھی۔ میرا دعویٰ ہے کہ کافی میں کوئی خواب آور چیز شامل تھی۔''

''یہ کیا چکر ہے۔'' راجن بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔''میں تو سمجھا تھا کہ انجکشن تم نے ہی دیا تھا۔''

''آپ نے میری شکل دیکھی تھی؟''

''نہیں..... تم نے میرے منہ پر شائد تولیہ ڈال کر دبا لیا تھا۔ اسی لئے تو مجھے غصہ آیا تھا کہ آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ بس کہہ دیتے چپ چاپ انجکشن لگوا لیتا۔ کیونکہ اُس وقت اُسی

کی ضرورت تھی۔"

"آپ آنکھیں بند کئے لیٹے تھے۔"

"ہاں اور الجھن میں مبتلا تھا کہ ڈاکٹر کے آنے کے بعد کیا ہوگا۔"

"آپ خود سوچئے کہ میں آپ کے منہ پر تولیہ کیوں ڈالتا..... خیر اگر آپ یہ سمجھے
میں ہی ہوں تو اتنے زور سے چیخنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"بھئی ..... نہیں ضبط کرسکا تھا۔ بازو میں سرنج سے محلول نہیں داخل ہوا تھا بلکہ رائفل
گولی تھی۔ پتہ نہیں کتنی قسم کے انجکشن لئے ہوں گے لیکن ایسی جان لیوا تکلیف کبھی نہیں م
ہوئی۔"

"تب تو..... وہ مورفیا کی بجائے کچھ اور ہوگا۔ مورفیا میں تکلیف ہوتی ہے لیکن غیر م
نہیں۔"

"تم واقعی سنجیدہ ہو۔"

"راجن صاحب! آپ مجھے بور نہ کیجئے ورنہ چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دوں گا۔"

"تم نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔"

"ہمیں فون والے کمرے میں جانے پر مجبور کیا گیا تھا..... آپ کی دانست میں وہ ا
ہوسکتا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"کاش مجھے معلوم ہوتا۔" راجن نے غصیلی آواز میں کہا۔

"مقصد کیا ہوسکتا ہے۔"

"میں کیا جانوں.....!" وہ پھر غرایا۔

حمید اُسے کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ سچ مچ راجن غصے میں معلوم ہوتا تھا اور اس غصے
اُس کا حلیہ بھی بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

کچھ دیر بعد حمید بولا۔ "غالباً شام تک میں آپ کی خیریت دریافت کرنے آؤں۔"

"جی نہیں۔" وہ غرایا۔ "قطعی ضروری نہیں۔"

"آپ کی مرضی.....!" حمید نے بھی ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

پھر وہ خاموشی سے راستہ طے کرتے رہے۔ راجن سچ مچ غصے میں معلوم ہوتا تھا..... حمید کو
اُس میں ایکٹنگ کا شائبہ بھی محسوس نہ ہوا۔ وہ سوچ رہا تھا اگر راجن اس سازش میں شریک نہیں
تھا تو کیا یہ سب کچھ اُس کے خلاف بھی ہوسکتا تھا؟ اُس کی تفکر آمیز جھنجھلاہٹ تو یہی کہہ رہی
تھی۔ وہ سوچتا رہا اور خواب آور کافی یاد آئی۔ لیکن نمی تو پھر ایک پل کے لئے بھی باہر نہیں نکلی
تھی۔ تو پھر کیا وہ اُس ملازم کی حرکت تھی جس سے اُس نے کافی کے لئے کہا تھا۔

"راجن صاحب۔" دفعتاً وہ بولا۔ "آپ کا فون مطلب یہ کہ کیا ایک ہی انسٹرومنٹ ہے
آپ کے یہاں۔"

"کیوں.....؟ دو ہیں۔"

"دوسرا کہاں ہے۔"

"ایک ڈرائینگ میں ہے اور ایک لائبریری میں۔"

"دو الگ الگ لائنیں ہیں۔"

"نہیں..... ایک ہی ہے۔"

"تب تو ایک انسٹرومنٹ پر وہی نمبر ڈائیل کر کے کوئی بھی دوسرے انسٹرومنٹ کے
ذریعہ بور کرسکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں آپ کی خواب گاہ سے ہٹانے کے لئے لائبریری ہی والا
انسٹرومنٹ استعمال کیا گیا تھا؟"

"مگر کس نے کیا؟"

"یہ آپ سوچئے..... مجھے کیا معلوم کہ آپ کے یہاں کتنے افراد ہیں۔"

"میں نمی..... ایک ملازم..... ایک باورچی۔ ایک چوکیدار اور ایک ڈرائیور.....!"

"کوئی مہمان بھی ہے آج کل.....؟"

"نہیں۔"

"ہوسکتا ہے آپ کی عدم موجودگی میں کوئی آ ہی گیا ہو۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"اب یہ بھی بتانے کی ضرورت ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں نمی کے کردار پر شبہ نہیں کرسکتا۔"

"پھر آپ کو غصہ کس بات پر آرہا ہے۔"

"اپنی حماقتوں پر..... پچھلی رات میں نے جو کچھ بھی کیا کوئی بھی ہوش مند آدمی اُسے پسند نہیں کرے گا۔ بھلا کیا لغویت تھی۔ بیوی کی بکواس سے بچنے کیلئے میں ایسی گھٹیا حرکت کر بیٹھا۔"

"لیکن مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ نے یہ سب کچھ ایک بنے بنائے پلان کے تحت کیا ہو۔ ورنہ موفیا کا انجکشن کیا مقصد رکھتا تھا اور پھر آپ نے اس ڈرامے کے لئے محکمہ سراغ رسانی ہی کے ایک آفیسر کا انتخاب کیوں فرمایا۔ مجھ جیسے درجنوں گدھے اُس وقت آرلکچو میں موجود تھے۔"

"اب تم مجھے ہی گھیرنے کی کوشش کررہے ہو۔ کیوں؟" وہ غرایا۔

"حالات مسٹر راجن..... حالات! کسی تیسرے آدمی کے سامنے یہ معاملات رکھ دیئے جائیں۔ پھر دیکھئے وہ کیا فیصلہ دیتا ہے۔"

راجن کچھ نہ بولا۔ جھنجھلاہٹ کے آثار چہرے سے غائب ہوچکے تھے اور اُن کی جگہ تشویش نے لے لی تھی۔ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں اُس نے کہا۔ "ٹھیک کہتے ہو..... لیکن یقین کرو میں نہیں جانتا کہ یہ کیا چکر ہے۔"

"فون پر مجھ سے ہولڈ کرنے کو کہا گیا تھا۔ ہم سب ڈرائنگ روم میں تھے۔ اگر وہ گالیاں نہ دیتا تو کم از کم میں تو آپ کے پاس ہی موجود ہوتا۔ گالیاں اسی لئے دی گئی تھیں۔ تجسس ہم سبھوں کو ڈرائنگ روم میں کھینچ لے گیا تھا۔ بہرحال میں ریسیور ہاتھ میں لئے اُس کے دوسری بار بولنے کا منتظر رہا اور وہ اس عرصہ میں آپ کے مورفیا انجکٹ کرگیا۔"

"یقین کرو! اُس نے اپنی شکل دیکھنے کی مہلت ہی نہیں دی تھی۔ منہ پر تولیا ڈال کر اسا

طرح دبایا تھا کہ آنکھیں کھل ہی نہ سکیں۔"

"کچھ بھی ہو..... یہ کسی بڑی سازش کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے۔"

"بہرحال اب تو حماقت ہو ہی گئی ہے۔ بھگتوں گا..... کاش یہ دماغ چاٹنے والی بیویاں سنجیدگی سے بھی کچھ سوچ سکتیں۔ اگر مجھ پر کوئی مصیبت نازل ہوئی تو اس کی سو فیصد ذمہ دار میری بیوی ہی ہوگی۔ مجھے اُس کے کردار پر بھی شبہ نہیں..... اس کی وفاداری پر بھی شک نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ بھڑک اٹھنے والی عادت..... خدا غارت کرے۔"

گاڑی فریدی کی کوٹھی کے پھاٹک پر رک گئی۔

"بیٹھئے گا کچھ دیر.....!" حمید نے کہا۔

"نہیں..... لیکن اگر واقعی یہ کوئی سازش ہی ہے تو شائد مجھے پھر دوڑ کر آنا پڑے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ گاڑی سے اُتر کر پھاٹک میں داخل ہوگیا۔ مڑ کر یہ بھی نہیں دیکھا کہ اُس نے کب گاڑی موڑی۔

برآمدے ہی میں ایک ملازم نے اطلاع دی کہ فریدی کی کال آئی تھی۔ وہ چار بجے صبح کہیں گیا تھا۔

مزید استفسار پر اُس نے بتایا کہ پیڈ پر نمبر لکھ لئے گئے ہیں..... وہ انہیں نمبروں پر فریدی سے گفتگو کرسکے گا۔

اور پھر کچھ دیر بعد فون پر فریدی کی آواز سن رہا تھا۔ "میں نادرن اسٹوڈیوز سے بول رہا ہوں۔ آشا کو کسی نے بڑی بے دردی سے قتل کردیا ہے۔ تم کتنی دیر میں پہنچ سکو گے۔"

زخمی

قتل بھی درندگی کا شاہکار ہی تھا۔ چہرے سے اس طرح گوشت نوچا گیا تھا جیسے کسی

بھوکے درندے نے اپنے تیز اور نکیلے دانت آزمائے ہوں۔ نرخرے پر بھی دانتوں کے نشان تھے اور وہ کسی درندے ہی کا پھاڑا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

یہ تھا ملک کی مقبول ترین ہیروئن کا انجام۔

لاش اسٹوڈیو کے عقبی پارک میں پائی گئی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا آخر فریدی اُسے قتل کیوں سمجھ رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی بھولا بھٹکا درندہ ادھر آنکلا ہو۔ کیونکہ تھوڑے ہی فاصلے پر جنگلات کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔

لیکن سوال یہ تھا کہ وہ عقبی پارک تک کیسے پہنچی تھی جب کہ اُس کی نانی کا بیان تھا کہ وہ دونوں میک اپ روم کی دونوں کرسیوں پر سوئی ہوئی تھیں..... کسی نے آشا کو میک اپ روم سے نکل کر ادھر جاتے بھی نہیں دیکھا تھا۔

فریدی نے ابھی تک آشا کی نانی کا بیان نہیں لیا تھا۔ اُس کی حالت ابتر تھی۔ بدحواس ہورہی تھی۔ کسی بات کا ڈھنگ سے جواب پالینا ایسی حالت میں تو ناممکن تھا۔ حمید نے اسٹوڈیو کی کینٹین میں ناشتہ کیا اور پھر وہیں آپہنچا جہاں فریدی اسٹوڈیو کے دوسرے لوگوں سے پوچھ گچھ کررہا تھا۔

کچھ دیر بعد آشا کی نانی بھی وہیں لائی گئی..... وہ خاموش ہوچکی تھی، لیکن آنکھوں کی ویرانی سے صاف پتہ چلتا تھا کہ ذہن کچھ سوچنے سمجھنے سے قاصر ہے۔ بہرحال فریدی نے اُس سے بھی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔

''اب کیا ہوگا.....؟'' بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''کچھ بھی ہوا ہو۔ وہ تو اب اس دنیا میں نہیں..... ارے ٹھنڈک پڑگئی حاسدوں کے کلیجے میں۔'' اور پھر وہ کراہنے لگی۔

''میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں محترمہ کہ جب رات والی شوٹنگ سے آپ لوگوں کا کوئی تعلق نہیں تھا تو آپ آئی کیوں تھیں۔''

''اب وہ حرامزادے یہ کہہ رہے ہیں..... رات بھی یہی کہہ دیا تھا..... اگر شوٹنگ کی اطلاع اُسے نہ ملی ہوتی تو آتی کیوں؟''

''ڈائریکٹر کا کہنا ہے کہ اُس کی طرف سے ایسی کوئی اطلاع نہیں بھیجی گئی تھی۔''

''کیا آپ کو فون پر اطلاع ملی تھی۔''

''نہیں کوئی گیا تھا..... آشا نے نام نہیں بتایا تھا۔''

''کیا آپ کے گھر کا کوئی فرد بھی اُس اطلاع دینے والے کے متعلق کچھ نہ بتا سکے گا۔''

''میں نہیں جانتی۔''

''وہ آپ کے باڈی گارڈز کہاں ہیں۔''

''مجھے ہوش نہیں۔'' بڑھیا نے کہا۔

لیکن حمید انہیں کینٹین میں بیٹھے دیکھ آیا تھا اور محض اس لئے ان سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کی تھی کہ کہیں فریدی کے نقطہ نظر سے یہ رویہ غلط نہ ہو۔

''میں نے انہیں ابھی کینٹین میں دیکھا تھا۔'' حمید بولا۔

''دیکھو.....!'' فریدی نے دروازے کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

وہ اب بھی کینٹین ہی میں تھے۔ حمید کے ساتھ وہاں آئے۔ فریدی نے صرف ایک کو اندر بلالیا۔

''وہ کون تھا جس نے رات کی شوٹنگ کی اطلاع دی تھی۔'' فریدی نے اُس سے پوچھا۔

''مجھے پتہ نہیں جناب۔ میں تو سوتے سے اٹھایا گیا تھا کہ اسٹوڈیو چلنا ہے۔''

''کس وقت سوئے تھے۔''

''آٹھ بجے۔''

''روزانہ اسی وقت سوتے ہو۔''

''جب کہیں جانا نہیں ہوتا تو جلدی ہی سو جاتا ہوں۔''

''ہوں.....!'' فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''پچھلی رات تم ان کے ساتھ ہی ساتھ رہے ہوگے۔''

''جی ہاں.....! مطلب یہ کہ..... یہ جہاں بھی گئیں..... ہم باہر موجود رہے۔''

''تمہیں علم تھا کہ وہ میک اپ میں سو رہی ہیں۔''

''ہم میک اپ روم کے باہر موجود رہے تھے۔''

''میرے سوال کا جواب دو۔ کیا تمہیں علم تھا کہ وہ دونوں سو رہی ہیں۔''

''ہم سے اس کے بارے میں کچھ کہا نہیں گیا تھا۔''

''اس لئے تم اُس وقت تک میک اپ روم کے دروازے ہی پر بیٹھے رہے تھے جب تک تمہاری مالکہ بیدار نہیں ہوئی تھی۔''

''جج.....جی..... بات دراصل یہ ہے کہ ہم ذرا کینٹین تک چائے پینے بھی گئے تھے۔''

''میرا خیال ہے کہ اس کے لئے تمہیں اجازت کی ضرورت نہیں تھی..... یا تھی؟''

''اجازت ہی لینے کے لئے میں میک اپ روم میں گیا تھا۔ لیکن دونوں سو رہی تھیں۔''

''ہوں.....اور واپسی کتنی دیر بعد ہوئی تھی۔''

''جلد ہی جناب.....یعنی چائے پی کر ہم واپس آ گئے تھے۔''

''اور پھر تمہاری مالکہ نے اچانک تمہیں بتایا تھا کہ آشا میک اپ روم میں نہیں ہے۔''

''جی ہاں وہ بوکھلائی ہوئی باہر آئی تھیں اور بتایا تھا کہ آشا دیوی وہاں نہیں ہیں۔''

''کیا وقت رہا ہوگا جب تم کینٹین میں گئے تھے۔''

''میں نے گھڑی نہیں دیکھی تھی جناب.....لیکن اندازے کے مطابق ایک ضرور ہی بجا رہا ہوگا۔''

''ہوں.....!'' فریدی خاموش ہو گیا۔ پھر دوسرے کو طلب کیا۔ اُس سے بھی کچھ ایسے ہی سوالات کئے پھر سارجنٹ رمیش کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''ریتا مون.....!''

رمیش چلا گیا اور کچھ دیر بعد ایک متوسط عمر کی عورت کے ساتھ واپس آیا۔

فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔

''آپ ریتا مون ہیں۔''

''جی ہاں.....!''

''میک اپ میں آپ کا تجربہ کتنا پرانا ہے۔''

''قریب قریب پندرہ سال ہے میں یہی کرتی آئی ہوں۔''

''جس وقت یہ دونوں میک اپ روم میں داخل ہوئی تھیں آپ وہیں موجود تھیں۔''

''جی ہاں.....!''

''آپ نے اُن سے کہا تھا کہ وہ وہاں سو رہیں۔''

''جی نہیں، میں نے یہ پیش کش نہیں کی تھی۔ دراصل دونوں کے درمیان اس بات پر بحث جاری تھی کہ واپس کیوں نہ چلی جائیں۔''

''واپس نہ جانے پر کون بضد تھا۔''

''مس آشا.....وہ کہہ رہی تھیں واپس جانے کا موڈ نہیں۔ یہیں کہیں سو رہیں گے۔''

''یہ بات بھی بحث کے دوران میں واضح ہو گئی ہوگی وہ کیوں نہیں واپس جانا چاہتی نہیں۔''

''نہیں جناب۔ میرا خیال ہے کہ ایسی کوئی بات میں نے نہیں سنی تھی۔''

''آپ کتنی دیر تک وہاں رہی تھیں۔''

''انہیں بحث میں الجھی چھوڑ کر ہی چلی گئی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہتی گئی تھی کہ اگر وہ وہاں رہنا چاہیں تو آرام کرسیاں خاصی آرام دہ ثابت ہوں گی۔''

''اندازاً کیا وقت رہا ہوگا۔ جب آپ میک اپ روم سے گئی تھیں۔''

''میرا خیال ہے بارہ بج چکے تھے۔''

''پھر کتنی دیر بعد واپس ہوئی تھی؟''

''اندازہ مشکل ہی ہے کیونکہ میں بھی ایک دوسرے کمرے میں سو ہی گئی تھی۔ پھر ایک ضرورت کے تحت مجھے جگایا گیا تھا اور مجھے بعض ضروری چیزوں کے لئے میک اپ روم میں واپس جانا پڑا تھا۔ لیکن مجھے وہاں صرف مس آشا کی نانی ہی نظر آئی تھیں۔ مجھے حیرت ہوئی تھی کیونکہ آشا پر اُن کی طرف سے عائد شدہ پابندیاں اس کی اجازت نہیں دیتی تھیں۔ میں نے

سوچا شائد وہ اپنے کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ کہیں آس پاس ہی موجود ہوں گی..... لہٰذا کچھ د
کی تفریح کے خیال سے میں نے نانی کو جگا دیا تھا اور پوچھا تھا کہ مس آشا کہاں گئیں۔"

"ہوں..... اچھا تو جس وقت آپ میک اپ روم میں پہنچی تھیں وہاں ان کے باڈی
گارڈز بھی موجود رہے ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ برآمدے والی بنچوں پر لیٹے ہوئے تھے۔"

"آپ یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہیں۔"

"جی نہیں..... یقین کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتی۔ دراصل میں نے اس کی طرف دھیان ہی
نہیں دیا تھا۔ لیکن جب نانی نے باہر نکل کر مس آشا کو آوازیں دی تھیں تو میں نے انہیں اپنے
باڈی گارڈز کو بُرا بھلا کہتے بھی سنا تھا۔"

"کیا اکثر لوگ میک اپ روم میں سویا کرتے ہیں۔"

"جی نہیں..... وہ تو میں نے اُن دونوں کا جھگڑا ختم کرانے کے لئے کہہ دیا تھا..... اور پھر
وہ سچ مچ وہیں سوگئی تھیں۔"

"میرا خیال ہے اکثر لوگ وہیں سو رہنے کی خواہش کرتے ہوں گے..... کیوں؟ شائد وہ
کمرہ ایئر کنڈیشنڈ ہے۔"

"جی ہاں..... لیکن میں اس معاملے میں سخت ہوں۔"

"اچھا شکریہ..... اگر ضرورت سمجھی گئی تو پھر آپ کو تکلیف دی جائے گی۔"

پھر قبل اس کے فریدی کسی دوسرے کو طلب کرتا حمید کمرے سے باہر آگیا تھا۔ اس سے
پہلے بھی وہ کچھ لوگوں کے بیانات سن چکا تھا۔ اس لئے اب وہ خود ہی کڑیاں ملا کر پوری کہانی
ترتیب دے سکتا تھا۔

پچھلی رات ساڑھے دس بجے آشا نے اپنی نانی کو بتایا تھا کہ شوٹنگ کے لئے ڈائریکٹر کا
پیغام آیا تھا..... اُن دنوں ناردن اسٹوڈیوز میں کئی فلمیں زیرِ تکمیل تھیں۔ اس لئے بعض اوقات
ایسا بھی ہوتا تھا کہ بہت ہی تھوڑی مہلت پر اداکاروں کو شوٹنگ کے لئے تیار رہنا پڑتا تھا۔ لہٰذا

کی نانی ایسی صورت میں قطعی یہ نہیں سوچ سکتی تھی کہ پیغام اصلیت پر مبنی نہ ہوگا۔ آشا نے
غالباً اُس شخص کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا جس کے ذریعے ڈائریکٹر کا پیغام اُس تک
تھا۔ پھر اسٹوڈیو پہنچ کر معلوم ہوا کہ اُنہیں اس قسم کا کوئی پیغام نہیں بھیجا گیا تھا۔ اصولاً اس
بعد انہیں گھر واپس آجانا چاہئے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔
آشا وہیں رات بسر کرنے پر تل گئی تھی۔ وجہ کچھ رہی ہو لیکن وہ یہی کہتی رہی تھی۔ اس
واپسی کا موڈ نہیں ہے۔ آشا کی نانی نے بات بڑھانا اس لئے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ
ہی وہاں اُس کا کافی مذاق اڑتا رہتا تھا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ اگر بات بڑھی تو دو چار
ہو جائیں گے اور پھر سوائے شرمندگی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ بہر حال وہ میک اپ روم
کرسیوں پر سوگئی تھیں۔ اُن کے دونوں باڈی گارڈز باہر ہی ٹھہرے تھے۔ پھر وہ کچھ دیر
لئے کینٹین بھی گئے تھے۔ واپسی پر انہیں کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں ہوئی تھی۔ پھر میک
روم کی انچارج مس ریٹا مون آئی تھی اور اُس نے صرف آشا کی نانی کو سوتا پایا تھا۔ آشا
آرام کرسی خالی تھی اور اُس نے محض تفریح کی خاطر آشا کی نانی کو جگا دیا اور اُس کی
باتوں سے لطف اندوز ہوتی رہی تھی۔ پھر اسٹوڈیو کا گوشہ گوشہ چھان مارا گیا تھا لیکن آشا
غائب تھی۔ عمارت کے بعد آس پاس کی کھلی جگہیں بھی دیکھیں گئی تھیں اور پھر عقبی پارک میں
اس کی لاش ملی تھی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ حقیقتاً اُسے کسی نے ڈائریکٹر کی طرف سے کوئی پیغام پہنچایا تھا۔ یا وہ
اس وقت اسی بہانے سے اسٹوڈیو تک آنا چاہتی تھی۔
اُس نے آشا کو بہت قریب سے بھی دیکھا تھا اور کسی حد تک اُس کی نفسیات کو بھی سمجھنے کا
دعویٰ رکھتا تھا۔

اس سے پہلے وہ ایک بار ایڈونچر کی خاطر اُس کے ساتھ بھی تو فرار ہو چکی تھی۔ وہ سوچتا
رہا اُس اکسٹرا لڑکی کو گھورتا رہا جو خود بھی کبھی کبھی اُسے گھورنے لگتی تھی۔ قبول صورت اور صحت
مند تھی۔ عمر بھی بیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ چوڑی دار پاجامے اور چست جمپر میں تھی۔

بال گنبد کی شکل میں الجھائے تھے۔ (بھلا ایسے میں سنوارنا کیوں کہئے) بہرحال ٹائپ وہی
جسے حمید کی زبان میں ''ایریل دار'' کہتے تھے۔

ایریل دار لڑکیاں اُسے اب پسند آنے لگی تھیں۔ محض اس لئے کہ اُن میں سے بعض
چوڑی دار پاجامے پہننے شروع کردیئے تھے ورنہ تنگ موری والی شلوار تو اُسے ایک آنکھ نہ بھ
تھی۔ اکثر جھنجھلاہٹ میں کہہ اٹھتا ''ارے بھئی..... ذرا ان صاحبزادی کو بھی دیکھنا جو اوپر
شیطان اور نیچے سے بالکل مولوی معلوم ہوتی ہیں۔''

اس لڑکی کے چہرے پر شب بیداری کے آثار شدت سے نمایاں تھے اور کسی قدر جھنجھلاہ
میں بھی مبتلا تھی۔ اس لئے کہ نائٹ شفٹ سے تعلق رکھنے والوں کو ابھی تک روکے رکھا گیا
اور یہاں اس وقت فریدی کے علاوہ کئی بڑے آفیسر بھی موجود تھے۔

خود حمید نے ابھی تک لاش نہیں دیکھی تھی اور دیکھنا بھی کب چاہتا تھا؟ کسی خوبصور
عورت کی لاش اُس کے خیال میں فریدی ہی جیسے لوگ برداشت کرسکتے تھے۔

اگر اُس نے لاش دیکھ لی ہوتی تو اس وقت یہ ایریل دار لڑکی اُسے اپنی طرف متوجہ
کرسکتی۔

حمید ٹہلتا ہوا اُس ستون کے قریب پہنچ گیا جس سے وہ ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

''معاف کیجئے گا..... میرا خیال ہے کہ آپ نے پرواز میں سائیڈ ہیروئن کا رول ادا
تھا؟'' اُس نے بڑی نرمی سے کہا۔

لڑکی مسکرانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ ''آپ غلط سمجھے! مجھے پہلی بار چانس ملا ہی تھا
ایک اصلی والی ہیروئن قتل کردی گئی۔ شاید اب آشا کی جگہ کوئی پُر نہ کرسکے..... ہونہہ۔''

لہجہ بے حد طنزیہ تھا۔ وہ کہتی رہی۔ ''رات بھر جاگنے کے بعد اب یہ مصیبت..... سر
سے پھٹا جارہا ہے۔ دیکھئے..... کب فرصت ملتی ہے۔ خدا پولیس کی نحوست سے بچائے آج
ہی صبح پولیس والوں کی شکلیں دیکھنی پڑی ہیں۔ دیکھئے کب تک نحوست طاری رہتی ہے۔ آپ
کون ہیں شائد پہلے کبھی آپ کو یہاں نہیں دیکھا۔''

''یقیناً کبھی نہ دیکھا ہوگا..... لیکن اس وقت بہت قریب سے دیکھ رہی ہیں اللہ آپ کے
ل پر رحم کرے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اب کہیں آپ کی ساری زندگی نحوست کا شکار نہ ہوجائے۔''

''یع..... یعنی..... آپ.....؟''

''جی ہاں..... میں بھی اس نامعقول محکمے سے تعلق رکھتا ہوں۔''

''ارے نہیں..... آپ تو بڑے شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں!''

''شکریہ.....!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔''

''کیوں.....!''

''اس سے پہلے میں کسی کو بھی شریف آدمی نہیں معلوم ہوا۔''

''ہمیں کب چھٹکارا ملے گا؟''

''اب تو ناممکن ہے آپ کی حد تک تو قسم بھی کھا سکتا ہوں کیونکہ آپ نے ایک پولیس
لے کو قریب سے دیکھا ہے۔''

''میں سنجیدگی سے پوچھ رہی ہوں جناب۔''

''کیا آپ کا تحریری بیان ہوچکا ہے۔''

''جی نہیں..... کون صاحب بیان لے رہے ہیں..... بتایئے تاکہ اُن کے آگے بھی
ڑگڑاؤں۔''

''مختلف لوگ ہیں۔ ایک آدمی کے بس کی بات نہیں۔ رات اسٹوڈیو غالباً خاصا آباد
ا۔''

''کیا آپ اُن میں سے نہیں ہیں۔'' وہ گھگھیائی۔ ''آپ ہی کرم کیجئے۔''

''آپ کا نام.....؟'' حمید جیب سے ڈائری نکالتا ہوا بولا۔

''نجم السحر..... عرف عام میں نجمی..... فلم نام بھی یہی ہے..... رہائش پندرہ بٹاٹا والا

بلڈنگ بوکھل پاڑہ۔"

"اتنی تیز نہیں۔" حمید ڈائری پر نوٹ کرتا ہوا بولا۔ "ولدیت بھی۔"

"بغیر والدین کے پیدا ہوئی تھی۔ والدین میری پیدائش کا باعث بنے ہوتے تو متوسط گھرانے میں چولہا ہانڈی کر رہی ہوتی یا اس وبال میں پڑتی۔"

"عمر.....!"

"اپنی پسندیدہ عمر لکھ لیجئے..... مجھے تو یاد نہیں۔"

"بہتر سال لکھ لوں؟" حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ارے! میں آپ کو بہتر سال کی معلوم ہوتی ہوں۔"

"جیسی جلی کٹی باتیں کر رہی ہیں.....!"

"اوہ.....!" وہ ہنس پڑی۔ "دراصل شدت سے بور ہو رہی ہوں۔"

"خیر..... خیر..... آشا کو آپ کب سے جانتی تھیں۔"

وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ قریب سے ایک آدمی لڑکھڑاتا ہوا گذرا..... زخمی معلوم ہوتا تھا۔ کپڑوں پر خون کے خشک دھبے تھے۔

"ارے..... جاوید..... اسے کیا ہوا" وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

تھپڑ اور ٹائی

پھر وہ بائیں جانب مڑا ہی تھا کہ حمید نے اُسے لڑکھڑاتے دیکھا۔ برآمدے میں کئی موجود تھے۔ اُن کے چہروں پر بھی حمید نے ایسے ہی آثار دیکھے جیسے وہ اُسے نہ صرف پہچانتے ہیں بلکہ اس حال میں دیکھ کر انہیں حیرت بھی ہو۔ پھر دوسروں کے ساتھ حمید بھی اُسکی طرف لپکا۔ وہ منہ کے بل گرا تھا..... زخمی پیشانی سے پھر خون بہہ چلا۔

"کیا ہوا.....؟" سامنے والے کمرے سے آواز آئی۔

"جاوید ہے؟" بیہوش آدمی کے گرد جمع ہو جانے والوں میں سے کسی نے بلند آواز میں جواب دیا۔ "زخمی ہے اور بیہوش ہو گیا ہے۔"

کئی آدمی کمرے سے بھی نکل آئے۔ حمید نجمی کی طرف مڑا..... اور پیچھے ہٹتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "بس اب چپ چاپ یہاں سے نکل چلئے۔"

"کیوں؟ کیوں.....؟" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"یہاں رکنے پر آج بھی شب بیداری کی نوبت آسکتی ہے۔" حمید برآمدے کے زینوں سے اُترتا ہوا بولا۔

وہ اُس کے ساتھ ہی چل رہی تھی۔

"ارے..... ارے..... ختم..... ختم ہو گیا۔" برآمدے میں کسی نے چیخ کر کہا۔

اور پھر سناٹا چھا گیا۔

حمید رک گیا تھا۔ نجمی بھی رکی تھی۔ اُس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"تم اگر جانا چاہو تو..... جا سکتی ہو۔" حمید نے کہا اور برآمدے کی طرف جھپٹا۔

نجمی وہیں کھڑی رہی۔

"ہٹ جایئے..... اُس کے پاس سے ہٹ جایئے۔" حمید نے مجمع کے قریب پہنچ کر کہا۔

زخمی مر چکا تھا..... ایک بار پھر اسٹوڈیو کی فضا مکدر ہو گئی۔

"جاوید..... کون تھا؟" جواب جلد ہی مل گیا۔

یہ اُسی فلم کی فوٹو گرافی کر رہا تھا جس میں آشا ہیروئن کا رول ادا کر رہی تھی۔

حمید کا اندازہ تھا کہ زندگی میں خوش شکل اور وجیہہ رہا ہوگا۔ عمر بھی ستائیس اٹھائیس سے زیادہ نہیں تھی۔

فریدی نے ایک بار پھر ڈائریکٹر کو طلب کیا، جو بہت زیادہ پریشان نظر آ رہا تھا۔

"جناب میری طبیعت بگڑ رہی ہے۔" اُس نے کہا۔ "اب اجازت دیجئے۔ میں گھر جانا

چاہتا ہوں۔''

''مجھے افسوس ہے.....لیکن اب دیکھئے..... یہ دوسرا قصہ نکل آیا۔'' فریدی بولا۔

''پھر میں کیا کرسکوں گا اس سلسلے میں۔''

''پچھلی رات آپ نے شوٹنگ کس وقت ختم کی تھی۔''

''نو بجے سے شفٹ شروع ہوئی تھی جس کا اختتام تین بجے ہوتا.....لیکن ہم گیارہ بجے کے بعد کام نہیں کر سکے تھے۔''

''کیوں؟''

''بعض ٹیکنیکل دشواریوں کی بناء پر۔''

''کیا اُن دشواریوں کا تعلق فوٹو گرافی سے تھا۔''

''جی ہاں۔'' ڈائریکٹر نے کہا۔''اس کے علاوہ اور کوئی کیمرہ خالی نہیں تھا۔''

''اُس کے بعد جاوید یہاں اور کتنی دیر تک نظر آیا تھا۔''

''مجھے علم نہیں۔''

''آپ کے علم میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو اس سوال کا جواب دے سکے۔''

''پتہ نہیں۔'' اُس نے بیزاری سے کہا۔''وہ سب آدمی آپ کے سامنے ہیں جنہوں نے پچھلی رات میرے ساتھ کام کیا تھا۔''

''یہ معلوم ہونا بے حد ضروری ہے کہ جاوید کس وقت تک یہاں دیکھا گیا تھا؟''

ڈائریکٹر کچھ نہ بولا۔

دفعتاً حمید کو نجمی یاد آئی.....وہ بھی تو جاوید سے واقف تھی اور پچھلی رات اسٹوڈیو ہی میں گذاری تھی۔

فریدی نے ڈائریکٹر کو اسٹوڈیو سے جانے کی اجازت دے دی اور پُر تفکر نظروں سے جھ کی طرف دیکھتا رہا۔

''شاید میں اس سلسلے میں آپ کی کچھ مدد کرسکوں۔'' حمید نے آہستہ سے کہا۔

''بکو.....!''

''ابھی ابھی ایک مچھلی میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔''

''تم پچھلی رات کہاں تھے۔''

''رمی کھیلنے بیٹھ گیا تھا ایک جگہ.....صبح ہوگئی۔''

''لاش دیکھ چکے ہو۔''

''جی ہاں۔'' حمید جلدی سے بولا۔ خدشہ تھا کہ کہیں دیکھنی ہی نہ پڑے۔

''کیا خیال ہے؟''

''ایسی صورت میں اُسے قتل کیسے کہا جاسکتا ہے۔'' حمید نے سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر ردا کھنے کی کوشش کی۔

''وہ کسی درندے کے دانت نہیں ہوسکتے۔''

''نہیں.....!'' حمید اچھل پڑا۔

''پھر تم نے کیا دیکھا ہے۔''

''قریب سے نہیں دیکھی تھی۔''

''زندگی میں کچھ دنوں تک کافی قریب رہ کر دیکھ چکے ہو۔'' فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔

آخر کچھ دیر بعد حمید نے کھکار کر کہا۔''کہئے تو میں کوشش کروں اس سلسلے میں۔''

''کس سلسلے میں۔''

''یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ جاوید سے اُس کا کیا تعلق تھا۔''

''خیال کیسے پیدا ہوا؟''

''آشا کی افتادِ طبع..... چوری چھپے کے کھیل اُس کے لئے بڑی دلکشی رکھتے تھے۔''

دفعتاً فریدی اٹھتا ہوا بولا۔''جاوید کی لاش.....سر کا زخم گہرا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ پچھلی رات ہی کو زخمی ہوا ہو.....کپڑوں پر پائے جانے والے خون کے دھبوں کی رنگت یہی بتاتی ہے۔''

حمید اُس کے پیچھے کمرے سے باہر آیا تھا۔

"اب از سر نو اُن لوگوں سے پوچھ گچھ کرنی پڑے گی جو پچھلی رات اسٹوڈیو میں تھے" فریدی بولا۔

"مجھے افسوس ہے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"ایک لڑکی اپنے گھر پہنچ چکی ہوگی۔"

"بکواس مت کرو.....کیا بات ہے۔"

"معمولی پوچھ گچھ کے بعد میں نے اُسے جانے کی اجازت دے دی تھی۔لل.....لیکن اُس کا پتہ نوٹ کرلیا تھا۔"

فریدی بُرا سا منہ بنائے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

"سنئے تو سہی.....میرا خیال ہے کہ وہ جاوید کو قریب سے جانتی تھی۔"

"تو پھر دیکھو کہ کیا کرسکو گے۔" فریدی نے مڑے بغیر چلتے ہوئے جواب دیا۔

اور حمید وہیں سے اپنی ونیس کی طرف مڑ گیا، جو تھوڑے ہی فاصلے پر پارک کی گئی تھی۔

گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی تیر کی طرح پھاٹک سے گذر گئی۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ نجمی کے فلیٹ کے سامنے کھڑا سوچ رہا تھا کیا وہ آتے ہی بستر پر گئی ہوگی۔ آنکھوں میں تو نیند کا ایسا ہی غلبہ نظر آیا تھا۔

"کون.....؟" اندر سے آواز آئی۔

"پولیس....." حمید نے بھاری آواز میں کہا اور دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔

وہ ڈریسنگ گاؤن کی ڈوری باندھ رہی تھی۔

"اوہ.....آپ ہیں۔" اُس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ آپ نے مجھ پر رحم کھا کر وہاں سے چلے آنے کی اجازت دی تھی.....لیکن محترم میں کسی قسم بھی رشوت کے قابل نہیں ہوں۔"

"اپنے لہجے میں تھوڑی مٹھاس پیدا کیجئے۔کیا اندر آنے کو بھی نہ کہئے گا۔"

"ضرور.....ضرور.....تشریف لایئے۔" وہ ایک طرف ہٹتی ہوئی بولی۔

نشست کا کمرہ تھا۔معمولی قسم کے سازوسامان سمیت مکین کی خوش ذوقی کا مظہر۔

"تشریف رکھئے۔" نجمی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

حمید بیٹھ کر چند لمحے اُسے پرتشویش نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "آپ ذرا ہی سی دیر میں سو جائیں گی۔"

"اسے اطلاع سمجھوں یا پیش گوئی۔" وہ مسکرائی۔

"سنجیدگی اختیار کیجئے.....آپ کو پھر واپس چلنا ہے۔"

"کیوں.....؟" اُس نے آنکھیں نکالیں۔ لہجے میں بھی جھلاہٹ تھی۔

"میرے چیف کا حکم.....جاوید کی دریافت کے بعد سے حالات بدل گئے ہیں۔"

"دریافت سے کیا مراد ہے آپ کی۔"

"آپ نے پچھلی رات اُسے کس وقت دیکھا تھا؟"

"اوہ.....!" نجمی نے طویل سانس لی اور خود بھی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

حمید اُسے استفہامیہ انداز میں دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد نجمی بولی۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ مجھے وہاں نہ جانا پڑے۔ میں اب سو جانا چاہتی ہوں۔ہاں میں نے اُسے پچھلی رات عقبی پارک کی طرف جاتے دیکھا تھا۔"

"کیا وقت رہا ہوگا۔"

"بارہ بجے تھے.....وقت کے متعلق یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کیونکہ اُسی وقت کسی قریبی کمرے میں لگے ہوئے کلاک نے بارہ بجائے تھے۔"

"اور کون تھا اُس کے ساتھ؟"

"تنہا تھا.....؟"

"آپ نے سوچا ہوگا کہ اتنی رات گئے عقبی پارک کی طرف جانے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔"

وہ ہنس پڑی۔ انداز تضحیک آمیز تھا۔

پھر حمید کی آنکھوں میں اس ہنسی کے متعلق استفہام دیکھ کر بولی۔ ”وہاں کون سوچتا ہے ایسی باتیں..... کیا آپ کو اس دنیا کی خبر نہیں۔“

حمید نے معصومیت سے نفی میں سر ہلا دیا۔

”مجھے تو اسی میں شبہ ہے کہ آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔“

”کیوں شبہ کیوں.....؟“

”واقعی آپ بالکل شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“

”بالکل سے کیا مراد ہے آپ کی.....؟“ حمید نے بھولپن سے پوچھا۔

وہ جواب دینے کی بجائے ہنس پڑی۔ حمید احمقانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہا۔

”لیکن..... میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ وہ آشا کے لئے وہاں گیا ہوگا۔“ اُس نے کچھ دیر بعد سنجیدگی اختیار کر کے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

”نہ سوچنے کی وجہ۔“

”ارے وہ جاوید..... مانا کہ خوبرو تھا..... مگر تھا تو پھٹیچر..... آشا کو کس بات کی کمی تھی ملک کے نہ جانے کتنے دولت مند آدمی.....!“

”مگر یہ کیوں بھولتی ہو کہ وہ خود بھی کافی دولت مند تھی۔“

”لیکن جاوید..... کیا آپ کو معلوم نہیں کہ پچھلی فلم ”نظارے“ کی شوٹنگ کے دوران میں آشا نے جاوید کے تھپڑ مار دیا تھا۔“

”اوہو..... نہیں..... ہمیں اس کی اطلاع نہیں۔ کتنے عرصہ پہلے کی بات ہے؟“

”ایک سال ہونے کو آیا۔“

”کیا وہ فلم اسی ڈائریکٹر نے بنائی تھی۔“

”جی ہاں..... وہ آشا کے نام پر کباب ہو جاتا تھا۔“

”تھپڑ کیوں مارا تھا آشا نے۔“

”جاوید نشے میں تھا۔ اُس نے آشا سے اپنی کوئی خواہش ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر وہ تیار نہ ہوئی تو اس فلم میں اُس کی مٹی پلید کر کے رکھ دے گا۔“

”اوہ..... لیکن آپ نے خواہش کی وضاحت نہیں کی۔“

”جلیبیاں مانگ رہا تھا۔“ نجمی جل کر بولی۔ ”آپ واقعی اتنے ہی بھولے ہیں یا خواہ مخواہ میرا وقت برباد کر رہے ہیں۔“

”ارے آپ کو کیسے معلوم ہوا۔“ حمید نے حیرت سے پوچھا۔

”کیا معلوم ہوا؟“

”یہی کہ میری عرفیت بھولے میاں ہے۔“ حمید شرما کر بولا اور وہ بیساختہ ہنس پڑی۔

پھر سنجیدہ ہو کر اُسے کچھ دیر گھورتی رہنے کے بعد بولی۔ ”آپ کیا چاہتے ہیں؟“

”مم..... میں دراصل یہ نوکری چھوڑنا چاہتا ہوں..... کیا فلم میں مجھے چانس مل جائے گا۔“

”کیوں نہیں‘ کیوں نہیں۔“ وہ سر ہلا کر بولی۔ ”اگر پیسہ ہے تو آپ فلم پروڈیوسر بن سکتے ہیں۔“

”مم..... میرا مطلب تھا..... ہیرو..... ویرو.....!“

”مجھے بیوقوف نہ بنایئے.....!“ وہ جھنجھلا کر بولی۔ ”رحم کیجئے میرے حال پر۔ ورنہ نیند اب بیہوشی کی شکل اختیار کر لے گی۔“

”اچھا پھر سہی۔“ حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں جاوید سے متعلق آپ کا بیان لے چکا ہوں، لہٰذا اب یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ میرے ساتھ اسٹوڈیو جائیں۔“

”کبھی کبھی ملتے رہنا..... خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔“

”اچھا.....!“ حمید نے سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

اب پھر اسٹوڈیو کی طرف واپس جا رہا تھا۔

فریدی سے عمارت میں ملاقات نہ ہو سکی۔ لیکن کچھ ماتحت اب بھی مختلف کمروں میں لوگوں کے بیانات لیتے نظر آ رہے تھے۔ سرجنٹ رمیش نے بتایا کہ فریدی کچھ دیر پہلے عقبی

پارک کی طرف گیا تھا۔

عقبی پارک سے لاش اٹھوائی جاچکی تھی اس لئے حمید نے بھی اُدھر ہی کا رخ کیا۔لاش کی موجودگی میں وہ پھر ٹال جاتا۔خواہ مخواہ موڈ خراب کرنے سے کیا فائدہ۔

فریدی اُسی جگہ ملا جہاں آشا کی لاش پائی گئی تھی۔ اُس نے سوالیہ نظروں سے حمید کی طرف دیکھا۔

''میں نے اُس لڑکی..... مطلب یہ کہ نجم السحر سے پوچھ گچھ کی تھی۔ اُس نے بتایا کہ جاوید کو اُس نے بارہ بجے عقبی پارک کی طرف جاتے دیکھا تھا۔''

''ہوں.....اور کچھ.....؟''

''اور یہ کہ پچھلے سال فلم ''نظارے'' کی شوٹنگ کے دوران میں آشا نے جاوید کے تھپڑ مار دیا تھا۔''

حمید نے تفصیل بتائی۔فریدی کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔''اگر وہ جاوید کی انتقامی کارروائی تھی تو پھر خود جاوید کو کیا ہوا..... اُس کے سر کا زخم کسی وزنی اور کند اوزار کی ضرب کا نتیجہ تھا۔میرا خیال ہے کہ وہ پچھلی رات سے اب تک یہیں کہیں بیہوش پڑا رہا تھا۔ہوش آنے پر اسٹوڈیو کی طرف چل پڑا ہوگا۔ہوسکتا ہے.....کہ.....!''

وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

پھر حمید نے دیکھا کہ وہ مضطربانہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا ہے۔

یہاں جگہ جگہ مالتی کے جھنڈ بکھرے ہوئے تھے۔ بے ترتیب روئیدگی میں بھی اس سلیقے سے ترتیب پیدا کی گئی تھی، جیسے ان میں انسانی ہاتھ لگے ہی نہ ہوں.....غالباً فلمی مناظر کے لئے انہیں برقرار رہنے دیا گیا تھا۔

دفعتاً حمید نے فریدی کو ایک قریبی جھنڈ کی طرف بڑھتے دیکھا اور پھر وہ جھک کر کوئی چیز اٹھانے لگا۔

حمید بھی پھرتی سے اُس کے قریب پہنچا۔

مالتی کی گھنی شاخوں میں کپڑے کا ایک ٹکڑا الجھا ہوا نظر آیا اور پھر جب فریدی نے اُسے کھینچ کر باہر نکالا تو وہ گہرے براؤن رنگ کی ٹائی ثابت ہوئی جس پر کئی جگہ غالباً خون ہی کے دھبے تھے۔

بیچارہ ادیب

فریدی پر تفکر انداز میں دھبوں کو ٹٹولتا رہا۔پھر حمید کی طرف مڑ کر بولا۔

''جاوید کے گلے میں ٹائی نہیں تھی۔''

''ممکن ہے شروع ہی سے نہ رہی ہو۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔

''ہوں.....اُوں.....!'' وہ پھر سوچ میں ڈوب گیا۔

حمید بُری طرح الجھ رہا تھا۔اس لئے خلاء میں گھورتا ہوا بوریت کے اظہار کے لئے طرح طرح کے منہ بناتا رہا اور یہ نئی بات نہیں تھی۔ایسے مواقع پر ہمیشہ وہ بوریت کا شکار ہو جاتا تھا۔ جب اُس کی حیثیت محض ہمراہی کی سی ہوتی تھی۔ کام چور ہرگز نہیں تھا۔کوئی کام سونپ دیا جائے تو وہ پایہ تکمیل ہی کو پہنچ کر رہتا تھا۔لیکن خود سے کام سمیٹتے پھرنے سے قطعی دلچسپی نہیں تھی۔

بہر حال کچھ تو بوریت تھی اور کچھ پچھلی رات کی تھکن کہ وہ نکل بھاگنے کی راہیں تلاش کر رہا تھا۔دفعتاً فریدی نے اُس کی طرف مڑ کر کہا۔''ابھی تک کسی نے جاوید اور آشا کے کسی جھگڑے کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔''

''یہ لوگ اتنا ہی بتاتے ہیں جتنا پوچھا جائے۔''

''کسی اور سے بھی پوچھو۔'' فریدی نے عمارات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

حمید نے طویل سانس لی۔وہ یہی چاہتا تھا۔

لیکن دشواری یہ آپڑی کہ اُس وقت وہاں اُن لوگوں میں سے کوئی بھی موجود نہ
جنہوں نے فلم نظارے کی تکمیل میں کسی نہ کسی طرح حصہ لیا تھا۔ پھر بھی وہ اپنے بجھے
ذہن سمیت اسٹوڈیو کی عمارات میں چکراتا پھرا۔ پچھلی رات کے تجربات اب پھر یاد
تھے۔ وہ اس طرح بے ارادہ پہلے کبھی نہیں سویا تھا جیسے راجن کی خواب گاہ میں نیند آگئی
اس لئے یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی کہ کافی میں کسی خواب آور چیز کی آمیزش کی گئی
لیکن مقصد کیا تھا؟

پھر راجن کا بیان۔ اُس کی دانست میں مورفیا کا انجکشن دینے والا خود حمید تھا۔ اگر
سچا سمجھ لیا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ خود بھی کسی سازش کا شکار ہوگیا تھا۔

ٹہلتے ٹہلتے ایک جگہ رک کر حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ اُس کی پشت پر کسی کمرے کا
دروازہ کھلا تھا جس کا ایک پاٹ بھڑا ہوا تھا اور دوسرے کی پوزیشن بھی ایسی تھی کہ اُس
کھڑے ہوکر کمرے کے اندر نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔

دفعتاً اُس سے کسی نے کہا۔ ''یار مانگ لے تھوڑی سی تمباکو..... آخر کیا بُرائی ہے۔''

''چپ رہو۔'' دوسری آواز آئی۔ ''تم مجھے کیا سمجھتے ہو..... میرا باپ ڈپٹی کمشنر تھا۔
تمباکو مانگتا پھروں گا ہونہہ.....!''

''تمہارے باپ کی ڈپٹی کمشنری تمہیں بھنگی بنا کر رکھ دے گی ایک دن۔ دیکھ لینا۔''

پھر ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا اور کہا گیا۔ ''ٹھہرو! میں مانگے لاتی ہوں۔''

حمید نے مڑ کر دیکھا دروازے کے اوپر والے سائن بورڈ پر ''غوری پروڈکشنز'' تحریر تھا
دروازہ کھلا اور حمید اچھل پڑا۔ باہر آنے والی نجمی تھی۔

وہ بھی حمید پر نظر پڑتے ہی ٹھٹکی تھی۔ لیکن پھر سنبھل کر مسکرائی۔

''ہلو آفیسر..... مجھے یہاں دیکھ کر غالباً متحیر ہو۔''

''یقیناً.....!'' حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''جواب بھی نیند کے غبار سے
دھندلائی ہوئی تھیں۔''

''یہ زندگی کچھ ایسی ہی ہے۔ تم کون سا تمباکو پیتے ہو۔''

''پرنس ہنری۔''

''کیا تھوڑا سا دے سکو گے..... ہمارے سیٹھ کا نشہ اکھڑ رہا ہے۔ تمباکو ختم ہوگیا ہے۔ خود
ہی رول کر کے پیتا ہے۔''

حمید نے پاؤچ جیب سے نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

''آؤ..... اندر آجاؤ۔'' نجمی دروازے میں مڑتی ہوئی بولی۔

''کیا مضائقہ ہے۔'' حمید نے کہا اور دوسرے ہی لمحے میں خود بھی کمرے کے اندر ہی
تھا۔ سامنے ہی ایک بڑی سی میز نظر آئی جس کے پیچھے ایک گول مٹول سا آدمی کرسی میں دھنسا
ہوا تھا اور بائیں جانب ایک دبلا پتلا مدقوق سا آدمی نظر آیا جس نے اپنی بھنویں اس طرح سکوڑ
رکھی تھیں جیسے حمید کا آنا ناگوار گذرا ہو۔

''تمباکو ہی تمباکو سیٹھ۔'' نجمی اٹھلائی۔ ''یہ میرے دوست ہیں۔''

''اچھا جی۔'' موٹے آدمی نے دانت نکال دیئے۔ ''بیٹھو..... بیٹھو۔''

نجمی نے تمباکو کی پاؤچ اُس کے سامنے ڈال دی تھی۔

حمید کچھ اُس ہنس مکھ موٹے کو گھورتا اور کبھی اُس نکچڑے مدقوق کو۔

''یہ ہمارے اسکرپٹ رائٹر ہیں۔'' موٹے نے مدقوق کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''میں اسے غیر ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر ایک سے میرا تعارف کرایا جائے۔'' مدقوق نتھنے
پھلا کر بولا۔

''یہ کسی ڈپٹی کمشنر کے لڑکے ہیں۔'' نجمی ہنس کر بولی۔ ''اس لئے ان کی بات کا کوئی بھی
بُرا نہیں مانتا۔''

''اچھا..... اچھا.....!'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''مس نجمی..... میں اسے پسند نہیں کرتا۔'' مدقوق نے پھر نتھنے پھلائے۔

''اُوئے چپ کرنا۔'' موٹے سیٹھ نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

مدقوق نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

سیٹھ پاؤچ سے تمباکو نکال کر سگریٹ رول کر رہا تھا۔

"میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے سیٹھ۔" نجمی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر منمنائی۔

"لڈسپرو کھاؤ.....!"

"ارے مجھے نیند بھی آ رہی ہے۔"

"ابھی چلتے ہیں.....ابھی چلتے ہیں۔"

"بلوایا کیوں تھا جب کوئی کام نہیں ہے۔"

"بہت کام ہے.....بہت کام ہے۔" وہ سر ہلا کر بولا۔

حمید نے پاؤچ اٹھا کر جیب میں ڈالی اور اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ نجمی بول پڑی

"ہمارے اسکرپٹ رائٹر صاحب جاوید کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔"

"اوہو.....!"

"اچھا تھا.....تو پھر.....؟" مدقوق نے آنکھیں نکالیں۔

"آپ ہمارے لئے کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب..... میں بے تکلفی کا عادی نہیں ہوں۔"

"میرا باپ کمشنر تھا۔" نجمی نے اُسی کے لہجے کی نقل اُتاری۔

"میں اسے پسند نہیں کرتا۔" مدقوق میز پر ہاتھ مار کر چیخا اور اُسے کھانسی آنے لگی۔

موٹا سیٹھ ہنس رہا تھا اور اُس نے نجمی کو پیار بھری نظروں سے دیکھ کر آنکھ بھی ماری تھی

"میں جا رہا ہوں۔" مدقوق اٹھتا ہوا بولا۔

"تشریف رکھئے۔" حمید نے سخت لہجے میں کہا۔

"جی.....!" وہ کٹکھنے انداز میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ دیکھئے۔" حمید جیب سے اپنا کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "میں آ
کو روک سکتا ہوں۔"

"اُوہ.....اُوہ....." وہ کارڈ پر نظر جمائے ہوئے چپ چاپ بیٹھ گیا۔

"جاوید کو آپ کب سے جانتے تھے؟"

موٹا سیٹھ اُس کے بدلتے ہوئے رویئے کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ پھر نجمی نے سسپنس کا
خاتمہ کر دیا۔

"یہ ایک پولیس آفیسر ہیں!"

"اچھا.....اچھا.....!" موٹے نے دانت نکال دیئے۔ پھر بلند آواز میں ہانک لگائی۔

"اُو باہر والا۔"

"نہیں شکریہ۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "میں چائے نہیں پیئوں گا۔"

"پونا صاحب..... یہ اپنی نجمہ کا دوست ہمارا بھی بھائی ہے۔"

"شکریہ.....!" حمید نے کہا اور مدقوق سے بولا۔ "آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"میں اُسے سالہا سال سے جانتا تھا..... میرا کلاس فیلو.....!"

"ان دنوں کیسے تعلقات تھے۔"

"اچھے ہی تھے۔" مدقوق کی آواز کانپ رہی تھی اور وہ بیحد نروس نظر آ رہا تھا۔

"اب تم چوکڑی بھول گیا منشی جی۔" سیٹھ ہنسنے لگا۔

مدقوق نے اُسے بے بسی سے دیکھا اور پھر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"آشا اور اس کے تعلقات کا علم تھا آپ کو۔"

"مم..... میں..... تعلقات میں نہیں سمجھا۔"

"پچھلی رات کہاں تھے؟"

"مم..... میں یہیں تھا۔"

"پچھلی رات جاوید سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"نہیں.....؟"

"آشا کے متعلق اُس نے آپ سے کیا بتایا تھا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا پوچھ رہے ہیں۔"

"اُس کے اس طرح مرجانے پر آپ کو حیرت نہیں۔"

"میرے خدا یہ کس قسم کے سوالات ہیں۔" وہ اپنے بال نوچتا ہوا بولا

"وہ آج یہاں اسی حالت میں پہنچا تھا کہ لڑکھڑا کر گرتے ہی دم توڑ دیا؟"

"جی ہاں..... مجھے معلوم ہے۔" مدقوق سر ہلا کر بولا۔

"اسے کس نے زخمی کیا تھا.....؟"

"کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ میں ہو سکتا ہوں۔"

"میرے سوال کا جواب دیجئے۔"

"اُف فوہ! میں کیا بتا سکوں گا۔ میں تو ساری رات یہاں رہا ہوں اور اب بھی آپ یہیں دیکھ رہے ہیں۔ ویسے وہ جھگڑالو آدمی تھا۔ شراب پی کر اور بھی بد دماغ ہو جاتا تھا۔ کسی نے بھی پیٹ دیا ہوگا۔"

"پچھلے سال اُس کا آشا سے جھگڑا ہوا تھا..... آپ کو علم ہے۔"

"جی ہاں! میں نے بھی سنا تھا۔"

"اُسی کی زبانی.....!"

"جی ہاں..... آشا نے اُسے تھپڑ مار دیا تھا۔ اُس کے بعد وہ جب بھی نشے میں ہوتا تھا اُسے آشا کا تھپڑ یاد آجاتا تھا۔ اور وہ.....!"

"ہوں..... اور وہ کیا کہتا تھا؟"

"یہی کہ کسی دن اُسے مزہ چکھائے گا۔"

"آخری بار اُس نے یہ بات کب کہی تھی۔"

"کاش میں ڈائری لکھنے کا عادی ہوتا۔" وہ روہانسی آواز میں بولا۔

"ذہن پر زور دیجئے۔ آپ تو بہت ذہین آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ ابھی تک مجھے آپ کا نام بھی نہیں معلوم ہو سکا۔"

"مجھے فیاض نجدی کہتے ہیں۔" وہ منمنایا۔

"اُوہ..... آپ ہی فیاض نجدی ہیں۔" حمید نے حیرت سے دہرایا اور بے حد خوش ہو کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ "آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اُف فوہ..... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے بڑے ادیب سے اس طرح ملاقات ہوگی۔"

مدقوق نے دانت نکال دیئے اور بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ حمید بھی کھلا پڑ رہا تھا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اس سے پہلے کبھی یہ نام سنا بھی نہ ہو۔

مدقوق اسکرپٹ رائٹر دفعتاً مجسم اخلاق بن گیا۔ حمید کہہ رہا تھا۔ "فلم انڈسٹری پر احسان ہے آپ کا کہ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ہی جیسے کچھ اور بھی بڑے ادیب ادھر آجائیں تو کیا کہنا..... چار چاند لگ جائیں۔"

"شکریہ..... شکریہ..... میں کس قابل ہوں۔"

"ارے نہیں منشی جی۔" سیٹھ سر ہلا کر بولا۔ "تم بہت بڑا قابل ہے..... جب ایسا ایسا بابو لگ تمہارا تعریف کرتا ہے۔"

"یہ بہت بڑے پولیس آفیسر ہیں جناب۔" اسکرپٹ رائٹر فیاض نجدی نے کہا۔

"ارے باپ رے۔" سیٹھ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھئے..... بیٹھئے..... سیٹھ صاحب۔ ہم دوستانہ فضا میں بات چیت کر رہے ہیں۔" حمید بولا۔

"اچھا صاحب..... اچھا جی....." سیٹھ بیٹھ گیا اور اس طرح ہانپنے لگا جیسے پہاڑ چڑھنا پڑا ہو۔

"ہاں تو نجدی صاحب..... یہ جاوید۔" حمید پھر اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ارے جناب بس کیا عرض کروں..... ادھر کچھ دنوں سے وہ اُس پر مہربان ہو گئی تھی اور وہ نشے کی حالت میں اُسے گالیاں دینے کی بجائے اُس کی بے بسی پر رویا کرتا تھا۔"

"بے بسی پر رویا کرتا تھا.....؟" حمید نے حیرت ظاہر کی۔

"جی ہاں بے بسی ہی کہہ لیجئے۔ اُس کی نانی اُسے کڑی نگرانی میں رکھتی تھی۔"

"آپ کو اس تبدیلی پر حیرت تو ہوئی ہوگی۔"

"جی ہاں..... بہت پوچھنے پر اُس نے بتایا تھا کہ آج کل دونوں کا رومان چل رہا ہے۔"

"آپ کو اس پر اور زیادہ حیرت ہوئی ہوگی۔"

"جی ہاں..... بالکل..... دونوں چھپ چھپ کر ملتے تھے۔"

"کیا خیال ہے آپ کا پچھلی رات بھی ایسا ہی ہوا ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے..... سننے میں آیا ہے آشا اپنی نانی کو یہ کہہ کر لائی تھی کہ ڈائریکٹر نے طلب کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ پھر جاوید ہی کے کیمرے میں خرابی واقع ہوئی اور شوٹنگ گیارہ بجے ہی روک دی گئی۔ آشا یہاں پہنچی اور اپنی نانی سے بضد ہوئی کہ گھر واپس نہیں جائے گی۔ معاملہ صاف ہے۔"

وہ خاموش ہوکر فخریہ انداز میں حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"اُف فوہ جناب۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "آپ تو واقعی بلا کے ذہین ہیں۔"

"بس اب اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ کیا ہوا ہوگا۔" وہ پرجوش آواز میں بولا۔ "دونوں عقبی پارک کی طرف گئے ہوں گے اور..... آشا کے کسی دوسرے چاہنے والے نے جو پہلے ہی تاک میں رہا ہوگا..... دونوں پر قاتلانہ حملے کئے..... ہوسکتا ہے جاوید صبح تک بے ہوش پڑا رہا ہو۔"

"بس بس.....!" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہ سب باتیں پبلک کے سامنے کہنے کی نہیں ہیں۔"

نجدی خاموش ہوگیا لیکن کچھ دیر قبل کے کھلائے ہوئے چہرے پر سرخی پھوٹی پڑ رہی تھی اور آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

دوسری طرف نجمی حمید کا کارڈ ہاتھ میں لئے کبھی حیرت سے حمید کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی کارڈ کی طرف۔

کچھ دیر بعد حمید نے کہا۔ "نجدی صاحب آپ کو..... تحریری بیان دینا پڑے گا۔"

"بہت بہتر جناب۔ میں بالتفصیل خود ہی لکھ دوں..... یا آپ لکھیں گے۔"

"لکھئے..... آپ ہی لکھئے..... لیکن وہ ہمارے ہی مطلب کا ہونا چاہئے۔ افسانہ بنا دیجئے۔"

"نہیں..... نہیں..... جناب میں سمجھتا ہوں۔"

"اچھا تو اب اجازت دیجئے۔" حمید اٹھتا ہوا بولا اور نجمی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اور آپ برے ساتھ میرے دفتر تک چلئے..... آپ کا بھی بیان لینا پڑے گا۔"

"چلئے..... چلئے.....!" نجمی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ یہی چاہتی تھی۔

"کتنی دیر میں چھٹی ہوگی۔" سیٹھ نے بے بسی سے پوچھا۔

"رات سے پہلے ناممکن ہے۔" حمید نے کہا..... اور نجمی کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"تو آپ کیپٹن حمید ہیں۔" نجمی نے طویل سانس لے کر پوچھا۔ حمید اُسے اپنی گاڑی کی رف لے جا رہا تھا۔

"جی ہاں.....!"

"تو اتنا بن کیوں رہے تھے؟"

"چلو گھر چھوڑ آؤں..... شام تک سوتی رہنا۔ اب کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔"

"اس سلسلے میں شکر گزار ہوں..... ورنہ گھر کی بجائے مجھے سیٹھ کی کوٹھی جانا پڑتا..... بڑی ہیات زندگی ہے۔ آگے بڑھنے کے لئے کیا کچھ نہیں کرنا پڑا۔ مگر خوب گھسائی کی آپ نے بدی کی۔ وہ کبھی اتنی باتیں نہ کرتا اگر آپ اُس کی تعریف نہ کر دیتے۔"

"ادیب ہے بیچارہ..... یہ لوگ بھی کچھ کمزوریاں رکھتے ہیں۔"

وہ ابھی گاڑی میں بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ سیٹھ نظر آیا جو لڑھکتا ہوا اُسی طرف چلا آ رہا تھا۔ اُس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں رکنے کا اشارہ بھی کیا تھا۔

وہ لاش

حمید اس طرح مڑا جیسے اُس کے قریب پہنچنے پر ہاتھ ہی تو گھما دے گا۔

غالباً نجمی بھی یہی سمجھی تھی کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں اُس نے بوکھلا کر کہا تھا۔ ''بات نہ بڑھایئے گا بہرحال میرے مستقبل کا سوال ہے۔''

سیٹھ قریب پہنچ چکا تھا۔ اُس نے گھگھیا کر کہا۔ ''جناب ..... آج رات کو میری کوٹھی پر فنکشن ہے آپ بھی آجایئے گا اور انہیں بھی لایئے گا۔''

اُس نے اپنا کارڈ حمید کی طرف بڑھایا جو لے لیا گیا۔

''ضرور آؤں گا اور انہیں بھی ساتھ لاؤں گا..... بے فکر رہو.....!'' حمید نے نجمی کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

''جی بہت بہت شکریہ.....!'' سیٹھ نے کہا اور اُس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ گاڑی چل نہیں پڑی۔

''کیا خیال ہے؟'' حمید نے اسٹوڈیو کے پھاٹک سے گذرتے ہوئے پوچھا۔

''بہت اچھا رہا..... اب میں سو سکوں گی۔ اب اس میں اتنی ہمت نہیں کہ آج مجھے دوبارہ بور کر سکے۔ پہلی بار مجھے سائیڈ ہیروئن کا رول مل رہا ہے۔ میں اُسے کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی۔''

''اس سے پہلے کیا کرتی رہی تھیں.....!''

''ایکسٹرا..... جس کی کوئی اہمیت نہیں۔ جو محض اس توقع پر خود کو تباہ کرتی رہتی ہے کہ شائد کبھی کوئی اچھا چانس مل جائے۔''

''پڑھی لکھی معلوم ہوتی ہو۔''

''گریجویٹ ہوں..... حضرت.....!''

''تعجب ہے..... اس کے باوجود بھی۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ لیکن چہرے پر ناگواری کے آثار پائے جاتے تھے۔

''بہرحال یہ دنیا ہر اعتبار سے عجیب ہے۔'' حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔

''اصلاً میں ایک طوائف کی بیٹی ہوں سمجھے حضور.....!'' اُس نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''میرے لئے یہ دنیا قطعی عجیب نہیں ہے۔''

''اوہو.....!''

''لیکن..... میں اپنی ماں کے پیشے سے متنفر تھی۔ مجھے علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ مالدار طوائف کی بیٹی تھی اس لئے حصول علم میں مجھے کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ ماں بھی کہتی تھی چلو اچھا ہے پڑھ لکھ لوگی تو تمہیں فلمی دنیا تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔

علم نے میری آنکھیں کھولیں اور میں نے تہیہ کر لیا کہ اپنی محنت سے روزی کماؤں گی۔ ڈگری لینے کے بعد فلم کے چکر میں پڑنے کی بجائے معلمی جیسے معزز پیشے کی طرف قدم بڑھایا۔ غیر تربیت یافتہ تھی اس لئے فوری طور پر سرکاری ملازمت نہ مل سکی۔ ایجوکیشن کی ڈگری کے لئے بی ایڈ میں داخلہ لینا چاہا لیکن پتہ چلا کہ اس کے لئے بھی کم از کم ایک سال کا معلمی کا تجربہ ہونا چاہئے تب داخلہ ملے گا۔ میں نے سوچا بہتر یہی ہوگا کہ کسی پرائیویٹ سکول میں ملازمت کی جائے۔ لہٰذا ایک ایسے سکول میں پہنچی جس کا بڑا شہرہ سنا تھا..... ایک ایجوکیشن سوسائٹی اُسے چلا رہی تھی۔ ہیڈ معلمہ کے متعلق مشہور تھا کہ بڑی نیک دل خاتون ہیں..... معلمہ اخلاق سے پیش آئیں اور مجھے مشورہ دیا کہ سوسائٹی کے صدر سے مل لوں، جو خود بھی بڑے اچھے آدمی ہیں۔ میں نے سوچا کون جھنجھٹ کرتا پھرے..... چھوڑو..... اور اپنا یہ خیال ہیڈ معلمہ پر بھی ظاہر کر دیا۔ وہ بولیں نہیں ہرگز نہیں۔ میں آپ کو رکھنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ تنہا وہاں نہ جانا چاہیں تو میں خود چلوں گی آپ کے ساتھ..... تو جناب میں اُن کے ساتھ صدر صاحب کے گھر پہنچی۔ وہ بھی اخلاق سے پیش آئے۔ بہرحال مختصر یہ کہ ملازمت مل گئی۔ صدر بھی اکثر سکول میں تشریف لاتے اور میرے کام کی بے حد تعریف کرتے ہوئے اپنے ذاتی کام بھی میرے گلے لگا جاتے۔ لیڈر قسم کے آدمی تھے۔ تقریریں لکھ کر یا کسی سے لکھوا کر لاتے اور میرے حوالے کرتے کہ اُسے ٹائپ کر دو۔ میں اچھی خاصی ٹائپسٹ بھی تھی۔ طالب علمی ہی کے دوران میں شوقیہ ٹائپ کا کام سیکھا تھا۔ ایک اتوار کو انہوں نے گھر بلایا کہ سوسائٹی کی سالانہ رپورٹ ٹائپ کر دوں جسے فوری طور پر پریس میں جانا تھا۔ میں چلی گئی۔ اُن جیسے معمر اور ثقہ آدمی کے لئے میں کوئی بُری بات سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ گھر میں سناٹا تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ بچے کسی تقریب میں گئے ہوئے

ہیں۔ میں نے اس پر بھی کوئی توجہ نہ دی۔ کام کرنے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ حضرت خود
میرے لئے چائے لائے۔ مجھے بڑی شرمندگی ہوئی کیونکہ گھر میں کوئی نہیں تھا۔ خود ہی بنانی
ہوگی۔ بہر حال مجھے چائے پینی پڑی۔ اُس کے بعد کچھ ہوش نہیں کہ کیا ہوا۔ شام پڑے ہوش
میں آئی تھی اور یہ محسوس کیا تھا کہ جس چیز کی حفاظت کے لئے طوائف کا بالا خانہ چھوڑا تھا،
علماء اور شرفاء میں لٹ گئی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ گھر ویران پڑا تھا..... وہ حضرت
بھی نہ جانے کہاں غائب ہوگئے تھے۔ عجیب کیفیت تھی میری۔ کبھی سارا جسم غصے سے تپ اٹھ
اور کبھی کبھی موٹے موٹے آنسو آنکھوں سے ابلنے لگتے۔

بہر حال اس کے بعد اس پیشے پر لعنت بھیج کر سرکاری دفاتر کے چکر کاٹے۔ ایک جگہ
ٹائپسٹ کی جگہ مل گئی مگر وہاں بھی چپراسی سے لے کر بڑے صاحب تک سبھی میرے عاشق نظر
آئے۔ ناک میں دم آگیا۔ نیچے سے اوپر تک وہ کشمکش نظر آئی کہ خدا کی پناہ..... وہاں سے بھی
بھاگنا پڑا۔ لیکن گھر بسانا میرے بس سے باہر تھا۔ بالا خانے کی طرف واپس جاتی تو وہاں الٹا
مذاق اڑتا۔ ماں سے پہلے ہی جھگڑا ہو چکا تھا۔ اب میں تھی اور ذہنی کشمکش..... اس دوران میں
طرح طرح کے آدمیوں سے سابقہ پڑا۔ پھر انہیں میں سے ایک نے مجھے اس لائن سے روشناس
کرادیا۔''

وہ خاموش ہوگئی۔ حمید بھی خاموش تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ''واقعی دکھ ہوا۔''

''کیوں؟'' وہ عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

''ہونا ہی چاہئے۔''

''کچھ ایسے بھی ملے تھے جنہوں نے غمخوار بن کر لوٹا ہے کپتان صاحب۔''

''اور اب تم اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن ہو۔'' حمید نے پوچھا۔

''کیوں نہ ہوں جناب.....!'' اُس نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

لیکن حمید کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد خود نجمی ہی نے موضوع بدل دیا۔

''آپ لوگ مردنگ کو آج تک نہ پکڑ سکے۔''

''ہماری معلومات کے مطابق وہ سرحد پار کر گیا ہے۔'' حمید نے لاپروائی سے شانوں کو
جنبش دے کر کہا۔

''میں سوچتی ہوں کہیں اس میں اُسی کا ہاتھ نہ ہو۔''

''آپ اُسے قتل کیوں سمجھ رہی ہیں..... ہوسکتا ہے کوئی درندہ۔''

''پرانی بات ہوئی..... آپ کے چیف کرنل فریدی نے اُسے بعد میں قتل ہی قرار دیا ہے۔''

''میرے لئے نئی اطلاع ہے۔''

''انہوں نے بہتیرے لوگوں کے سامنے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تھا۔ یہ بھی کہا تھا یہ
کسی ایسے جنسی جنونی کی حرکت ہوسکتی ہے جو سیڈسٹ بھی ہے۔''

''کیا مردنگ ایسا ہی تھا.....؟''

''خدا جانے..... کبھی اُس سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔''

قبل اس کے کہ حمید کچھ اور کہتا نجمی کی قیام گاہ آگئی۔

''بہت بہت شکریہ۔'' وہ گاڑی سے اترتی ہوئی بولی ''سیٹھ کے فنکشن کی کیا رہی۔''

''تو کیا سچ مچ تم اُس پر یہی ظاہر کرنا چاہتی ہو کہ تم نے سارا وقت میرے ساتھ گذارا ہے۔''

نجمی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میں یہی ظاہر کرنا چاہتی ہوں۔''

''اچھا..... بائی بائی۔'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

اُس کے ذہن پر بھی غنودگی کے بادل چھا رہے تھے۔

پھر وہ گھر پہنچتے ہی ڈھیر ہوگیا تھا۔ لباس تبدیل کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔
خواب میں آشا کی لاش اور نمی راجن اُس کا تعاقب کرتی رہی تھیں۔ کبھی کبھی نجمی کا چہرہ
بھی دھندلکوں سے اُبھرتا اور غائب ہوجاتا۔

پھر ایک عجیب سی آواز سوئی ہوئی قوت سامعہ سے ٹکرائی تھی اور آنکھیں کھل گئیں تھیں۔
سرہانے رکھی ہوئی ٹائم پیس گھڑی کا الارم چیخ رہا تھا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ گھڑی چار بجا رہی تھی۔

یہ کم بخت سرہانے کہاں سے آئی۔ گھڑی میں الارم لگا کر سونے سے زیادہ بڑی حماقت اُس کی نظروں میں اور کوئی نہیں تھی۔

ہاتھ بڑھا کر الارم بند کیا اور کسی نوکر کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی بجائی۔

شرفو ہی آیا تھا اور اُس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ دیکھ کر مسکرایا بھی تھا۔

"کیوں بے..... یہ؟" حمید نے آنکھیں نکال کر گھڑی کی طرف سر گھمایا۔

"صاحب نے کہا تھا..... چار بجے کا الارم لگا کر سرہانے رکھ دو.....؟"

"ہوں.....!" حمید سر ہلا کر اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "اٹھا لے جا..... ورنہ تیرے سر ہی پر توڑ دوں گا۔"

شرفو نے گھڑی اٹھائی اور کمرے سے نکل گیا۔

پائپ میں تمباکو بھرتے وقت اُس نے سوچا کوئی عورت یہی کام اس طرح انجام نہ دیتی۔ اللہ میاں کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔ مرد ہی میں کوئی خانہ ایسا بھی بنا سکتے تھے کہ عورت کے بغیر بھی توالد و تناسل کا سلسلہ قائم رہتا۔ لہٰذا نہایت منحوس ہے وہ گھر جہاں کوئی عورت نہ ہو۔

اُس نے پھر گھنٹی بجائی۔ اس بار دوسرا ملازم آیا تھا۔

"میں اس وقت کافی پیوں گا۔" حمید نے اس طرح کہا تھا جیسے اُسے گالی دی ہو اور وہ سر ہلا کر رخصت ہو گیا تھا۔

یک بیک فون کی گھنٹی بجی اور ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔

"ہالو.....!"

"سوا چار بجے ہیں۔" دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔

"ٹائم پیس تو اب اس پوزیشن میں نہیں کہ وقت بتا سکے۔"

"کیا.....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم نے اُسے توڑ دیا..... جانتے ہو لارڈ ولنگڈن نے میرے دادا کو تحفتاً پیش کی تھی۔"

"اب آپ کسی چڑیا گھر کیلئے مجھے تحفتاً پیش کر دیجئے۔" حمید اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"بکواس مت کرو..... تمہیں ٹھیک پانچ بجے مردہ خانے پہنچنا ہے۔"

"اگر براہِ راست قبرستان پہنچ جاؤں تو آپ کو کیا اعتراض ہوگا۔"

"شٹ اپ.....!" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ ریسیور رکھ کر اُس نے طویل انگڑائی لی۔

بہر حال بستر کو خیر باد کہنا پڑا تھا۔

کچھ دیر بعد شیو کرتے وقت پھر فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو.....!" وہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں غرایا۔

"کون صاحب ہیں؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کس سے ملنا ہے۔"

"کیپٹن حمید سے؟"

"میں ہی بول رہا ہوں..... فرمائیے؟"

"میں راجن ہوں۔"

"اوہ..... راجن صاحب..... کہئے کہئے۔"

"آپ کس نتیجے پر پہنچے؟"

"ابھی تک صرف الجھن میں ہوں۔ میرے خیال سے تو کسی نتیجے پر آپ ہی کو پہنچنا چاہئے۔"

"کس نے مجھے انجکشن دیا تھا..... اور کیوں؟"

"کسی بزرگ کا قول ہے کہ اپنی جوئیں خود مارو۔"

"مذاق نہیں کیپٹن..... میں سخت الجھن میں ہوں؟"

"کیا آپ کو اپنے خلاف کسی سازش کا احتمال ہے؟"

"قطعی نہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اسی لئے تو الجھن میں ہوں۔"

''آپ نے شری متی جی سے اس کا تذکرہ کیا تھا؟''

''کیسے کر سکتا ہوں..... آپ بھی کمال کرتے ہیں۔''

''پھر بتایئے..... میں کیا کروں؟''

''آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔''

''کیا میں شری متی جی سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کر سکتا ہوں۔''

''ہرگز نہیں..... میری ایکٹنگ کا بھانڈا پھوٹ جائے گا..... ہرگز نہیں۔''

''یار تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟'' حمید جھنجھلا کر بولا۔

''کچھ کیجئے..... کچھ کیجئے..... ورنہ..... میں.....؟''

''اچھا..... اچھا..... کچھ کروں گا۔ فی الحال اجازت دیجئے۔'' حمید نے ریسیور کریڈل پر دے مارا۔

پھر شیو کر کے غسل خانے کی راہ لی۔

کافی کی میز پر شرفو سے پوچھ رہا تھا۔ ''اگر تیری شادی کرادی جائے تو کیسی رہے۔''

''اب میری شادی کی عمر ہے صاحب؟''

''شادی اور حصول علم کے لئے کسی عمر کا تعین نہیں کیا گیا۔''

''اچھا تو چلئے حصول علم کرلوں گا.....!'' شرفو سر ہلا کر بولا۔

''اس گھر کے کتے بھی بقراط ہیں.....'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''صاحب آپ خود ہی کیوں نہیں کر لیتے شادی، دوسروں کو بور کرنے سے کیا فائدہ۔'' شرفو نے اُس سے بھی زیادہ بُرا منہ بنا کر کہا۔

''اچھا..... اچھا.....!'' حمید سر ہلا کر بولا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی نے مردہ خانے میں کیوں بلایا ہے۔ کیا اور کوئی لاش ملی ہے۔

فریدی سے سول ہسپتال کے ریسپشن روم میں ملاقات ہوئی۔ وہ تنہا تھا۔

حمید نے سب سے پہلے اُسے فیاض نجدی اور نجمی کے متعلق بتایا۔ پھر پوچھنے لگا کہ مردہ خانے میں کیا ہے؟

''کیا ہوتا ہے مردہ خانے میں۔ وہ ثانی جاوید ہی کی ثابت ہوئی ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسا نہیں ملا جس سے یہ معلوم ہو سکا ہو کہ وہ دونوں کھلم کھلا ملتے ہوئے بھی پائے گئے ہوں.....

اوہ اب خاموش رہو۔ وہ آ گئی؟''

حمید نے مڑ کر دیکھا۔ آشا کی نانی کسی دوسری عورت کا سہارا لئے ریسپشن روم میں داخل ہو رہی تھی۔

فریدی اٹھ گیا اور آگے بڑھ کر بولا۔ ''تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں محترمہ لیکن یہ بیحد ضروری تھا۔ میرے ساتھ آیئے۔''

آشا کی نانی کچھ نہ بولی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ گھسٹتی ہوئی چل رہی ہو۔ وہ مردہ خانے میں آئے۔ فریدی ایک ٹرالی کے قریب رک گیا۔ لاش چادر سے ڈھکی ہوئی تھی۔ لیکن ہاتھ اور پیر کھلے ہوئے تھے۔ فریدی کے کہنے کے مطابق بوڑھی عورت نے آگے بڑھ کر انہیں دیکھنا شروع کیا۔

''نہیں.....!'' وہ کچھ دیر بعد کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''یہ آشا نہیں ہو سکتی..... ہرگز نہیں..... پیروں کی بناوٹ..... ہاتھوں کی بناوٹ۔'' وہ خاموش ہو کر آگے پیچھے جھولنے لگی۔ فریدی نے آگے بڑھ کر داہنے ہاتھ سے سنبھال لیا۔ ورنہ فرش ہی پر آ رہی ہوتی۔ وہ بیہوش ہو چکی تھی۔

لفافہ

فریدی نے اُسے ہاتھوں پر سنبھالے ہوئے حمید سے کہا۔ ''جاؤ..... اسٹریچر بھجواؤ۔''

حمید نے ڈیوٹی ڈاکٹر سے اسٹریچر بھجوانے کیلئے کہا اور پھر مردہ خانے کی طرف واپس آ گیا۔

تو وہ آشا نہیں تھی؟ حمید نے پہلے لاش دیکھی ہوتی تو شائد وہ بھی کوئی خیال قائم کر سکتا۔ بہر حال وہ جو بھی تھی آشا کے قد اور جسامت سے مطابقت رکھنے ہی کی بناء پر کام میں لائی گئی ہوگی۔ چہرہ قابل شناخت نہ رہنے دیا گیا ہوگا۔ وہ سوچتا رہا۔

آدھے گھنٹے سے پہلے فریدی سے گفتگو کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

''یہ کیا ہو گیا.....؟'' حمید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''میں پہلے ہی مطمئن نہیں تھا۔''

''کیا چہرہ قابل شناخت نہیں تھا۔''

''ہوں؟ لیکن جلدی میں وہ ہاتھوں اور پیروں کے متعلق کچھ نہیں کر سکا تھا؟''

''کون؟''

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پر تفکر انداز میں اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

وہ ریسیپشن روم میں بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد میٹرن نے اطلاع دی کہ آشا کی ماں ہوش میں آ گئی ہے۔

''ایک نرس کی نگرانی میں اُسے گھر بھجوا دیا جائے۔'' فریدی نے کہا۔

میٹرن واپس چلی گئی اور حمید جھنجھلا کر بولا۔ ''پھر ہم یہاں بیٹھے کیوں جھک مار رہے ہیں۔''

''فضول باتیں نہ کرو..... تمہیں وہ لڑکی یاد ہے۔''

''مجھے ہر لڑکی زبانی یاد ہے۔''

''شمبو سیٹھ کی سیکریٹری۔''

''ہوں..... اُوں..... لیکن وہ کیسے یاد آ گئی۔''

''میں مردنگ کے امکانات پر غور کر رہا ہوں۔''

''مگر وہ تو سرحد پر کر گیا تھا؟''

''یہ اطلاع غلط بھی ہو سکتی ہے۔''

''تو پھر..... میں کیا کر سکوں گا؟''

''اس سے ملو..... شاید کوئی خاص بات معلوم ہو سکے۔''

''اندھیرے میں تیر پھینکنے سے کیا فائدہ..... ظاہر ہے کہ اب وہ اُس سے جذباتی طور پر بھی بے تعلق ہو چکی ہوگی۔ اُسے اپنے بدبودار باس سے ہمدردی تھی لیکن اُس کا فراڈ ظاہر ہو جانے کے بعد اُسے اپنے جذبہ ہمدردی سے بھی نفرت ہو گئی ہوگی۔''

''ماہر نفسیات ہو رہے ہو آج کل۔''

حمید گردن اکڑا کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

فریدی کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ ''اُس سے ضرور ملو۔''

''اُس سے مل کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے روکھا پھیکا چکن سوپ بقائے صحت کے لئے زبردستی زہر مار کر رہا ہوں۔''

''بکومت جاؤ.....!'' فریدی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

''ابھی.....!''

''اسی وقت.....!''

فش ہاربر کالونی تک پہنچنے کے لئے ایک ایسے علاقے سے بھی گذرنا پڑتا تھا جہاں خشک مچھلیوں کی بدبو دماغ پھاڑ کر رکھ دیتی تھی۔

بہر حال جانا ہی تھا۔ لیکن سوال تھا ''تقریب..... بہر ملاقات کا؟''

وہ کوئی فلرٹ تو تھی نہیں کہ اُسے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر آنکھوں پر بٹھاتی۔ شریف لڑکیوں سے وہ بے حد بور ہوتا تھا۔ جینی تو شریف ترین تھی۔

''لیکن جناب۔'' حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''آخر اُس سے کس سلسلے میں ملا جائے۔''

''تمہیں وہ رات یاد ہے نا جب مردنگ نے جھلا کر تمہیں بھی موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی تھی۔''

''اچھی طرح یاد ہے۔''

''کیا وہ محض اتفاق تھا..... یا میں نے ہی اُس کے لئے وہ مواقع فراہم کئے تھے۔''

''میں درجہ سوئم (الف) کا طالب علم نہیں ہوں۔ جو کچھ کہنا ہو جلدی سے کہہ گذریئے۔ اختلاج ہو رہا ہے۔''

''میں اس بار پھر..... خیر جانے دو..... مت جاؤ..... کچھ نہیں! میں خود ہی دیکھ لوں گا۔''

''آ گئی شامت۔ میں عرض کر رہا تھا حضور والا کہ میں اس خدمت کی انجام دہی سے گریز نہیں کر رہا۔ بس تھوڑی سی وضاحت چاہتا تھا۔ ویسے اس کے بغیر بھی چلا جاؤں گا۔ پاس پڑوس میں یقیناً کوئی نہ کوئی ایسی نکل ہی آئے گی کہ میں دوبارہ بھی وہاں جا سکوں۔''

فریدی ہاتھ ہلا کر جانے کا اشارہ کرتا ہوا دوسری طرف مڑ گیا۔

کچھ دیر بعد حمید کی گاڑی فش ہاربر کالونی کی طرف جا رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر مرنے والی آشا نہیں تھی تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ آشا تو خود ہی کہیں روپوش ہو گئی ہے۔ پھر قاتل کے قبضے میں ہوگی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مقصد اغواء تھا تو اُس کی پردہ پوشی کے لئے ایک قتل کیوں ہوا۔ اس کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ اغواء کرنے والا کوئی جانا بوجھا آدمی ہے جو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ آشا کے غائب ہو جانے پر پولیس اُس پر شبہ کر سکتی ہے۔ اگر وہ مردنگ ہی ہے تو اس سلسلے میں جینی پر نظر رکھنے سے کیا فائدہ۔ ظاہر ہے کہ اب وہ جینی سے قطعی طور پر بے تعلق ہو چکا ہوگا۔ پھر فریدی نے اُسے جینی سے رابطہ قائم رکھنے کی ہدایت کیوں دی ہے؟ وہ سوچتا رہا۔ آخر مقتولہ کون ہے؟ کیا اُس کا تعلق بھی ناردرن اسٹوڈیو سے تھا؟ اگر تھا تو ابھی تک کسی اور کے غائب ہونے کی اطلاع کیوں نہیں ملی۔ ہو سکتا ہے کہ آشا والی غلط فہمی رفع ہو جانے کے بعد یہ بھی معلوم ہو سکے کہ مقتولہ کون تھی؟ لیکن کیا فریدی اس سٹیج پر یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھے گا کہ وہ آشا کی لاش نہیں تھی؟

ہو سکتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں آشا کی نانی اور اس کے ساتھ والی دوسری عورت کو زبان بند ہی رکھنے کی ہدایت دے۔

گاڑی فش ہاربر کالونی میں داخل ہو رہی تھی۔ اُس نے سوچا کہ براہِ راست جینی کے گھر کے سامنے ہی رکنا مناسب نہ ہوگا۔ لہٰذا اُس نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور اُتر کر پیدل ہی جینی کے گھر کی طرف چل پڑا۔ سوچ رہا تھا کہ اُس سے کس طرح رابطہ قائم کرے گا۔ کیونکہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اس کی ماں کو کسی بات کا علم نہ ہو سکے۔

گھر کے قریب پہنچ کر اُسے چلتے چلتے رک جانا پڑا۔ کیونکہ برآمدے میں کچھ سرکاری قسم کی شکلیں نظر آئی تھیں۔ اُن میں سے ایک سب انسپکٹر تھا اور دو کانسٹیبل..... ان کے علاوہ بھی تین آدمی تھے۔ ہو سکتا ہے جینی کے پڑوسی رہے ہوں۔ انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا جیسے سب انسپکٹر اُن میں سے کسی کا بیان لے رہا ہو۔

حمید آگے بڑھا۔ سب انسپکٹر صورت آشنا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ہی اُس کی نظر حمید پر پڑی کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

''آیئے جناب.....!'' اُس نے مسکرا کر کہا۔ ''اچھا ہی ہوا کہ معاملہ آپ تک پہنچ چکا ہے؟''

''تشریف رکھئے۔ میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

ایک کانسٹیبل نے اپنی کرسی حمید کے لئے کھسکائی۔

''تشریف رکھئے۔'' سب انسپکٹر نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے۔'' حمید بیٹھتا ہوا بولا۔ ''کیا قصہ ہے؟''

''اوہ..... میں سمجھا تھا شائد معاملہ آپ لوگوں کے سپرد کر دیا گیا ہے؟''

''کیسا معاملہ..... میں کچھ نہیں جانتا۔''

''جینی پرسوں سے غائب ہے..... مردنگ والے کیس میں گواہ کی حیثیت رکھتی تھی۔''

''غائب ہے۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔ ''میں دراصل اسی سلسلے میں اُس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔''

''پرسوں صبح مارکیٹ گئی تھی..... پھر واپس نہیں آئی۔''

''اوہ.....!'' حمید سوچ میں پڑ گیا۔ وہ جلد سے جلد فریدی کو اس کی اطلاع دینا چاہتا تھا

اور اُسے یاد آیا کہ جینی نہ صرف آشا کا سا قد رکھتی تھی بلکہ اُس کی جسامت بھی تقریباً ویسی ہی
تھی۔ بال بنانے کا اسٹائل بھی آشا ہی کا سا تھا۔ تو کیا وہ لاش جینی ہی کی تھی۔

''لڑکی کی ماں گھر پر موجود ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''جی ہاں.....!''

''میں اُس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں؟''

''ٹھہریئے۔'' سب انسپکٹر اٹھتا ہوا بولا۔ اُس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ایک نسوانی آواز آئی اور وہ دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اور بولا۔ ''تشریف لے جایئے۔ اُس کی حالت ابتر ہے۔''

حمید کھکھارتا ہوا نشست کے کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے ایک ادھیڑ عمر کی قبول صورت عورت بیٹھی تھی۔ آنکھیں متورم نظر آ رہی تھیں اور چہرے پر عجیب سی غم آلودگی پائی جاتی تھی۔

وہ اُسے دیکھتے ہی اٹھ گئی۔

''بیٹھئے..... بیٹھئے۔'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ ایک بار پھر آپ کو الجھنوں سے دوچار ہونا پڑا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے حمید کی طرف دیکھتی رہی۔

''جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔'' بھرائی ہوئی آواز میں جواب ملا۔

''کیا مارکیٹ جاتے وقت آپ نے اُس کی زبان سے کوئی غیر معمولی بات سنی تھی۔''

''جی نہیں..... سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ وہ واپس نہ آئے گی۔''

''ان دنوں کہاں کام کر رہی تھی۔''

''سنسار پبلسٹی بیورو کے لئے کام کر رہی تھی۔''

''اوہ..... اُس کا دفتر کہاں ہے؟''

''مے پول ہوٹل میں۔''

''کیا کام کرتی تھی؟''

''ٹائپسٹ تھی۔''

''یہ ملازمت کیسے ملی تھی۔''

''آسامی کے اشتہار دیکھ کر عرضی دی تھی۔ پھر انٹرویو میں گئی اور کامیاب رہی۔''

''کیا تنخواہ ملتی تھی۔''

''دو سو پچھتر۔''

''کسی ملنے جلنے والے کا نام اور پتہ بتا سکتی ہیں۔''

''میرا خیال ہے کہ وہ صرف اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔ یہاں تو آج تک اُس کا کوئی
والا آیا ہی نہیں۔''

''میں جانتا ہوں کہ جینی ایک اچھی لڑکی ہے؟''

''شکریہ۔'' اُس کی ماں کی آواز غمگین ہونے کے باوجود بھی غرور کی جھلکیاں رکھتی تھی۔

''اپنی موجودہ ملازمت کے بارے میں اُس کا کیا خیال تھا۔''

''اس سلسلے میں اُس نے کبھی کوئی گفتگو نہیں کی۔''

''آپ نے تو بہرحال معلوم کرنا چاہا ہوگا۔''

''قدرتی بات ہے۔''

''پھر.....!''

''اگر کام اُس کی طبیعت کے خلاف ہوتا تو وہ کچھ ہی دنوں کے بعد اُسے ترک کر دیتی۔
ذا یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ مطمئن تھی۔''

''آپ نے اُسے پچھلے دنوں کبھی خوفزدہ بھی دیکھا تھا؟''

''جی نہیں۔'' وہ اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

حمید خاموش ہو گیا۔ لیکن وہ خود ہی بولی۔ ''میں آپ کے اس سوال کا مطلب نہیں سمجھی۔''

''ہوسکتا ہے کسی نے اُسے کسی قسم کی دھمکی دی ہو۔''

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"دیکھئے۔ جینی ایسی لڑکی نہیں جو خود سے ایسا کوئی قدم اٹھا سکے۔ کسی اور کی زبردستی ک
بات دوسری ہے۔ ہوسکتا ہے وہ ایسے کسی آدمی کا علم رکھتی ہو جس سے اُسے خدشہ تھا۔"

"خدا جانے کیا ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا کروں؟"

"فکر نہ کیجئے! سب ٹھیک ہوجائے گا۔" حمید نے کہا۔ ویسے اُس کا یہی دل چاہتا تھا ک
اُسے سیدھے سول ہسپتال لے جائے اور وہ لاش اُسے بھی دکھائے۔ لیکن اس خیال سے خاموش
رہا کہ کہیں فریدی اُسے ناپسند نہ کرے۔

اب وہ جلد از جلد اُسے اس واقعہ کی اطلاع دینا چاہتا تھا۔

"اچھی بات ہے محترمہ۔" وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔"
برآمدے میں آیا۔ سب انسپکٹر اُسے مستفسرانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہ اُس سے صرف
مصافحہ کرکے برآمدے سے بھی گذر گیا۔

اب اُس کی گاڑی پھر سول ہسپتال کی طرف جارہی تھی۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ وہ ا
بھی وہیں ملتا۔ اس لئے ایک جگہ گاڑی روک کر اُترا اور ایک قریبی ریستوران سے سول ہسپتا
فون کیا۔ دوسری طرف سے اطلاع ملی کہ فریدی ابھی وہیں موجود ہے۔ اس سے وہیں رکنے
کہہ کر پھر گاڑی میں آبیٹھا۔

کچھ دیر بعد فریدی یہ نئی کہانی سن رہا تھا۔

"ہوں.....!" بات ختم ہونے پر اُس نے طویل سانس لی۔ "قبل اس کے کہ اس کی ما
کو کارروائی شناخت کے لئے بلایا جائے میں اس پبلسٹی بیورو کے متعلق بھی کچھ معلو
کرنا مناسب سمجھوں گا۔"

پھر وہ ے پول ہوٹل کی طرف روانہ ہوگئے۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ سردی آ
پچھلی رات سے بھی زیادہ تھی اور شہر کی سڑکیں ابھی سے ویران ہونے لگی تھیں۔ زیادہ تر دکان
بند ہوچکی تھیں۔

ے پول ہوٹل کے کاؤنٹر پر سنسار پبلسٹی بیورو کے متعلق جو اطلاع ملی کم از کم حمید کے
لئے تو غیر متوقع نہیں تھی۔ وہ راستے بھر سوچتا آیا تھا کہ اب شاید ہی وہاں اس نام کا کوئی آفس
وجود ہو۔

کاؤنٹر کلرک نے بتایا کہ اُس کا دفتر پرسوں ہی کہیں منتقل ہوچکا ہے۔

"اور جناب۔" کاؤنٹر کلرک نے کہا۔ "کیا آپ مجھے اپنا نام بتاسکیں گے۔"

"کیوں؟ کیا یہ ضروری ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"منیجر صاحب کا حکم ہے کہ اگر کوئی سنسار والوں کے متعلق کچھ پوچھے تو نام معلوم کرکے
یں اطلاع دی جائے۔"

فریدی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر اُس کی طرف
ھا دیا۔ نام پڑھ کر اُس نے فون پر کسی کو اطلاع دی اور فریدی سے بولا۔ "منیجر صاحب کے
رے میں تشریف لے جائیے جناب۔"

"اوہ.....اچھا.....اچھا۔"

وہ دونوں منیجر کے کمرے کی طرف بڑھے۔ منیجر راہداری کے سرے پر موجود تھا۔

"اوہ کرنل صاحب..... آیئے آیئے..... جناب۔" وہ مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ "اندر تشریف
لے چلئے۔ سنسار والے بڑی جلدی میں تھے۔ بہرحال آپ نے مجھ پر اعتماد کیا اس لئے شکر
ذار ہوں جناب۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اوہ وہ آپ کے کچھ کاغذات میرے سپرد کرگئے تھے کہ جب آپ تشریف لائیں آپ
کودے دیئے جائیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ ہی کی ہدایت پر کیا جارہا ہے۔"

"اچھا.....!" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔ "لیکن وہ گئے کہاں؟"

"یہ تو نہیں بتایا.....ویسے کہہ رہے تھے کہ انہیں دفتر کیلئے کوئی اچھی سی جگہ مل گئی ہے۔"

"ضرور مل گئی ہوگی۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "کاغذات۔"

"جی ہاں.....ابھی پیش کرتا ہوں۔"

وہ منیجر کے آفس میں داخل ہوئے اور منیجر نے تجوری سے ایک سیل کیا ہوا لفافہ نکال کر فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

دھمکی

پھر کچھ دیر بعد فنگر پرنٹ سیکشن کے لوگ اُس کمرے میں جہاں سنسار پبلسٹی بیورو کا دفتر تھا انگلیوں کے پوشیدہ نشانات تلاش کر رہے تھے اور حمید سوچ رہا تھا کہ آخر اُس لفافے میں کیا ہے جو فریدی نے ے پول کے منیجر سے لے کر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا تھا۔

کمرے کے باہر اُن کے ساتھ منیجر بھی موجود تھا اور اُس کے چہرے پر اضطراب کی لہریں تھیں۔

"یہاں اس آفس میں کتنے آدمی کام کرتے تھے۔" فریدی نے منیجر سے پوچھا۔

"میں نے دو کے علاوہ کسی تیسرے کو نہیں دیکھا۔" منیجر نے طویل سانس لے کر کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اس کمرے سے اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔ ضمنی سی کارروائی ہے۔ اُن لوگوں نے میرے پورے کاغذات واپس نہیں کئے.....اچھا اُن دونوں کے متعلق ہی کچھ بتائیے۔ میری مراد ہے اُن کے حلئے۔"

"ایک لڑکی تھی جو غالباً اسٹینو تھی۔ اور ایک مرد..... بھاری جسم کا پستہ قد آدمی، ناک بھدی اور پھولی ہوئی تھی۔ مونچھیں اتنی گھنی تھیں کہ نہ صرف اوپری ہونٹ بلکہ نچلے ہونٹ کا کچھ حصہ بھی چھپ کر رہ گیا تھا۔ نرم گفتار اور بے حد شائستہ تھا۔ لڑکی بھی باسلیقہ اور شریف معلوم ہوتی تھی۔"

"کمرہ کب سے اُن کے قبضے میں تھا۔"

"یہی دو ڈھائی ماہ سے.....رجسٹر دیکھے بغیر صحیح تاریخ نہ بتا سکوں گا۔"

حمید نے پشتو میں فریدی سے کہا۔ "حضور والا کہیں اُس لفافے میں کوئی آتشگیر مادہ نہ ہو۔"

"اوہو.....!" فریدی چونک کر اُس کی طرف مڑا اور منیجر بھی کچھ ایسے انداز میں حمید کو دیکھنے لگا جیسے اُس نے کوئی بات اُس کے خلاف کہی ہو۔

فریدی نے فنگر پرنٹ سیکشن کے انچارج کو کچھ ہدایات دیں اور نیچے ڈائننگ ہال کی طرف چل پڑا۔ منیجر اور حمید اُس کے ساتھ چل رہے تھے۔

ہال میں فریدی نے ایک خالی کیبن منتخب کیا۔

"اب میں اجازت چاہوں گا۔" منیجر نے کہا۔

"تعاون کا بہت بہت شکریہ۔" فریدی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ اُس کے چلے جانے کے بعد وہ کیبن میں آ بیٹھے.....اور فریدی نے حمید سے کہا۔ "کاؤنٹر سے گھر پر فون کردو.....کھانا ہم نہیں کھائیں گے۔"

"اور واپسی.....!"

"گھر فون کرنے کا مطلب یہی ہے کہ واپسی ضروری نہیں۔"

"لیکن میں اپنے متعلق یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ضرور واپس جاؤں گا۔"

فریدی بے تعلقی سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ حمید کیبن سے نکل کر کاؤنٹر پر واپس آیا۔

تھوڑی دیر بعد گھر سے رابطہ قائم ہوسکا۔ فون انگیج تھا۔

دوسری طرف سے کوئی ملازم بولا۔ "ڈی آئی جی صاحب کا فون تھا۔ انہوں نے کہا ہے جیسے ہی صاحب آئیں انہیں فون کرلیں۔"

حمید نے اُسے اطلاع دی کہ وہ رات کا کھانا گھر پر نہیں کھائیں گے اور سلسلہ منقطع کردیا۔ پھر کیبن میں واپس آ کر ڈی آئی جی صاحب کا پیغام سنایا۔ فریدی پلکیں جھپکائے بغیر اُسے گھورے جارہا تھا۔

"خیریت۔" حمید بغلیں جھانکتا ہوا بولا۔ وہ اس انداز سے بخوبی واقف تھا۔ فوراً سمجھ گیا کہ اُس سے کوئی زبردست غلطی سرزد ہوئی ہے۔

فریدی کچھ کہے بغیر اٹھ گیا۔ موڈ بے حد خراب تھا۔

حمید طویل سانس لے کر کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا اور فریدی کو کیبن سے باہر جاتے دیکھتا رہا۔ وہ غالباً ڈی آئی جی کو فون کرنے گیا تھا۔ واپسی تین یا چار منٹ بعد ہوئی۔ اُس نے دروازے پر کھڑے ہوئے ویٹر سے کہا۔ "اپنا نمبر بتادو..... میں تمہیں بلواؤں گا۔"

ویٹر اپنا نمبر بتا کر چلا گیا۔ فریدی کیبن میں داخل ہوا۔ حمید نے محسوس کیا کہ اُس کے موڈ میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں واقع ہوئی۔

وہ بیٹھ کر کچھ دیر تک پھر اُسے خاموشی سے گھورتا رہا اور یک بیک بولا۔ "راجن بابو کو کب سے جانتے ہو۔"

"کیا مطلب.....؟" حمید چونک پڑا۔

"میری بات کا جواب دو۔" فریدی کا لہجہ سخت تھا۔ حمید کو جھرجھری سی آئی پھر وہ بھی کسی قدر جھنجھلاہٹ کا شکار ہوگیا۔

"سب سے پہلے میں معلوم کروں گا کہ اس سوال کا مقصد کیا ہے۔"

"مقصد.....!" فریدی تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ لفافے میں آتشگیر مادہ تھا۔"

"ہوگا.....؟" حمید نے لاپروائی سے کہا اور ہاتھ بڑھا کر کیبن کا پردہ ہٹاتے ہوئے ہال میں دیکھنے لگا۔ لیکن راجن بابو کے نام پر وہ حقیقتاً الجھن میں مبتلا ہوگیا تھا۔ پچھلی رات کے واقعات ایک بار پھر ذہن میں چکرانے لگے۔

پردہ چھوڑ کر وہ فریدی کی طرف مڑا۔ لیکن اُس سے پہلے کہ اُس سے آنکھیں چار ہوتیں سامنے رکھی ہوئی ایک پوسٹ کارڈ سائز کی تصویر نے اپنی طرف توجہ مبذول کرالی۔

پھر تو ایسا محسوس ہوا جیسے کرسی میں برقی رو دوڑا دی گئی ہو۔ سارا جسم جھنجھنا اٹھا۔ تصویر

راجن بابو کی خواب گاہ کی تھی۔ پس منظر میں وہ مسہری پر آنکھیں بند کئے پڑا تھا اور سامنے نمی اور حمید تھے۔ مگر اس حال میں کہ اُن دونوں کے چہرے کیمرے کے سامنے تھے۔ نمی کی آنکھیں بند تھیں اور حمید کی نیم وا۔

اُس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے فریدی کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں بدقت کہہ سکا۔ "خدا کی قسم یہ فراڈ ہے؟"

"دنیا کا ماہر ترین آدمی بھی اس تصویر کو فراڈ نہیں ثابت کرسکتا۔"

"آپ میری بات بھی تو سنئے۔"

"فرمایئے۔" فریدی پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"یہ تصویر آپ کو ملی کہاں سے۔"

فریدی جیب سے لفافہ نکال کر اُس کے سامنے ڈالتا ہوا بولا۔ "ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں ٹائپ کیا ہوا ایک خط بھی ہے۔"

حمید نے لفافے سے خط نکالا جس کا مفہوم یہ تھا۔

"تم دونوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس معاملے کو یہیں ختم کردو..... ورنہ مٹی پلید ہوجائے گی۔ تمہاری اگر یہ تصویر راجن تک پہنچ گئی..... راجن عرصہ سے اپنی بیوی سے چھٹکارا پانے کے لئے بہانہ تلاش کررہا ہے۔ لیکن نمی اُسے نہیں چھوڑنا چاہتی..... وہ حمید پر چڑھ دوڑے گی۔ تمہاری نیک نامی بھی خاک میں مل جائے گی۔"

حمید نے مضمون کو کئی بار پڑھا..... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی کو کس طرح اس سے اپنی لاعلمی کا یقین دلا سکے گا۔

بالآخر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تو یہ لفافہ پرسوں ہی منیجر کو دیا گیا تھا؟"

"کیوں؟ کیا اس سے کوئی فرق پڑے گا؟" فریدی نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"بالکل پڑے گا..... کیونکہ پرسوں تک میں راجن کو نہیں جانتا تھا۔"

"یہ لفافہ آج ہمارے یہاں پہنچنے سے ایک گھنٹہ قبل منیجر کو دیا گیا تھا؟"

''تب تو معاملہ صاف ہے۔'' حمید نے سنبھالا لینے کی کوشش کی۔

''تم سچ مچ مجھے اس قابل نہ رہنے دو گے کہ کسی کو منہ دکھا سکوں۔'' فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

حمید کے ذہن پر پھر جھلاہٹ طاری ہوگئی۔ گردن جھٹک کر بولا۔ ''یہ تصویر میری ہے آپ کی نہیں۔''

''بکواس کی تو تھپڑ ماردوں گا..... بتاؤ کیا بات ہے؟''

حمید کچھ نہ بولا..... میز کی سطح پر نظر جمائے ہوئے پائپ میں تمباکو بھرتا رہا۔

''کیا تم بہرے ہو گئے ہو۔''

''نہیں..... میں کہتا ہوں آپ اس پر یقین کر لیجئے۔'' حمید نے تصویر کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

''اچھی بات ہے..... میں براہِ راست راجن ہی سے معلوم کرلوں گا۔''

''یہ تصویر ایسی تصویروں کا مجموعہ نہیں ہے جو تین نگیٹوز سے کسی ایک جگہ منتقل کی گئی ہوں۔ لیکن اگر راجن اس مرض میں مبتلا ہوتا تو اس تصویر کے ساتھ مجھے اس قسم کی دھمکی نہ ملتی۔''

''کیسا مرض.....؟''

''مسکواسکو پیا.....!''

''جہنم میں جائے..... مجھے بھوک لگی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ملازمت جائے گی اور کیا..... کورٹ میں بھی دیکھا جائے گا۔ ہاں.....!''

فریدی نے کیبن کا پردہ ہٹایا۔ ویٹر سامنے ہی تھا۔ اشارے سے بلا کر کھانے کی فہرست لکھوائی۔

ویٹر چلا گیا۔ دونوں ہی خاموش تھے۔ فریدی نے تصویر دوبارہ لفافے میں رکھ دی تھی اور اب لفافہ پھر اُس کی جیب میں تھا۔

کھانا آیا اور خاموشی ہی سے ختم بھی ہوگیا۔ پھر کافی آئی۔ فریدی نے سگار سلگا کر کیبن کا پردہ ایک طرف کھسکا دیا اور ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ دیر پہلے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔

حمید بھی پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔ ویسے اُس کی الجھن بڑھتی جارہی تھی۔ خواہ مخواہ بات بڑھا بیٹھا تھا۔ اصل واقعہ بیان کر دیتا لیکن کیا کرتا۔ بعض اوقات فریدی کا ایسا رویہ جیسے وہ کوئی نا سمجھ بچہ ہو اُسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر ہی دیتا تھا۔

بہر حال اب وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح معاملہ ''برابر'' کیا جائے۔ دفعتاً کھکار کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''اصل واقعہ یہ ہے.....!''

''ختم کرو۔'' فریدی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ''اصل واقعہ راجن ہی سے معلوم کروں گا۔''

''یعنی آپ یہ تصویر اُسے دکھائیں گے۔''

''کیوں؟ کیا وہ بھی اس منظر کا ایک جزو نہیں ہے؟''

''وہ بیہوش تھا.....!''

''بہت اچھے..... اب نوبت بہ ایں جارسید.....!'' فریدی طنزیہ انداز میں اُسے تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

''پوری بات تو سنئے۔''

''وہ خود ہی بیہوش ہو گیا ہوگا۔ تمہارے اس کارنامے پر۔''

''اگر آپ نے اُسے تصویر دکھا دی تو وہ یہی سمجھے گا کہ۔''

''کیا سمجھے گا۔''

''یہی کہ اُسے مورفیا کا انجکشن میں نے ہی دیا تھا؟''

''اچھا تو یہ کارنامہ کسی اور نے انجام دیا تھا۔''

''میں اس کے متعلق اور کچھ نہیں جانتا.....!''

''اور تصویر کے بقیہ حصے کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''میں اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا۔ پچھلی رات عجیب چکر میں گذری تھی۔''

''خیر بتاؤ..... میرے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں، جن سے تمہارے بیان کی تصدیق ہو سکے گی۔''

حمید نے شروع سے کہانی چھیڑ دی۔ عجیب عالم تھا۔ داستان کے کسی حصے پر جھینپتا اور کسی پر تاؤ دکھانے لگتا۔

اُس کے خاموش ہو جانے پر فریدی بھی کچھ دیر تک چپ ہی رہا پھر بولا۔ ''ایسی صورت میں اگر یہ تصویر راجن کے ہاتھ لگ گئی تو وہ یہی سمجھے گا کہ انجکشن تم نے ہی دیا ہوگا۔ اپنی بیوی کے اس بیان پر ہرگز یقین نہیں کرے گا کہ تم اُس کے ساتھ ہی رہے تھے۔''

''میں تو کہتا ہوں کہ یہ خود راجن ہی کی حرکت ہے۔'' حمید میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''اگر وہ اپنی بیوی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ سارا سٹ اپ اُسی کا ترتیب دیا ہوا تھا جس طرح اس کام کے لئے مجھے پھانسا تھا اُسی طرح تصویر لینے کے لئے کسی اور کو بھی پھانس لیا ہوگا..... ہوسکتا ہے..... وہ بھی مردنگ کے ساتھیوں میں سے ہو۔ آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ مردنگ بلیک میلر بھی ہے۔ ہوسکتا ہے راجن کی کوئی دکھتی ہوئی رگ اُس کے ہاتھ میں ہو۔ اُس نے راجن کو اس ڈرامے پر مجبور کر دیا ہو۔''

''اب تو سبھی کچھ ہوسکتا ہے۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ ''تم نے مجھے بڑی دشواریوں میں ڈال دیا ہے..... خیر دیکھوں گا۔''

''تو آپ کو میری اس کہانی پر یقین آ گیا ہے؟''

''ہرگز نہیں۔''

''تو پھر.....؟''

''میں دیکھوں گا کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔''

''خیر..... خیر..... اب اُس لاش کے بارے میں کیا خیال ہے..... کیا وہ جینی ہی کی ہوگی۔''

''اس فکر میں مت پڑو..... تم گھر جانا چاہتے تھے نا..... جا سکتے ہو۔''

وہ کافی ختم کر چکے تھے۔ فریدی نے اشارے سے ویٹر کو بلا کر بل طلب کیا۔ اتنے میں فنگر پرنٹ سیکشن کے انچارج نے اطلاع دی کہ وہ وہاں اپنا کام ختم کر چکا ہے۔

حمید نے مزید الجھنا مناسب نہ سمجھا۔ اُسے توقع نہیں تھی کہ فریدی اتنی جلدی نرم پڑ جائے گا۔

بہرحال عافیت اسی میں نظر آئی کہ چپ چاپ وہاں سے کھسک ہی جائے۔ گھر جانے کی اجازت مل ہی چکی تھی۔

راستے میں نجمی اور اُس کا سیٹھ یاد آیا۔ لیکن اب وہ فی الحال کسی دوسرے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ اس وقت تو پچھلی رات کا ایڈونچر ہی ساری زندگی کے لئے کافی نظر آ رہا تھا۔ اگر وہ تصویر کسی طرح راجن کے ہاتھ لگ گئی تو اُسے شہر ہی نہیں بلکہ ملک چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر وہ کیسی بیہوشی تھی کہ ایسے حالات سے گذرنے کے باوجود بھی اُسے کسی بات کا احساس نہیں ہوسکا تھا۔ کیا نمی بھی اسی طرح بیہوش رہی ہوگی۔

''جہنم میں جائے۔'' وہ شانوں کو جنبش دے کر بڑبڑایا۔ ''دیکھا جائے گا۔ اس سے پہلے بھی نہ جانے کتنی دشواریوں میں پڑ چکا ہوں۔''

''کار کی رفتار تیز نہیں تھی۔ اس الجھن سے پیچھا چھڑانے کے لئے اُس نے اپنے ذہن کو ادھر اُدھر بھٹکنے دیا۔ اب وہ نجمی کے متعلق سوچ رہا تھا اُسے اُس کا سیٹھ یاد آیا..... کتنی حسین زندگی ہے اُن کی بھی..... خود اتنے غلیظ اور متعفن اور کیسی کیسی گل اندامان نکہت بیز پر متصرف ہیں۔ ایک ہم ہیں نہ گھر کے نہ گھاٹ کے۔ جو کچھ بھی کر گذریں انہیں نہ کوئی کچھ کہنے والا اور نہ خود انہیں کسی بات کا غم..... ایک ہم ہیں کہ کسی بلیک میلر کی ایک دھمکی ہی ہمیں محتاط ہو جانے پر مجبور کر دیتی ہے..... اب غالباً کرنل ہارڈ اسٹون صاحب اسی فکر میں غلطاں و پیچاں ہوں گے کہ کس طرح سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے..... اُدھر وہ سیٹھ نوندرمل سانپ اور لاٹھی سمیت گنگا نہاتا رہتا ہے۔

پھر یک بیک اُس کا دماغ گرم ہوگیا۔ اور یہ کم بخت آخر اس کی حیثیت کیا ہے کہ مجھے اس طرح بیوقوف بنا کر نکل جائے..... مردنگ کی کھال پھاڑنی ہی پڑے گی۔ دیکھنا ہے کہ اس تصویر ہی کے بل بوتے پر کیا بگاڑ لیتا ہے۔

اب کار کا رخ گھر کی طرف نہیں تھا۔

وہ سوچ رہا تھا جس نے بھی راجن کو مورفیا کا انجکشن دیا تھا وہ پہلے ہی سے اُس عمارت میں موجود تھا۔ اگر وہ اپنی بیوی سے چھٹکارا ہی پانا چاہتا ہے تو اُس کے لئے کسی غیر معروف آدمی کو آلہ کار بنانا سودمند ثابت ہوتا۔

''اچھا تو راجن بیٹے تم بھی کیا یاد کرو گے؟'' وہ زیرِ لب بڑبڑایا اور گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔

گاڑی اُسی بستی کی طرف جا رہی تھی جہاں راجن رہتا تھا۔

کمپاؤنڈ کا پھاٹک بند نہیں تھا۔ وہ گاڑی اندر لیتا چلا گیا۔ پورچ میں گاڑی روکی۔ برآمدے میں روشنی تھی۔

گھنٹی کے جواب میں خود راجن برآمدے میں آیا تھا۔ حمید نے اپنے چہرے پر درشتی کے آثار برقرار رکھے۔

''میں آپ سے خود ہی ملنے والا تھا۔''

''ہوں؟''

''نمی کہتی ہے کہ کافی پینے کے بعد اُس پر بھی غشی طاری ہوگئی تھی اور وہ بھی کرسی ہی پر سوگئی تھی۔ کیا چکر ہے..... ڈرائیور صبح سے غائب ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ پچھلی رات کو بھی اپنے کمرے میں نہیں تھا۔ اُس نے اپنے جن عزیزوں کے حوالے اور پتے دیئے تھے وہاں اُس نام کے لوگ کبھی تھے ہی نہیں۔''

انکشافات

حمید خاموشی سے اُسے گھورتا رہا۔

''اوہ اندر چلئے..... سردی بہت ہے۔ آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔'' راجن بولا۔

حمید خاموشی سے اُس کے پیچھے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔

''آپ کافی پئیں گے..... یا چائے۔'' راجن بیٹھتا ہوا بولا۔

''اب کیا جہنم رسید کردینے کا ارادہ ہے۔'' حمید غرایا۔

''اوہ..... تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ہمارا ہاتھ تھا..... میں قسم کھانے کو تیار ں..... آخر مورفیا کا انجکشن کس نے دیا تھا؟ آپ ہی بتایئے۔''

''مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں..... اور نہ میں اس لئے آیا ہوں۔''

''پھر فرمایئے..... میرے لائق کوئی خدمت.....!''

پچھلی رات ایک بجے ڈیوٹی پر تھا۔ غیر حاضری کی بناء پر مجھ سے جواب طلب ہوگیا ہے۔ اخیال ہے کہ شائد ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔

''نہیں.....!'' راجن بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے چہرے پر ندامت کے آثار صاف لیے جاسکتے تھے۔

''جی ہاں..... آپ کے اس ڈرامے نے میری مٹی پلید کردی۔''

''میں کہتا ہوں..... وہ ڈرائیور..... یقیناً وہ کوئی فراڈ تھا۔ آخر اُس کے دیئے ہوئے الے صحیح کیوں نہ ثابت ہوسکے۔''

''جہنم میں گیا ڈرائیور.....!'' حمید صوفے کے ہتھے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''آپ اب اس

معاملے کو دیکھئے۔''

''میں کیا بتاؤں..... میں کیا بتاؤں۔'' وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

''چلئے..... چھٹی ہوئی۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''میں کہہ رہا ہوں کہ نہ صرف میری ملازمت جا رہی ہے بلکہ شائد میرے خلاف ایک بہت بڑا مقدمہ بھی قائم ہو جائے۔''

''اُف فوہ..... میں بہت شرمندہ ہوں کیپٹن..... وہ کم بخت ڈرائیور نہ جانے کیا چاہتا تھا۔ اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ اُس نے آپ لوگوں کو اس کمرے سے ہٹانے کے لئے لائبریری والے انسٹرومنٹ میں رنگ کیا ہوگا..... میں کیا کروں؟''

''اس پر بعد میں غور کیجئے گا کہ وہ کیا کرنا چاہتا تھا۔ فی الحال میرا مسئلہ سامنے رکھئے۔''

''جو کچھ بتایئے میں کرنے کو تیار ہوں۔ ارے بُری طرح ذلیل ہوا ہوں۔ نمی کو سب کچھ سچ سچ بتا دینا پڑا..... اسی چکر میں کہ پتہ نہیں بعد میں کیا ہو۔ کیسی ذلت نصیب ہوئی ہے۔ کیسی ذلت نصیب ہوئی ہے۔ وہ الگ صبح سے منہ پھلائے ہوئے ہے۔ بتایئے میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔''

''شری متی جی کا تحریری بیان..... لیکن اب داستان کے اُس حصے کو اڑا ہی دینا پڑے گا کہ کسی نے آپ کو مورفیا کا انجکشن دیا تھا۔ اپنے بیان میں آپ یہی لکھیں گے کہ آپ کسی وجہ سے اپنی کار میں بیہوش ہو گئے تھے اور میں نے آپ کو گھر تک پہنچایا تھا۔ آپ کی شری متی جی اپنے بیان میں لکھیں گی کہ مجھے پچھلی رات سے پہلے نہیں جانتی تھیں اور یہ کہ جب میں نے آپ کو گھر پہنچایا تو وہ سمجھیں کہ شائد آپ زیادہ پی کر بیہوش ہو گئے تھے اور میں آپ کا کوئی دوست ہوں جو آپ کو گھر لایا ہوں۔ پھر میں نے انہیں یقین دلانے کے لئے اپنا کارڈ دکھایا..... فون پر کسی نامعلوم آدمی کی گالیوں کا تذکرہ ضرور ہونا چاہئے..... اور یہ بھی کہ اس کی وجہ سے سب لوگوں کو تھوڑی دیر کے لئے آپ کے کمرے سے بھی چلا جانا پڑا تھا..... پھر آپ کی چیخ سن کر سب اس کمرے میں آئے تھے اور ٹھیک اس وقت ڈاکٹر بھی آ گیا تھا اور اُس نے بازو میں کسی تازہ انجکشن کے نشان کا تذکرہ کیا تھا اور مورفیا کا نام بھی لیا تھا۔ پھر وہ لکھیں گی کہ اس کے

''انہوں نے مجھے کافی پینے پر مجبور کیا تھا اور پھر سب نے کافی پی تھی..... اور اُس کے بعد اتنی گہری نیند آئی تھی کہ وہ کرسی ہی پر سو گئی تھیں۔''

''اس بیان سے کیا ہوگا.....؟'' راجن نے پوچھا۔

''میں اپنی بچت کے سلسلے میں پیش کر سکوں گا کہ کافی میں کوئی نشہ آور چیز تھی۔''

''تو پھر اس طرح تو ہم لوگ مجرم گردانے جائیں گے۔''

''ڈرائیور کے لئے آپ نے کیا کیا؟'' حمید نے جھنجھلا کر پوچھا۔

''حلقے کے تھانے میں اُس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی ہے، اس بیان سمیت کہ اُس کے دیئے ہوئے حوالے غلط ثابت ہوئے ہیں۔''

''بالکل یہی ہونا چاہئے تھا آپ نے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب آپ کہہ سکیں گے کہ کافی کو نشہ آور بنانے میں اُسی کا ہاتھ تھا۔''

''میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں؟ مگر مقصد.....؟''

''مقصد؟'' حمید طویل سانس لے کر بولا۔ ''اس سے بڑا مقصد اور کیا ہوگا کہ بعض بہت اہم سرکاری کاغذات میری جیب سے نکل گئے۔''

''میرے خدا.....!'' راجن پھر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

''بیٹھئے بیٹھئے..... میں آپ سے زیادہ پریشان ہوں۔''

''نمی نے ملازموں کو بھی کافی پینے کو کہا تھا۔ انہوں نے بھی پی تھی اور مختلف جگہوں پر سو گئے تھے۔ چوکیدار پھاٹک کے قریب سوتا ہوا ملا تھا۔''

''کافی بنائی کس نے تھی۔''

''پانی شاید خود نمی نے رکھا تھا..... اور پھر یہاں سے ایک ملازم کو بھیجا تھا کہ وہ کافی بنا کر کمرے میں لے آئے۔''

''بہت آسانی سے کوئی نشہ آور چیز ملائی جا سکتی ہے۔ اگر پانی رکھنے کے بعد کچھ دیر تک کچن خالی رہا تھا.....؟''

"بالکل رہا تھا جناب.....آخر یہ ڈرائیور چاہتا کیا تھا۔ گھر کی کوئی قیمتی چیز بھی غائب نہیں ہوئی۔"

"آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ میری جیب سے نکل جانے والے کاغذات کتنے اہم تھے۔"

"اب کیا ہوگا.....؟"

"اگر آپ نے میرے کہنے کے مطابق شری متی جی کا اور اپنا بیان دے دیا تو شائد میری بچت کی کوئی صورت نکل آئے ورنہ نہیں۔"

راجن نے مخلصانہ انداز میں اُسے یقین دلایا کہ ایسا ہی ہوگا۔

کچھ دیر بعد حمید کی گاڑی پھر راجن کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی۔ اور وہ خاصہ مگن تھا۔ اپنی مرضی کے مطابق دونوں سے بیانات لکھوائے تھے اور اُن پر اُن کے دستخط لئے تھے۔ سوچ رہا تھا کہ اب اگر کوئی بات سامنے آئی تو وہ اپنے بچاؤ کے لئے بھی کچھ کر سکے گا اور فریدی صاحب نے فرمایا تھا کہ تم گھر جا سکتے ہو۔ ہونہہ..... گویا ہم اتنے بدھو ہیں کہ واقعی گھر جا کر آرام ہی فرماتے.....لیکن یہ ڈرائیور کون تھا۔ اس کے قد و جسامت کے متعلق راجن نے جو کچھ بھی بتایا تھا وہ مردنگ پر پورا اُترتا تھا۔ رہی ڈاڑھی تو ظاہر ہے کہ وہ میک اپ کے بغیر کھلے بندوں پھر ہی نہیں سکتا تھا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ یہاں راجن کے گھر کیا کر رہا تھا۔ اُس کی ملازمت بحیثیت ڈرائیور اُس دن سے پہلے نہیں شروع ہوئی تھی جب مردنگ انہیں جل دے کر نکل گیا تھا۔ راجن کے بیان کے مطابق وہ اُس دن سے ٹھیک ایک ماہ بعد اُس کے یہاں رکھا گیا تھا۔ خود کو مشرقی صوبے کا باشندہ ظاہر کیا تھا اور اس پر آمادہ ہوگیا تھا کہ دن رات کوٹھی ہی میں رہے گا۔ حوالے کے لئے اپنے بعض اعزہ کے نام اور پتے بھی لکھائے تھے جو

اُس کے بیان کے مطابق اسی شہر میں مقیم تھے۔ بعد میں یہ سارے حوالے غلط ثابت ہوئے۔ اگر وہ مردنگ ہی تھا تو اُس نے بیک وقت پبلسٹی کا ایک ادارہ بھی قائم کر رکھا تھا۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا۔ دفتر کی دیکھ بھال جینی کرتی رہی ہوگی۔ جینی کا خیال آتے ہی اُسے وہ لاش یاد آئی اور وہ جینی کے لئے مغموم ہوگیا۔ کتنی اچھی لڑکی تھی۔ اُس سے مل کر صرف ہمدردی ہی کا جذبہ ابھرتا تھا اور اُس بیچارے کو اس نانجار سے ہمدردی تھی۔ ایک بار چھٹکارا پا جانے کے بعد پھر اُسی کے جال میں جا پھنسی اور بالآخر اُسی کے ہاتھوں ایسے انجام کو پہنچی۔ مردنگ یقیناً پاگل ہے؟ درندہ ہے۔ اُس نے لڑکی کو کس طرح کاٹا اور بھنبھوڑا ہوگا.....کس بُری طرح وہ بلبلائی ہوگی۔ مگر نہیں پہلے گردن کاٹ دی ہوگی پھر چہرے کو ناقابل شناخت بنانے کے لئے اپنے دانتوں سے نوچا ہوگا۔

ایک ٹھنڈی سی لہر ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی اور وہ چونک پڑا۔ آخر یہ گاڑی کی رفتار کیوں کم ہوگئی؟ اُس نے اکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور انجن رفتار بڑھانے کی بجائے ایک بے ہنگم سی آواز کے ساتھ بند ہوگیا۔ اُس نے اُسے دوبارہ اسٹارٹ کرنا چاہا لیکن انجن میں جنبش تک نہ ہوئی۔ جھلا کر نیچے اُتر آیا اور آگے جا کر بونٹ اٹھا ہی رہا تھا کہ سر پر کسی وزنی چیز کی چوٹ پڑی.....سارا وجود جھنجھنا اٹھا اور اُسی جھنجھناہٹ کے ساتھ ہی یہ احساس بھی ذہن میں چکرا کر رہ گیا کہ اُس کی گاڑی ایک ویران اور نیم تاریک سڑک پر دھوکا دے گئی تھی۔

اندھیرا اور گہرا ہوگیا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو سر کی شدید ترین تکلیف کے علاوہ اور کسی قسم کا احساس باقی نہیں رہا تھا۔ آنکھیں کھلیں اور پھر بند ہوگئیں۔ عجیب طرح کی چکا چوندھ تھی جس کی متحمل نہ ہو سکیں۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر اُس نے کراہنا چاہا لیکن آواز نہ نکلی۔ پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی ہولے ہولے سر سہلا رہا ہو۔ اس کے بعد ہی ایک کھنکتا ہوا سا قہقہہ سنائی دیا۔ بڑی پیاری اور سکس اپیل سے بھرپور آواز تھی۔ اس تکلیف کے عالم میں بھی حمید کا دل باغ باغ ہوگیا اور آنکھیں کھولے بغیر ہی اُس نے وہ ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیا جو اُس کا سر سہلا تا رہا تھا۔

"قبر کے کنارے ہو..... ڈارلنگ.....!" پھر اُسی قہقہے سمیت نسوانی آواز سنائی دی اور اُس نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ کیونکہ اس بار وہ اس آواز کو بخوبی پہچان سکا تھا۔ یہ نجمی تھی۔ جو ایک کہنی تکئے پر ٹیکے اُس پر جھکی ہوئی تھی۔

"تم.....تم.....یعنی کہ تم۔"

"ہاں..... ہاں..... میں..... مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے..... کیا نمی راجن مجھ سے زیادہ حسین ہے۔"

حمید نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اُس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے سے باز رکھا۔

"لیٹے رہو.....تمہارا سر پھٹ گیا ہے۔" اُس نے کہا۔

"اور تم اس سازش میں شریک ہو..... کیوں؟"

"سازش.....کیسی سازش! تم نے میرے ساتھ چلنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کی بجائے تم نمی راجن کے پاس چلے گئے۔ میں نے کہا اچھا اب کچھ دن میرے ساتھ بھی گذارو۔"

"تو تم نے میرا سر پھاڑ دیا تھا؟"

"میں نے تو نہیں.....سر پھاڑنے والا اور کوئی تھا اور میں تو تمہیں بہت احتیاط سے یہاں اٹھا لائی تھی۔"

"میری گاڑی میں کس نے گڑبڑ کی تھی۔"

"میں نے.....ٹنکی میں شکر ڈال دی تھی۔"

"آخر کیوں؟ تم سے بہت بڑا جرم سرزد ہوا ہے۔ جس کی سزا بھگتنی پڑے گی تمہیں۔"

"بھگت چکی ہوں۔ ڈگی میں بند ہو کر اتنی دور سفر کرنا میرے خیال سے دائم الحبس سے بدتر ہے۔"

"اچھا.....اچھا..... دیکھوں گا.....!" حمید اس بار اٹھ ہی بیٹھا۔ سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ بڑی شاندار خواب گاہ تھی۔ عجیب سی خوشبو فضا میں رچی ہوئی تھی۔ اُس نے نجمی کی طرف دیکھا۔ اس ماحول میں قیامت ہی لگ رہی تھی۔

"میں باہر جاؤں گا۔" حمید نے لہجے میں درشتی پیدا کر کے کہا۔

"دروازہ کھل سکا تو ضرور جاؤ گے۔"

"میں دروازہ توڑ بھی سکتا ہوں۔"

"اگر زخم سے دوبارہ خون بہنے لگا تو ذمہ داری کس پر ہوگی۔"

وہ اُسے گھورتا رہا اور نجمی اٹھلا کر بولی۔ "واقعی بہت چالاک آفیسر ہو.....!"

اب حمید نے محسوس کیا کہ اُس کے جسم پر وہ لباس بھی نہیں ہے جو اُس نے پہن رکھا تھا۔ ں کی بجائے ریشمی سلیپنگ سوٹ نظر آیا۔

اُسے وہ کاغذات یاد آئے جو راجن کی کوٹھی میں تیار کئے تھے۔

"میرے کپڑے کہاں ہیں.....؟" اُس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"میں کیا جانوں؟"

"میرا لباس کس نے تبدیل کیا تھا.....؟"

"یہ بھی نہیں جانتی۔"

"پھر تم کیا جانتی ہو۔"

"یہی کہ اب میں سیٹھ کی اگلی پکچر میں ہیروئن بن سکوں گی۔"

"کیا مطلب.....؟"

جواب دینے سے قبل نجمی نے اس طرح چاروں طرف دیکھا جیسے یہ نہ چاہتی ہو کہ کوئی ر اُن کی گفتگو سن سکے۔

"سنو.....اس وقت میں خود کو بالکل اُلو محسوس کر رہی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ٹھی ہوں۔ آج صبح اسٹوڈیو میں میں نے ہی تمہیں اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ تم غالباً سمجھے گے کہ تم نے مل بیٹھنے میں پہل کی تھی۔ میں لفٹ نہ دیتی تو یہ ناممکن ہو جاتا۔ ہمارا سیٹھ بظاہر لو نظر آتا ہے لیکن ہے بڑا ستم ظریف.....اُسی نے مجھے بھیجا تھا کہ اس پولیس آفیسر پر ڈورے لو۔ اسے اُلو بنا کر جشن منائیں گے۔ دوسری بار تم خود ہمارے آفس میں آ پہنچے اور اُس نے

تمہیں مدعو بھی کر دیا۔ میں سمجھی تھی تم ضرور آؤ گے میرے پاس...... لیکن تمہارے بجائے سیٹھ پہنچا اور اُس نے مجھے بتایا کہ تم نمی راجن کے پاس گئے ہو۔ وہ مجھے ساتھ لے کر راجن کی کوٹھی میں پہنچا۔ پتہ نہیں کن راستوں سے لے گیا کہ راجن کے کسی ملازم سے بھی مڈبھیڑ نہ ہوئی۔ اُسی نے کہا تھا کہ ٹنکی میں شکر ڈال کر خود ڈگی میں چھپ جاؤں۔ تم اپنی ڈگی مقفل کیوں نہیں رکھتے۔ بڑی آسانی ہو گئی تھی۔ لیکن جب اُس کے کسی آدمی نے تمہارا سر پھاڑ دیا تو مجھے تشویش ہوئی۔ کیا تم مجھے بتا سکو گے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔"

"یہ پھر بتاؤں گا...... تم بتاؤ کہ وہ پچھلی رات کہاں تھا۔"

"پتہ نہیں...... اسٹوڈیو میں تو نہیں تھا۔ آج صبح ہی صبح پہنچ گیا تھا۔ ویسے وہ اسٹوڈیو بہت کم آتا ہے۔ پروڈکشن انچارج ہی سارا کام سنبھالتا ہے۔"

"ہوں...... اُوں......!" حمید نے طویل سانس لی۔

اب اُسے ایک بار پھر اُس کے سیٹھ کا حلیہ یاد آیا۔ جسامت اور قد کے اعتبار سے مردنگ سے مختلف نہیں تھا۔ رہی چہرے کی بناوٹ تو اُسے کوئی بھی مشاق میک اپ کرنے والا دوسری شکل دے سکتا تھا اور مردنگ تو تھا ہی میک اپ کا ماہر۔

"لیکن ہم ہیں کہاں؟" حمید نے نجمی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یقین کرو، میں نہیں جانتی۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے کہ تم مجھے شروع ہی سے اُلو سمجھتی رہی ہو۔"

"یقیناً سمجھتی اگر تمہاری شہرت پہلے ہی نہ سن چکی ہوتی۔ دیکھو میں جھوٹ نہیں کہہ رہی۔ تمہیں بیہوش کر دینے کے بعد ایک دوسری گاڑی میں ڈال دیا گیا تھا۔ مجھے بھی اُسی پر بیٹھنے کو کہا گیا تھا۔ لیکن تمہارا حشر دیکھ لینے کے بعد میں اسے محض تفریح سمجھ لینے پر تیار نہیں تھی، اس لئے میں نے انکار کر دیا۔ لیکن ٹھیک اُسی وقت وہ میری طرف جھپٹا جس نے تمہارے سر پر ضرب لگائی تھی اور میرا گلا گھونٹنے لگا۔ میں غالباً بیہوش ہو گئی تھی۔ ہوش میں آئی تو یہاں تم میرے برابر لیٹے تھے۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ آوازیں دیں...... شور

مچایا۔ مگر سب بے سود۔ پھر تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگی۔"

"کیا یہ تمہارے سیٹھ ہی کی حرکت ہو سکتی ہے۔"

"شکر تو ٹنکی میں اسی نے ڈلوائی تھی۔"

"اس کا نام کیا ہے۔"

"ہزاری سیٹھ کہلاتا ہے۔" اُس نے کہا اور خاموش ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر ایک دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ "یہ باتھ روم ہے شائد۔ میں ابھی آئی۔" قبل اس کے کہ حمید کچھ کہتا وہ ہینڈل گھما کر دروازہ کھول چکی تھی۔ پھر دروازہ بند بھی ہو گیا اور دوسرے ہی لمحے میں حمید نے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ سنی۔

وہ دروازے کی طرف جھپٹا۔

ہینڈل پر زور آزمائی کرتا رہا لیکن اُس نے جنبش تک نہ کی۔

کبھی دروازہ پیٹتا اور کبھی نجمی کو آوازیں دینے لگتا۔

تیز قسم کی روشنی کا احساس ہی تھا جس نے ذہن کو جھنجھوڑ کر آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا تھا۔ سورج آنکھوں کے سامنے تھا۔ آنکھیں تلملا گئیں اور وہ اٹھ بیٹھی۔ رات خوابگاہ کی شرقی کھڑکی غالباً کھلی رہ گئی تھی۔ اچھی خاصی دھوپ مسہری پر پھیلی نظر آئی۔

لیکن...... لیکن...... وہ اچھل پڑی اور بوکھلا کر چاروں طرف دیکھا۔ یہ اُس کی اپنی خوابگاہ تھی۔ لیکن وہ یہاں کیسے پہنچی کون لایا۔ وہ یادداشت پر زور دینے لگی۔ ٹھیک اُسی وقت کسی نے باہر سے دروازہ پیٹنا شروع کیا۔

وہ جھنجھلا کر نشست کے کمرے میں آئی۔ باہر کا دروازہ کھولا...... اور ٹھٹک کر رہ گئی۔

"سیٹھ تم.....!" اُس کے لہجے میں حیرت تھی۔

ہزاری سیٹھ سامنے کھڑا ابسور رہا تھا۔

"یہ کیا کردیا تم نے.....نجمی بائی۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نے کیا ہے..... یا تم نے۔" وہ جھلا کر چیخی۔

"ارے بابا.....دھیرے بولو۔" وہ خوفزدہ آواز میں کہتا ہوا اندر چلا آیا۔

"وہ پولیس آفیسر ہے۔ سمجھے۔" نجمی آنکھیں نکال کر بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر تم نے اُس کا کیا کیا.....میں جب وہاں پہنچا تو خالی گاڑی کھڑی تھی۔ نہ تم ڈگی میں ملیں اور نہ وہ.....گاڑی میں۔"

"کیا بک رہے ہو.....تمہارے کسی آدمی نے اُس کا سر پھاڑ دیا تھا اور میرا گلا گھونٹ کر مجھے بھی بیہوش کردیا تھا۔ جب ہوش میں آئی تو دیکھا کہ میں اُس کے ساتھ ایک کمرے میں بند ہوں۔ اُس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ بھی بیہوش تھا۔ ہوش میں آیا تو مجھ پر برسنے لگا۔ پھر میں باتھ روم میں گئی اور وہاں کسی نے پھر میری گردن پکڑ لی.....اب ہوش آیا ہے۔ تو پھر خود کو اپنے ہی فلیٹ میں پارہی ہوں۔ بتاؤ یہ سب کیا ہے۔"

"ہرے رام رے۔" ہزاری سیٹھ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ کر کراہا۔

"میں کیا جانوں یہ سب کیا ہے.....میں نے تو ذرا سی مسخری کرنی چاہی تھی۔ پتہ نہیں کون کیا کرگیا.....نہیں تم بھی مسخری کررہی ہو۔"

"ارے سیٹھ ہوش میں آؤ۔ ایسے کام نہیں چلے گا۔ اگر تم نے زیادہ پریشان کیا تو سیدھی پولیس اسٹیشن چلی جاؤں گی.....سمجھے۔"

"ارے نہیں نجمی بائی۔ ایسی کٹھور نہ بنو۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ میرے کو بالکل پتہ نہیں کہ کیا ہوا۔"

"تم نے مجھ سے وہ حرکت کیوں کرائی تھی۔"

"بس میں نے کہا ذرا دل لگی رہے گی۔"

"لیکن تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ نمی راجن کے پاس گیا ہے۔"

"میرے کو اس کا نوکر بولا تھا۔ راجن بابو ہمارا دوست ہے۔ میں اُس سے ملنے کے واسطے گیا تھا۔ نوکر بولا کپتان حمید صاحب ادھر آیا ہوا ہے.....بس میرے کو مسخری سوجھ گئی اور بابا تم میرے کو وہ مکان بتاؤ جہاں تمہیں لے گئے تھے.....میں خود پولیس میں خبر کروں گا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ مکان کہاں ہے۔ باہر سے نہیں دیکھا تھا۔"

"ہرے رام رے۔" اس نے پھر پیٹ پکڑ لیا۔

"اب بتاؤ کیا ہوگا.....دھری رہ گئی ساری مسخری۔" نجمی آنکھیں نکال کر بولی۔

ہزاری سیٹھ اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے پہاڑ پر چڑھنا پڑا ہو۔ نجمی اُسے گھورتی رہی پھر تھوڑی دیر بعد بولی "سچ سچ بتاؤ کیا قصہ ہے ورنہ بھاگے راستہ نہ ملے گا۔ اُس کا چیف کرنل فریدی بڑا خطرناک آدمی ہے۔"

"ہائے رام کیا کروں.....اچھا تم جاؤ کرنل پھریدی کے پاس.....!"

"میں کیوں جاؤں۔"

"پھر وہ تو پھانسی دے دے گا۔"

"میں کچھ نہیں جانتی.....اپنے سر الزام نہ لوں گی۔ یا تو تم مجھے کیپٹن حمید کا پتہ بتاؤ..... یا پھر میرے ساتھ سیدھے کرنل فریدی کے پاس چلو۔"

"نہیں بابا.....نہیں بابا.....میرے کو نہ لے جاؤ۔"

"اگر صرف میں گئی اور بعد میں تم سرے سے مکر ہی گئے تو.....!"

"نہیں بابا.....نہیں مکرے گا.....کہو تو لکھ کر دے دیں۔"

نجمی اُس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی پھر مسکرا کر بولی۔ "اچھی بات ہے۔ تم مجھے تحریر دے دو کہ تم نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا تھا لیکن تم نہیں جانتے کہ کیپٹن حمید کو کون لے گیا۔"

"لاؤ.....قاگز لکھ دوں۔"

نجمی نے اُسے اپنا رائٹنگ پیڈ دیا اور وہ اس پر کچھ لکھنے لگا۔

کرنل فریدی نے ایک بار پھر اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ آنکھیں نیچے کیے بیٹھی تھی۔

''ہوں.....تو تم نے خود ہی کیپٹن حمید کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا.....؟'' اُس نے پوچھا۔

''جی ہاں.....!''

''لیکن کیوں؟''

''ابھی بتا چکی ہوں کہ ہزاری سیٹھ نے مجھے اس پر آمادہ کیا تھا.....؟''

''وہ کیا چاہتا تھا۔''

''مجھ سے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ تھوڑی دل لگی رہے گی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم کسی پولیس والے کو اُلو بنا کر دکھاؤ تب میں سمجھوں گا کہ بہترین اداکارہ ہو۔ پھر اگلی فلم میں ہیروئن کا چانس بھی حاصل کرسکو گی۔''

''خوب.....!'' فریدی سر ہلا کر بولا۔ ''لیکن کل جن لوگوں کے بیانات لئے گئے تھے اُن میں کسی ہزاری سیٹھ کا نام نہیں ہے۔''

''اُس پر نظر نہ پڑی ہوگی آپ لوگوں کی۔''

''پچھلی رات وہ اسٹوڈیو ہی میں تھا۔''

''جی نہیں.....صبح آیا تھا.....؟''

''تو تمہیں یقین ہے کہ وہ اُسی کی حرکت ہوگی۔''

''اتنا چالاک نہیں معلوم ہوتا۔ پھر اُس کا مقصد کیا ہوسکتا ہے۔ اُسے اس سے کیا فائدہ پہنچے گا۔''

''کون سی فلم بنا رہا ہے۔''

''فلم کا نام 'ستاروں کی چیخیں' ہے۔''

''بڑا عجیب نام ہے۔ سائنس فکشن؟''

''جی نہیں.....سائنس فکشن نہیں ہے۔ یہ فلمی ستاروں سے متعلق ایک جاسوسی کہانی ہے۔''

''لیکن تم مجھے کیا بتانے آئی ہو۔''

''مم.....میں نے سب کچھ بتا تو دیا ہے۔''

''سب سے اہم بات ابھی تک نہیں معلوم کرسکا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔

فریدی چند لمحے اُس کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''میں نہیں جانتا تھا کہ اس معاملے میں تم ملوث ہو۔ پھر تم خود ہی مجھے کیوں اطلاع دینے چلی آئی۔''

''مذاق کی حد تک دوسری بات ہے جناب۔ لیکن اب میں نہیں سمجھ سکتی کہ کون سی فرد جرم مجھ پر عائد ہوگی.....اور پھر سیٹھ نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا کہ میں جس حد تک اس معاملے میں ملوث رہی ہوں اُس کا اظہار کردوں۔''

''تمہارا سیٹھ اس وقت کہاں ملے گا۔''

''یہ بتانا دشوار ہے۔ البتہ میں اُس کی رہائش کا پتہ بتا سکوں گی۔'' نجمی نے اپنا پرس کھولتے ہوئے کہا اور ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

''ہوں ٹھیک ہے۔'' فریدی نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ اردلی اندر آیا اُس نے کہا۔

''سارجنٹ رمیش کو بھیج دو۔''

رمیش کے آنے تک خاموشی رہی تھی۔ ویسے ایسا معلوم ہوتا رہا تھا جیسے نجمی کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہو۔ لیکن فریدی اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

''دیکھو.....انہیں لے جاؤ اور انگلیوں کے نشانات لے لو۔'' اُس نے رمیش سے کہا اور نجمی سے بولا۔ ''اگر ضرورت سمجھی گئی تو تم سے مزید پوچھ گچھ کی جائے گی۔''

نجمی رمیش کے ساتھ چلی گئی۔

فریدی نے فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کو مخاطب کیا اور بولا۔ ''رپورٹ۔''

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''راجن بابو کے ڈرائیور کے کوارٹر سے اٹھائے ہوئے بعض نشانات مے پول ہوٹل والے نشانات سے مطابقت رکھتے ہیں اور یہ نشانات مردنگ کی انگلیوں کے نشانات کے علاوہ اور کسی کے نہیں ہو سکتے۔''

''ٹھیک ہے.....اچھا میش ایک لڑکی کے منگر پرنٹس لے رہا ہے۔ انہیں کیپٹن حمید کی کار سے لئے گئے منگر پرنٹس سے ٹیلی کرنا ہے۔''

''ویری ویل سر.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔

ریسیور رکھ کر فریدی اٹھا۔ کوٹ پہنا اور فلٹ ہیٹ پیشانی پر سنبھالتا ہوا آفس سے باہر نکل گیا۔

آج تیسرا دن تھا۔ کیپٹن حمید نے وہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش میں خاصا وقت ضائع کیا تھا لیکن ابھی تک کامیابی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

بہت بڑی عمارت تھی اور آہنی دروازوں نے اُسے گویا چوہے دان کی شکل دے دی تھی۔ ویسے وہ پوری عمارت میں گھومتا پھرتا تھا۔ کسی قسم کی پابندی نہیں تھی۔ دن میں کئی بار کافی طلب کرتا..... پرنس ہنری کا تمبا کو بھی اُس کی فرمائش پر وافر مقدار میں مہیا کر دیا گیا تھا۔ اس وقت پائپ دانتوں میں دبائے آرام کرسی پر نیم دراز دوپہر کے کھانے کا منتظر تھا۔ دفعتاً کسی نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور کھانے کی ٹرالی دکھائی دی۔ لیکن ٹرالی دھکیلنے والی پر نظر پڑتے ہی وہ اچھل پڑا.....اور وہ بھی سمٹ کر رہ گئی۔

یہ آشا تھی جس کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ اتنا شکستہ لباس تھا کہ اپنی برہنگی کو چھپانے کے لئے اُسے سمٹ جانا پڑا تھا۔ اچانک وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ حمید بے حس وحرکت

کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔ آخر مسہری کی طرف بڑھا اور چادر کھینچ کر اُس کی طرف پھینکتا ہوا بولا۔

''اسے لپیٹ لو.....اور خاموش ہو جاؤ۔''

کچھ دیر بعد وہ فرش پر خاموش بیٹھی خلاء میں گھورے جارہی تھی۔ بستر کی چادر اُس کے گرد لپٹی ہوئی تھی۔

''کرسی پر بیٹھو.....!'' حمید نے نرم لہجے میں کہا اور وہ ایسے انداز میں حمید کی طرف دیکھنے لگی جیسے اُس کی بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔

''کرسی پر بیٹھو۔'' اس بار حمید نے کرسی کی طرف اشارہ بھی کیا۔

''نہیں.....!'' وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔ ''اگر اُس نے دیکھ لیا تو چابک سے مارے گا۔''

''کس نے دیکھ لیا.....؟''

''مردنگ نے۔''

''کیوں مارے گا.....؟''

''آہستہ بولو.....!'' وہ ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولی۔ ''خدا کے لئے مجھے یہاں سے نکالو۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گی اور تم یہاں کیا کر رہے ہو۔''

''یہ تمہارا کیا حال ہے۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔ ''وہ تو تم سے اس درجہ محبت کرتا تھا۔''

''بکواس ہے۔'' یک بیک آشا کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ کسی زخمی شیرنی کی طرح غرائی۔ ''درندہ ہے.....مجھ سے ایک لڑکی کی خدمت لے رہا ہے۔ میں رات رات بھر اُس لڑکی کے پیر دباتی ہوں.....لونڈیوں سے بدتر ہوں.....اگر انکار کرتی ہوں تو چمڑے کے چابک سے مارتا ہے.....لڑکی کا جھوٹا کھانا مجھے ملتا ہے۔ نہیں کھاتی تو مار پڑتی ہے۔''

''لڑکی کون ہے۔''

''وہ بیچاری تو بہت شریف ہے۔ میرے لئے روتی ہے۔ اکثر رات گئے مجھے اپنے ساتھ ہی سلا لیتی ہے۔ وہ بھی مردنگ سے نفرت کرتی ہے لیکن اُس سے ڈرتی بھی بہت ہے۔ اپنی نفرت ظاہر نہیں ہونے دیتی۔''

"وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"یہیں ہے۔ پچھلی رات وہ ہم دونوں کو یہاں لایا ہے۔"

"اٹھو میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

آشا ویسے ہی چادر لپیٹے کھڑی ہوگئی اور اُسے عمارت کے ایک دور افتادہ کمرے تک لائی۔

"جینی.....!" حمید تحیر زدہ سی آواز میں چیخا اور کمرے میں بیٹھی ہوئی لڑکی بھی اچھل پڑی۔ وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"مم.....میں کچھ نہیں جانتی کیپٹن.....میں بے قصور ہوں۔ آپ آشا دیوی سے پوچھ لیجئے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "میں سب کچھ سن چکا ہوں۔ ویسے میں تو یہی سمجھا تھا کہ اسٹوڈیو کے پارک میں پائی جانے والی لاش تمہاری ہی ہوگی، جسے پہلے آشا کی لاش سمجھا گیا تھا۔"

پھر کچھ دیر بعد حمید آشا کی کہانی سن رہا تھا۔

"یقین کرو کیپٹن! مجھے اطلاع ملی تھی کہ ڈائریکٹر نے اسٹوڈیو میں طلب کیا ہے.....اطلاع فون پر ملی تھی۔"

"لیکن تم نے اپنی نانی کو اس سے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"اُس وقت یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی کہ اُس کی وضاحت کرنے بیٹھتی۔ اسٹوڈیو پہنچ کر جب یہ معلوم ہوا کہ کسی نے غلط اطلاع دی تھی تو میں نے اُسی وقت واپسی مناسب نہ سمجھی۔ نانی پوچھتی ہی رہ گئیں۔ لیکن میں نے وجہ بھی نہ بتائی۔ اُس کی چھان بین کی عادت مجھے ہمیشہ غصہ دلا دیتی ہے اور مجھے ضد سی ہوجاتی ہے کہ اس وقت اُن سے کوئی ڈھنگ کی بات نہ کروں۔ بہرحال ہم دونوں میک اپ روم میں لیٹ گئی تھیں۔ نانی جلد ہی سو گئیں۔ اُس وقت وہاں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ میں برآمدے میں آئی۔ میرے باڈی گارڈ بھی وہاں موجود نہیں تھے۔ اتنے میں میں نے ایک اکسٹرا لڑکی لیجکا کو عقبی پارک کی طرف جاتے دیکھا اُس کے بعد ہی کیمرہ مین بھی نظر آیا جو اُسی طرف جا رہا تھا۔ تجسس کا خبط مجھ پر اس بُری طرح

مسلط ہوا کہ میں بھی اُن کے پیچھے چل پڑی۔ انہیں جھاڑیوں کے اوٹ میں ہوتے دیکھا۔ میں بھی اُدھر ہی لپکی۔ بس میرا دماغ جیسے ماؤف ہوکر رہ گیا تھا۔ اب سوچتی ہوں تو اپنی اس حماقت پر غصہ آتا ہے۔ آخر مجھے کیا ہوگیا تھا۔ بہرحال جیسے ہی جھاڑیوں کے قریب پہنچی کسی نے پیچھے سے حملہ کیا۔ منہ دبا کر جھٹکا جو دیا تو میں چاروں خانے چت زمین پر تھی۔ حملہ آور کی صورت دیکھنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ وہ میرا گلا گھونٹ رہا تھا۔ پھر کچھ بھی یاد نہیں میں بیہوش ہوگئی تھی۔"

حمید نے اُسے بتایا کہ وہاں ایک لاش ملی تھی جس کے جسم پر اُسی کے کپڑے تھے اور چہرہ بگاڑ دیا گیا تھا۔ پھر صبح کو زخمی کیمرہ مین بھی اسٹوڈیو میں آکر مر گیا تھا۔

"وہ.....وہ لیجکا ہی ہوگی۔" آشا کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میرا ہی جیسا قد تھا جسم بھی ایسا ہی رکھتی تھی۔ رنگت بھی میری ہی جیسی تھی۔ یقیناً لوگ دھوکا کھا گئے ہوں گے۔"

"میرا خیال تھا کہ وہ تمہاری لاش ہوگی۔" حمید نے جینی سے کہا وہ کچھ نہ بولی۔ برسوں کی بیمار معلوم ہو رہی تھی۔ دفعتاً انہوں نے ایک چیخ سنی اور بے ساختہ دروازے کی طرف مڑے۔ دروازے کے سامنے آشا کی نانی کھڑی تھی اور غالباً آشا ہی کو دیکھ کر چیخی تھی۔ اس کے پیچھے حمید کو وہ عورت بھی نظر آئی جو لاش کی کارروائی شناخت کے وقت آشا کی نانی کے ساتھ تھی۔ آشا نانی کی طرف جھپٹی۔ بوکھلاہٹ میں اُس کے جسم سے چادر بھی گر گئی تھی۔

اب دونوں ایک دوسری سے چمٹی ہوئی بُری طرح رو رہی تھی۔ دوسری عورت کو حمید علیحدہ لے جا کر اُسے سے پوچھنے لگا کہ وہ کیسے پہنچیں۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتی ایک بھاری بھرکم اور گونجیلا قہقہہ سنائی دیا۔

حمید چونک کر مڑا۔ ایک کمرے کی سلاخوں دار کھڑکی کے پیچھے مردنگ مضحکانہ انداز میں دانت نکالے کھڑا تھا۔ حمید اُس کمرے کے دروازے کی طرف جھپٹا۔ لیکن وہ بند تھا۔ وہ اُس پر زور صرف کرنے لگا۔ مردنگ کی آواز پھر سنائی دی جو کہہ رہا تھا۔ "خواہ مخواہ جھک مار رہے ہو برخوردار.....سامنے آؤ۔" حمید جھلاہٹ میں پھر کھڑکی کی طرف پلٹ پڑا۔

"باہر نکلو.....اگر مردانگی ہے کچھ تم میں۔" اس نے اُسے للکارا۔

"نہیں سرکار.....!" مردنگ نے ہاتھ جوڑ کر دانت نکال دیئے۔ "میں نامرد ہی بھلا۔ ہاتھا پائی کی قوت نہیں رکھتا۔ البتہ ذہنی لڑائی میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ اب تمہارے گرو کرنل فریدی کا منتظر ہوں۔ وہ بھی تمہاری ہی طرح آ پھنسے گا اور پھر اُس کی ایک ایسی ہی تصویر آشا کے ساتھ لی جائے گی جیسے تمہاری نمی کے ساتھ لی گئی تھی۔ پھر میں تم دونوں کو قتل کردوں گا اور یہ دونوں تصویریں تمہارے محکمے کو بھجوادی جائیں گی۔"

بوڑھی عورت جو حمید کے ساتھ تھی پاگلوں کی طرح چیخنے لگی اور دوسرے کمرے سے ساری عورتیں باہر نکل آئیں۔

مردنگ پر نظر پڑتے ہی آشا کی نانی کلکلا کلکلا کر کوسنے لگی۔

"نانی ڈارلنگ.....تمہیں تو اب سچ مچ مر ہی جانا چاہئے۔ فکر نہ کرو بڑے معزز آدمیوں کے ساتھ دفن کروں گا.....ذرا قریب آؤ تمہیں تمہاری آخری آرام گاہ بھی دکھادوں۔"

حمید کھڑکی کے قریب ہی کھڑا تھا۔ لیکن کوشش کرنے کے باوجود بھی اس کا ہاتھ مردنگ کی گردن تک نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ کھڑکی کی سلاخوں کا درمیانی فاصلہ بہت کم تھا۔ مردنگ نے مڑ کر ٹین کے ایک بہت بڑے صندوق کی طرف اشارہ کیا۔ بلاشبہ یہ اتنا ہی بڑا تھا کہ چار لاشیں بآسانی سما جاتیں۔

"ہوں.....!" حمید تھوڑی دیر بعد غرایا۔ "تو تم ہمیں مار ڈالو گے۔"

"صرف تم دونوں کی وجہ سے دو بوڑھی عورتیں بھی مرجائیں گی تاکہ آشا کی کہانی ہمیشہ کے لئے دفن ہوجائے۔ وہ آشا ہی کی لاش سمجھ لی جائے گی اور پھر جب فریدی غائب ہوجائے گا تو اُس کی اور آشا کی تصویر کیا گل کھلائے گی تمہارے محکمے میں۔ بولو.....جواب دو۔"

حمید سوچ میں پڑ گیا۔ اگر وہ اپنی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہوگیا تو کس حد تک غلط فہمیاں پیدا ہوسکیں گی۔ خود اُس کے متعلق تو سبھی جانتے تھے کہ رنگین مزاج آدمی ہے اور فریدی کے بارے میں اُس کے ساتھی اکثر کہا کرتے تھے کہ کہیں اس کا تجرد اُسے کسی دن جنسی جنون تک نہ لے جائے۔ اگر اُس کے متعلق کوئی اس قسم کی تصویر اُس کے آفیسروں تک

جا پہنچی تو وہ یہی سمجھیں گے کہ آشا فریدی ہی کے جنون کا شکار ہوئی ہوگی۔ ایک ٹھنڈی سی لہر اُس کے سر سے پیر تک دوڑ گئی۔ کیا اس کمال کا زوال اسی صورت میں رونما ہوگا کہ ایک حقیر سا فلمی مسخرہ اُن کی لاشوں پر قہقہے لگا رہا ہو۔ اوہ خدایا.....ایسا عبرتناک انجام.....!"

دفعتاً مردنگ پھر بولا۔ "میں بہت خوش نصیب ہوں۔ جس دن آشا کو اڑا لے جانے کا پلان تیار کیا تھا اُسی دن نہ جانے کتنے راستے میرے لئے کھل گئے۔ تم اتفاقاً نمی راجن کے یہاں جا پہنچے جہاں میں پہلے ہی سے ڈرائیور کے بھیس میں موجود تھا۔ میں نے کہا چلتے چلاتے تمہیں بلیک میل کرنے کا مواد بھی فراہم کرہی لوں۔ کافی میں نشہ آور دوا ملانے کے بعد جو کچھ بھی ہوا اُس کی تصویر تو تم دیکھ ہی چکے ہو۔ فون پر میں نے ہی نمی راجن کو گالیاں دی تھیں تاکہ تم سب دوسرے کمرے میں چلے جاؤ اور میں راجن کو انجکشن دے کر اُس کی بیہوشی کی مدت بڑھا سکوں۔ وہاں سے فرصت پاکر آشا کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ میں نے ہی اُسے فون پر شوٹنگ کی اطلاع دی تھی۔ یقین تھا اسٹوڈیو سے اُسے اٹھالے جانے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ وہاں دوسرا ہی کھیل نظر آیا۔ غالباً آشا تمہیں اُس کے بارے میں بتا چکی ہوگی۔ وہ جھاڑیوں کے اندر جھانک ہی رہی تھی کہ میں نے بہ آہستگی اُس پر قابو پالیا۔ پھر اُس وقت یہ اسکیم بھی ذہن میں کلبلائی کہ کیوں نہ آشا کو مردہ ہی باور کرایا جائے۔ اس طرح میں سکون سے زندگی بسر کرسکوں گا۔ مجھے علم تھا کہ تمہارا محکمہ میرے سرحد پار کرجانے پر یقین کرچکا ہے۔ بہرحال میں نے آشا کو بیہوش کردینے کے بعد لتیکا اور اُس کیمرہ مین پر بھی قاتلانہ حملے کئے۔ اپنی دانست میں تو کیمرہ مین کو ختم ہی کرچکا تھا اس لئے نہایت اطمینان سے لتیکا کا چہرہ بگاڑا اس سلسلے میں اپنے دانت بھی استعمال کرنے پڑے۔ یہ اس لئے اور بھی کیا کہ وہ کسی اذیت پسند جنسی جنونی کی حرکت معلوم ہو۔ بہرحال اب آشا یہاں ہے اور ساری زندگی اپنے غرور کی سزا اُسے بھگتنی پڑے گی۔ جینی کی زرخرید کنیزوں کی زندگی بسر کرے گی۔ اور جینی.....رحمدل جینی جسے اپنے بدبودار باس سے ہمدردی تھی زندگی بھر عیش کرے گی۔"

"نن.....نہیں.....باس۔" دفعتاً جینی مردہ سی آواز میں بولی۔ "ان سب کو چھوڑ دو۔ خدا

کے لئے جانے دو۔ چاہے میرے جسم کا ریشہ ریشہ الگ کر دینا۔"

پھر وہ کسی ننھی بچی کی طرح رونے لگی۔

"تم سچ مچ پاگل ہو۔" حمید مردنگ کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "محض اتنی سی بات کے لئے کہ تم دو عورتوں کو دو مختلف حالات میں دیکھنا چاہتے تھے یہ سب کچھ کر گذرے ہو۔ مجھے حیرت ہے۔"

"ہم سب پاگل ہیں کیپٹن حمید۔" مردنگ مسکرا کر بولا۔ "تمہیں حیرت نہ ہونی چاہئے۔ محض کچھ دیر کی واہ وا کیلئے لوگ موت کے منہ میں چھلانگ لگا دیتے ہیں۔ ہر شخص ذاتی آسودگی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ خواہ اُس کی راہ جہنم ہی سے کیوں نہ گذرتی ہو۔ کیا سمجھے۔"

مردنگ کھڑکی کی سلاخیں پکڑے ان کی طرف رخ کئے کھڑا تھا۔

دفعتاً حمید نے دیکھا کہ ٹین کے بڑے صندوق کا ڈھکن اٹھ رہا ہے۔ پھر وہ بالکل زاویہ قائمہ کی شکل اختیار کر گیا۔ کرنل فریدی صندوق میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ یہ سب اتنی ہی آہستگی سے ہوا کہ مردنگ کو خبر تک نہ ہوئی۔

وہ پھر بولا۔ "فریدی اپنے آفیسروں کو متحیر کر دینے کے خبط میں مبتلا ہے۔ اس خبط کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہے۔"

"مثال کے طور پر اسی وقت دیکھ لو۔" اچانک فریدی بولا۔

مردنگ بوکھلا کر مڑا۔ حمید نے تو اُس کے چہرے پر سراسیمگی ہی کے آثار دیکھے تھے۔ لیکن اُس نے مڑتے مڑتے ریوالور بھی نکال لیا تھا۔ کمرے میں فائر کی آواز گونج کر رہ گئی۔ حمید نے فریدی کو صندوق میں گرتے دیکھا۔

پھر مردنگ نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ صندوق کے قریب پہنچ کر اُس کا ڈھکن گرا دیا تھا اور اب خود اُس کے اوپر کھڑا قہقہے لگا رہا تھا۔ حمید اُس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر کھڑکی کے سامنے سے ہٹ گیا۔

چاروں عورتیں دم بخود کھڑی تھیں۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ ایک بار پھر اُس نے بند دروازے پر زور آزمائی شروع کر دی۔ لیکن ناکام رہا۔

دفعتاً اندر سے کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ ساتھ ہی کسی کی کراہ بھی سنائی دی۔ حمید پھر کھڑکی کی طرف جھپٹا۔

اس بار پھر فریدی صندوق میں کھڑا نظر آیا..... اور مردنگ سامنے والی دیوار کے قریب فرش پر پڑا پھر سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ فریدی نہایت اطمینان سے صندوق سے نکل کر مردنگ کے قریب آیا اور اس کی گردن دبوچ کر سیدھا کھڑا کرتے ہوئے ریوالور چھین لیا۔ پھر قبل اس کے کہ مردنگ لپٹ پڑنے کی کوشش کرتا کمر پر ایسی لات رسید کی کہ وہ اچھل کر آدھے دھڑ سے منہ کے بل زمین پر جا گرا۔ دوسری ٹھوکر اُسے پوری طرح صندوق میں لے گئی اور ڈھکن بند کر دیا گیا۔ کنڈی بھی چڑھا دی گئی۔

یہ سب کچھ اتنے اطمینان سے ہوا جیسے اسے حسب معمول یونہی ہونا تھا۔ مردنگ اندر سے صندوق پیٹ پیٹ کر کچھ کہہ رہا تھا لیکن الفاظ حمید کی سمجھ میں نہ آسکے۔

فریدی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور وہ سب اندر گھس آئے۔ آشا کی نانی بلبلا بلبلا کر فریدی کی بلائیں لے رہی تھی۔

دفعتاً جینی صندوق کی طرف جھپٹی۔ لیکن فریدی نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"چھوڑ دیجئے۔ خدا کے لئے اُسے چھوڑ دیجئے۔" وہ روتی ہوئی بولی۔

"کیا تم پاگل ہوگئی ہو۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "کیا سچ مچ اُس کی آلہ کار تھیں۔"

"نہیں۔ وہ پاگل ہے۔ اُس پر رحم کیجئے..... خدا کے لئے چھوڑ دیجئے۔" پھر شدت گریہ سے اُس کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔

فریدی یک بیک بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔

دوسرے دن شام کو وہ برآمدے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ پچھلے دن سے اب تک صرف اسی وقت مل بیٹھنا نصیب ہوا تھا۔

''اب اُس صندوق میں میرا دم گھٹ جائے گا۔ خدارا کچھ تو کہئے۔'' حمید بولا۔

''میرا خیال ہے کہ سچ مچ اُس کا دماغ الٹ گیا تھا۔'' فریدی نے کہا۔ ''ورنہ تو تابڑتوڑ ایسی حماقتیں نہ کرتا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''ہمیں نمی راجن والی تصویر بھیج کر یہ سمجھ بیٹھا تھا ہم دونوں ہی وہاں دوڑے چلے جائیں گے۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ تم تو ضرور ہی جاؤ۔ لٰہذا میں نے تمہیں گھر جانے کی اجازت دے دی حالانکہ اچھی طرح جانتا تھا کہ تم اپنی گردن بچانے کی فکر میں اسی وقت راجن کے گھر دوڑے جاؤ گے۔ اس طرح مجھے تمہاری نگرانی کرانے کا موقع مل گیا۔ مردنگ نے بحیثیت ہزاری سیٹھ بدمعاشوں کی ایک بہت بڑی ٹولی تیار کر رکھی تھی اور اُس سے کام لے رہا تھا۔

راجن کے گھر سے واپسی کے وقت تمہاری گاڑی کے پیچھے تین گاڑیاں تھیں۔ دو اُن بدمعاشوں کی اور تیسری میں رمیش اور امر سنگھ تھے۔ لیکن اُس وقت اُن سے غلطی ہوگئی جب اُن گاڑیوں میں سے ایک میں تمہیں اور بیہوش نجمی کو ڈالا گیا تھا۔ دونوں گاڑیاں مختلف سمتوں میں گئیں تھیں۔ وہ غلطی سے اُس گاڑی کے پیچھے لگے رہے جس میں تم دونوں نہیں تھے۔ بہرحال اس طرح اُن کے ایک ٹھکانے کا پتہ تو معلوم ہو ہی گیا۔'' فریدی نے خاموش ہو کر سگار سلگایا اور پھر نجمی کے متعلق بتانے لگا۔

''آخر اُس نے اسے آپ کے پاس کیوں بھیجا تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''محض اس لئے کہ میں نجمی کے متعلق شبہے میں مبتلا ہو کر اُس کا تعاقب شروع کر دوں اور وہ میرا تعاقب کرتا رہے۔ پھر کہیں موقع پا کر مجھے بھی اُس طرح بے بس کر دے، جیسے تمہیں کیا

تھا۔ میں نے اُسے مایوس نہیں کیا..... نجمی کا تعاقب کیا۔ لیکن ہوشیار ہو کر۔ پچھلی رات اُس کی فلم ''ستاروں کی چیخیں'' کی شوٹنگ بھی دیکھی تھی۔ ریلوے یارڈ میں ٹرین پر ڈاکہ پڑنے کا منظر فلمایا جا رہا تھا۔ کئی فلم اسٹار چیختی ہوئی ایک کمپارٹمنٹ سے باہر آ گئی تھیں اور انہوں نے ڈائریکٹر سے شکایت کی تھی کہ کوئی کمپارٹمنٹ میں سچ مچ چھپا ہوا تھا۔ جس نے اُن پر دست درازی کی کوشش کی تھی۔ غالباً یہ اس لئے ہوا تھا کہ میں جھپٹتا ہوا اس کمپارٹمنٹ میں جا گھسوں گا اور مردنگ میرے سلسلے میں اپنی اسکیم کو عملی جامہ پہنا سکے گا۔ لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ اب کل کا قصہ سنو۔ اُس عمارت کی نگرانی تو ہو ہی رہی تھی جہاں سے اُس رات رمیش اور امر سنگھ نے ان بدمعاشوں کا تعاقب کیا تھا۔ کل رمیش نے اطلاع دی کہ ہزاری سیٹھ اُس عمارت میں موجود ہے..... میں ایسے میک اپ میں تھا کہ جو آسانی سے ختم بھی کیا جا سکے۔ وہاں جا پہنچا۔ ایک ٹرک کھڑا نظر آیا جس پر وہی صندوق رکھا جا رہا تھا اور ہزاری سیٹھ ڈرائیور کے پاس اگلی نشست پر براجمان تھا۔ ٹرک چل پڑا میں موٹر سائیکل پر تھا۔ بہ آسانی تعاقب جاری رکھ سکا..... اُس عمارت کے سامنے بے پناہ جھاڑ جھنکاڑ ہے..... اُسی کے درمیان ٹرک روک کر وہ اندر چلا گیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہیں صندوق آشا اور جینی کی منتقلی کے لئے نہ استعمال کیا جائے۔ بہرحال وہ ایک طرح کا جوا ہی تھا کہ میں صندوق میں جا لیٹا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کچھ آدمی ساتھ لایا جو اُس صندوق کو اٹھا کر عمارت میں لے گئے۔''

فریدی خاموش ہو کر بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

حمید نے پوچھا۔ ''تو کیا آپ نے وہ لاش جینی کی ماں کو بھی دکھائی تھی۔''

''ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی..... اُس کے ہاتھ پیر جینی کے سے بھی نہیں تھے۔''

''نجمی کو کس خانے میں فٹ کیا جائے گا۔''

''وہ گواہ کی حیثیت سے پیش ہوگی..... نادانستگی میں اُس کی آلۂ کار بنی تھی اور ہاں میں اُس تصویر کا نگیٹو بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا جو تمہیں روسیاہ بنا دیتی۔ اس کے علاوہ بھی بلیک میلنگ کا بہت سا مواد ہاتھ لگا ہے۔ جس کا تعلق ملک کے بہتیرے بڑے آدمیوں سے

ہے۔ اس بار یہ کمبخت بیک وقت تین رول ادا کر رہا تھا۔ راجن کے ڈرائیور کا..... سنسار پبلٹی بیورو کے مالک کا اور سیٹھ ہزاری کا۔"

وہ کچھ اور بھی کہنے والا تھا کہ حمید "ارے" کہہ کر اچھل پڑا۔ فریدی نے بھی گردن گھمائی۔

جینی پھاٹک سے گذر کر برآمدے کی طرف دوڑی آ رہی تھی۔ پورچ میں رک کر ہانپتی رہی پھر ہاتھ جوڑ کر گھگھیائی۔ "چھوڑ دیجئے..... خدا کے لئے اُسے چھوڑ دیجئے۔ وہ صرف پیار کا بھوکا ہے۔ ایک ایسا بچہ جسے اُس کی ماں منہ نہ لگاتی ہو..... چھوڑ دیجئے..... رحم کیجئے۔"

اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

فریدی اور حمید خاموش کھڑے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے۔

تمام شد